بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہم القرآن

جلد سوم

فہم القرآن

جلد سوم

فہم القرآن کو پڑھنے کا موثر طریقہ

اس فہم قرآن کو سمجھنے کیلئے آپ پہلے عربی کا پیرا پڑھیں۔ اگر آپ کو عربی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بھی اَدا کریں۔ اگر عربی نہیں آتی تو عربی میں پیرا ضرور پڑھیں خواہ سمجھ آئے یا نہ آئے اور اس پیرا کو تسلسل سے ایک ہی وقت میں پڑھ کر ختم کریں۔

پھر آپ ترجمے کو تسلسل سے پڑھیں۔ اس طرح آپ کو اس پیراگراف کا مطلب ان شاءاللہ تعالیٰ پوری طرح سمجھ آ جائے گا۔

اگر ایک آیت پڑھیں اور پھر اسکا ترجمہ پڑھیں۔ پھر دوسری آیت پڑھیں اور اس کا ترجمہ پڑھیں تو اس سے آپ کو اس پیراگراف کا مفہوم سمجھ نہیں آئے گا۔

تسلسل سے پڑھنے سے بعض دفعہ ایک بات ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایک سے زیادہ باتیں ہوتی ہیں اور بریکٹ میں ہم نے جہاں کوئی عربی میں وقفہ آتا ہے، وہ واضح کر دیا ہے۔ اس طرح آپ ان شاءاللہ تعالیٰ فہم قرآن کے مفہوم کو آسانی سے سمجھ جائیں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

[الاحزاب ۳۳، آیت ۵۶]

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر رحمت بھیجتا ہے
(اور اسکے) فرشتے اللہ تعالیٰ سے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیلئے
رحمت کی دُعا مانگتے رہتے ہیں
اے ایمان والو! تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر
رحمت بھیجنے کی درخواست کرتے رہا کرو اور سلامتی کی بھی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(العنکبوت ۲۹، آیت ۶۹)

جو لوگ ہمارے راستے میں سخت محنت و مشقت کرتے ہیں

ہم ان کیلئے ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں

اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اچھے کام (نیک کام) کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے

فہم القرآن

جلد سوم

پارہ ۱۳ — پارہ ۱۸

مولفین

- حافظ محمد ناصر رشید
- ڈاکٹر عبدالحمید سلیمان

جملہ حقوق بحق مصنّفین محفوظ ہیں

بارِاوّل 1000

تاریخ طباعت اپریل2018ء

ناشر .....

مطبع ..... ایڈمن سٹوڈیو، ڈیزائنز اینڈ پرنٹر

10-B شمع پلازہ، 72-فیروز پور روڈ، لاہور

کمپوزنگ وڈیزائننگ.....حافظ محمد ناصر رشید

ملنے کا پتہ

ہاؤس نمبر A-15، سٹریٹ نمبر 15، کیولری گراؤنڈ، لاہور کینٹ

042-36662099-0300-9422295

فہرست

دیباچہ	.....	1
یوسف	.....	9
الرعد	.....	39
ابراہیم	.....	68
الحجر	.....	94
النحل	.....	115
بنی اسرائیل	.....	169
الکہف	.....	225
مریم	.....	275
طٰہٰ	.....	315
الانبیاء	.....	362
الحج	.....	404
المومنون	.....	444
النور	.....	478
الفرقان	.....	517

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن حکیم سیکھے اور سکھائے''۔

(تفہیم البخاری، جلد ہفتم، حدیث ۴۷۰۵)

دیباچہ-ا

CONSTITUTION OF PAKISTAN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful

THE CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

[12TH APRIL, 1973]

Preamble

Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust;

ترجمہ:

''کائنات کی حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی حکومت ہے۔ ریاست کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کی حکومت کی حدود کے اندر رہ کر حل کریں۔ یہ ایک مقدس امانت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ریاست کے عوام کو دی ہے''۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَلِلّٰہِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**''۔(آلِ عمران۳، آیت ۱۸۹) ترجمہ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے''۔

زمین کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہی مقرر ہوتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ یہ مقرر کیے ہوئے بادشاہ میرے فرامین یا اپنی مرضی کے مطابق حکمرانی کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**میں حکمرانی جس کو چاہوں، دے دوں۔ جس سے چاہوں لے لوں**''۔ حکمران اچھے بھی آتے ہیں، بُرے بھی آتے

ہیں۔ان کی کارکردگی کا حساب قیامت میں عدل سے کیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور اسکے سب سے زیادہ نزدیک بیٹھنے والا شخص **عدل** کرنے والا **حاکم** ہوگا''۔

اور فرمایا کہ ''سب سے زیادہ جس پر اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوگا اور سب سے دُور بیٹھنے والا وہ حکمران ہوگا جو دُنیا میں **ظلم** کرتا رہا'' (جامع ترمذی جلد اوّل حدیث ۱۱۹۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾**''۔(الحج ۲۲، آیت ۴۱) ترجمہ ''ہم جن کو دُنیا میں اقتدار عطا کرتے ہیں، ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ **نظامِ صلوٰۃ (نماز)** قائم کریں۔**نظامِ زکوٰۃ** رائج کریں اور (دِین کے) **نظامِ تبلیغ** (اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کو قائم کریں اور تمام کاموں کا **انجام** اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے''۔ کہ وہ آپ کا امتحان لے گا اس بات پر کہ کیا یہ تینوں نظام آپ نے قائم کرنے کی کوشش کی یا نہیں کی۔اور اگر کی تو کیا قبول ہوئی یا قبول نہیں ہوئی اور اس حساب سے آپکا فیصلہ کیا جائے گا۔جنت کا یا جہنم کا۔

حضرت عمرو بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ ''اگر کوئی حاکم اپنی رعایا کے **حاجتمندوں**، **محتاجوں** اور **مسکینوں** کے لیے اپنے دروازے بند کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حاجات، ضروریات اور فقر کو دُور کرنے سے پہلے آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے''۔

جب یہ حدیث مبارکہ **حضرت امیر معاویہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت ایک شخص کو (یعنی ایک ادارے کو) لوگوں کی ضروریات سے اس کو مطلع کرنے کے لیے مقرر کر دیا۔(تاکہ وہ ان کی ضروریات کو

بروقت پورا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے)

اوپر جو بیان کیا گیا ہے، ہم نے اپنے آئین میں یہ تسلیم کیا ہوا ہے کہ ملک کے قوانین قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق ہوں گے۔

اب جو کچھ ہو رہا ہے، وہ آپ سب کے سامنے ہے۔

نہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی حکومت ہے۔

نہ اللہ تعالیٰ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بیان کردہ طریقے پر لوگوں کے حقوق اَدا کیے جاتے ہیں اور نہ ہی حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرزِ حکومت کو سامنے رَکھا ہوا ہے۔ **حضرت عرباض بن ساریہ** رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم عنقریب میرے بعد بہت اختلاف دیکھو گے۔ اس وقت تم پر **میری سنت** اور حضرات **خلفائے راشدین** رضی اللہ عنہم **کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے**''۔ (**ابن ماجہ**) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ریاست مدینہ کے **حکمران** تھے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فرمان **طرزِ حکمرانی** کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، تم میں نبوت رہے گی (یعنی میں رہوں گا) پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اُٹھا لے گا۔ پھر **منہاجِ نبوت** (طرزِ نبوت) پر **خلافت** (**یعنی حکمرانی**) قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، اس خلافت کو اُٹھا لے گا اور پھر **بادشاہت** ہوگی۔ نہج نبوت پر خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 40 ہجری کو شہید ہو جاتے ہیں اور نہج نبوت کی خلافت کا دورانیہ تیس سال مکمل ہوا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نشاندہی فرما دی تھی کہ نہج نبوت کی خلافت تیس سال تک ہوگی۔ [**مسند احمد**] **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ **خلافت** مدینہ طیبہ میں ہوگی اور **ملوکیت** شام میں

ہوگی۔[**مشکوٰۃ**] **حضرت علی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت **امیر معاویہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنتے ہیں جنکا طرزِ حکومت بادشاہت تھا گو ہم کہتے انکو بھی خلیفہ ہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے بعد میری اور حضرات خلفائے راشدین مہدیّین کی سنت کو لازم پکڑو''۔[**ابن ماجہ**] یہ اشارہ تھا حکمرانی کی طرف کہ تمہارے لیے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرزِ حکومت بہترین طرزِ حکومت ہوگا اور اسی طرح حکمرانی کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ**''۔(آلِ عمران ۳، آیت ۸۵) ترجمہ ''یاد رکھو کہ جو ''**دِین اسلام**'' کے علاوہ **کسی اَور دِین** کی تلاش میں ہوگا تو اس سے وہ دِین ہرگز قبول **نہ** کیا جائیگا اور وہ آخرت میں **ناکام** رہے گا''۔

ہم نے ''**دِین اسلام**'' کو چھوڑ کر ''**دِین خواہشات**'' کو اپنایا ہوا ہے اور ہمارا آئین اور اس میں جو تبدیلیاں کی جاتی ہیں، سب اپنی خواہشات پر مبنی ہیں۔اس کا مطلب یہ نکلا کہ ہمارے آئین کی بنیاد جو اوپر آئین کی کتاب سے نقل کی گئی ہے کہ حکمرانی اللہ تعالیٰ کی ہوگی تو وہ صرف لکھنے کی حد تک ہے۔عملی طور پر ہم **دِین اسلام** سے دُور رہ کر اپنے **فیصلے** اپنے مفادات کے مطابق کرتے ہیں۔عدل کے مطابق نہیں کرتے۔جو بھی اللہ تعالیٰ کے دِین سے دُور ہوا، وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا۔

یہ بات ہر شہری کو سوچنی چاہیے اور اپنے رویے کو اسلام کے رنگ میں ڈھالنا چاہیے اور حکمران بھی اس بات پر غور کریں۔حکمرانی چند دِن کی ہے۔آگ ہمیشہ کے لیے ہے۔

؎ جلال بادشاہی ہو یا جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی [اقبال]

اگر ہم توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی

اطاعت کا پختہ ارادہ کرلیں اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرزِ حکومت اپنالیں تو ہماری یہاں کی زندگی بھی باعزت ہوگی، غالب ہوگی اور آخرت کی زندگی بھی باعزت ہوگی۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا،تم میں نبوت رہے گی پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا،نبوت کو اُٹھالے گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا منہاجِ نبوت پر خلافت رہے گی اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، خلافت کو اُٹھالے گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، (بادشاہت کو) دانتوں میں پکڑنے والے بادشاہ ہوں گے۔پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، بادشاہت کو اُٹھالے گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، زبردستی کی بادشاہت (یعنی حکومت) ہوگی پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، جبری بادشاہت (یعنی حکومت) کو اُٹھالے گا اور پھر منہاجِ نبوت پر خلافت ہوگی''۔(یعنی امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت)[امام احمد]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس اَمر (یعنی حکمرانی) کا اوّل نبوت ہے اور رحمت ہے پھر خلافت ہے اور رحمت ہے پھر ملوکیت ہے اور رحمت ہے پھر امارت ہے اور رحمت ہے پھر لوگ گدھوں کی طرح حکومت کو دانتوں سے پکڑے رکھیں گے''۔ (یعنی زبردستی حاصل کریں گے اور چھوڑیں گے نہیں)(امام طبرانی)

؎ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

[اقبال]

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

دیباچہ-۲

اے اقوامِ عالم!

اللہ تعالیٰ ''**الحق**'' ہے (The Truth)۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ** ''۔ (صٓ ۳۸، آیت ۸۴) ترجمہ ''پس یہ سچی بات ہے اور سچ ہی میں بولتا ہوں''۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا**'' (النساء ۴، آیت ۸۷) ترجمہ ''اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا ہے''۔

اب جان لو **اے اقوامِ عالم!** تم **سب** کا نبی حضرت **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ یہ اس رَبِّ کریم نے بھیجے ہیں **جسکو تم سب رَبّ جانتے ہو** اور **مانتے ہو**۔ اس رَبّ نے اپنے نبی حضرت **محمد** بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرمایا کہ اعلان کردو:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

[الاعراف ۷، آیت ۱۵۸]

ترجمہ ''تم اعلان کر دو کہ اے **تمام دُنیا** کے انسانو! میں اللہ تعالیٰ (رَبِّ کریم) کی طرف سے تم سب کا رسول بن کر آیا ہوں۔

اے دُنیا کے تمام انسانو! اب تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اس رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آؤ تا کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم کی آگ سے بچ جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ اپنی اعلیٰ ترین مخلوق کو جہنم میں ڈالے لیکن اس نے جو ساری کائنات کے قوانین بنائے ہیں، ان قوانین کو اپنانے سے ہی انسان جہنم سے بچ

سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کہ سراسر سچائی ہے، **قرآن کریم** میں فرماتا ہے کہ ''اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرکین (جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب رکھتے ہیں)! جان لو کہ جو ایمان نہیں لائیں گے، وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے اور جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ جنت میں جائیں گے۔ جہنم بھی ہمیشہ کے لیے ہے اور جنت کا ٹھکانہ بھی اَبدی ہے۔ (دیکھیں سورۃ البینہ ۹۸)

آپ کا ٹھکانہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اے دُنیا کے **تمام انسانو** اور **قومو**! اگر تم آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، پر ایمان لے آؤ تو اس میں فائدہ تمہارا ہی ہے۔ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو نقصان بھی تمہارا ہی ہے نہ کہ کسی اَور شخص کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بادشاہِ مطلق ہے۔ زمین اور آسمان اسی کے ہیں۔ وہ جیسا چاہے، ان میں قانون نافذ کرے اور جب چاہے، پہلے قانون ساکت کر دے اور نیا قانون لے آئے۔ اب اس نے پہلے نبیوں اور رسولوں کی شریعتیں ساکت کر دی ہیں اور صرف اس آخری نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جو شریعت دی ہے، وہی قیامت تک رہنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''**وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝**''۔ (المائدۃ ۵، آیات ۹-۱۰) ترجمہ ''جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے، ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں معاف فرما دے گا اور انہیں اَجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ (**اسکے برعکس**) جو ایمان نہیں لائیں گے اور قرآن کریم (اور احادیث شریف) کو نہیں مانیں گے (اور ان پر عمل نہیں کریں گے) تو وہ دوزخ میں جائیں گے''۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ کیا گیا: ایک عابد اور دوسرا عالم۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''عالم کو عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھے تمہارے ادنیٰ ترین آدمی پر ہے''۔

پھر فرمایا کہ

''یقیناً اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام اہل زمین و آسمان یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں تک ایسے شخص کیلئے دُعائے خیر کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتا ہے''۔

(جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۹۱)

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ م بِالسُّوْٓءِ
اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ط اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۵۳
وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ج
فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ
۵۴ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ
حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۵۵ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی

ترجمہ◄ (آیات ۵۳ سے ۵۷) [حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جاری ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا]

میں اپنے نفس کو پاک صاف نہیں کہہ رہا۔ نفس تو بدی پر اُکساتا ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمائے (تو اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتا ہے بُرائی سے)۔ بیشک میرا رَبِّ کریم بڑا معاف فرمانے والا اور بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔ (وہ ان کو بُرائی سے بچاتا ہے جو اپنے آپکو بُرائی سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں)[۵۳]

بادشاہ نے کہا کہ انکو میرے پاس لاؤ۔ میں انکو اپنا خاص درباری بناتا ہوں۔ جب (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے بادشاہ سے بات کی تو اس نے کہا کہ آپ آج سے ہمارے نزدیک قدر و منزلت رَکھتے ہیں اور میں آپکی امانتداری پر پورا اعتماد رَکھتا ہوں۔[۵۴]

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ملک کے خزانے میرے سپرد کیجئے۔ میں **امانتدار** بھی ہوں اور حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور (انتظام کرنے کا) علم بھی رَکھتا ہوں۔[۵۵]

اس طرح ہم نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو اس ملک میں اقتدار

الْاَرْضِ ج يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ط نُصِيْبُ
بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ط وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ
۵۶ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا
يَتَّقُوْنَ ۵۷ ع

دیا کہ وہ جہاں چاہیں، رہیں بسیں۔ ہم اپنی رحمت سے جسکو چاہتے ہیں، نوازتے ہیں اور ہم اچھے لوگوں کا اَجر ضائع نہیں کرتے۔[۵۶]

اور آخرت کا اَجر تو اس (اقتدار) سے بھی زیادہ ہے جو ایمان والا ہو اور تقویٰ کی روش اختیار کرتا ہو۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈَرتا ہو)[۵۷]

تشریح: بالآخر کامیاب حضرت یوسف علیہ السلام ہی ہوئے۔ اس دُنیا میں بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو پہلے بادشاہ کا پسندیدہ وزیر بنایا اور پھر بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام خود بادشاہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اچھے لوگوں کا اَجر ہم آخرت میں بھی ضائع نہیں کرتے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اچھے لوگ کون ہیں؟

(۱) جو ایمان والے ہیں۔
(۲) جو امانتدار ہیں۔ (جو لوگوں کے حقوق پورے پورے اَدا کرتے ہیں)
(۳) جو اللہ تعالیٰ سے اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈَرتے ہیں۔

ایمان والے کون ہیں؟

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دِن ہم **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کی بارگاہ میں تھے کہ **حضرت جبرائیل امین** علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے اور کچھ سوال کیے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ ''**ایمان کیا ہے؟**'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ

۱) ''رَبّ العالمین پر ایمان لانا (کسی کو اپنے رَبِّ کریم کیساتھ شریک نہ بنانا)
۲) ملائکہ پر ایمان لانا (کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں ہیں)
۳) اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا (اللہ تعالیٰ نبی اور رسول کیساتھ جو کتاب بھیجتا ہے مثلاً قرآن کریم)
۴) رسولوں پر ایمان لانا (کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ہر بستی میں نبی یا رسول بھیجا ہے)
۵) روزِ قیامت پر ایمان لانا (کہ مُردوں کو زندہ کیا جائیگا۔ اعمال کا حساب ہوگا اور اسکے مطابق جنت یا جہنم کا ٹھکانہ ہوگا)
۶) تقدیر پر ایمان رَکھنا'' (کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور زمین پر جو کچھ انسان کر رہا ہے بالآخر نتائج وہی نکلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ رَکھے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بنانے سے پچاس ہزار [۵۰,۰۰۰] سال قبل مخلوق کی تقدیریں تحریر فرمادی تھیں۔ اس وقت عرشِ الٰہی پانی پر تھا)۔ (مشکوٰۃ، مسلم)

ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو اس نے زبان سے کہا، اسکے دِل نے اس پر یقین کیا اور اسکے عمل نے اسکا ثبوت پیش کیا۔

تقویٰ کیا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے انسان کا دِل دہل جائے۔ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے کرنے کا کہا ہے، ان کو سرانجام دیا جائے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے باز رہنے کا کہا ہے، ان سے باز رہا جائے۔ حلال اور حرام کا علم حاصل کرنے کے بعد حلال کو حلال مانا جائے اور حرام کو حرام مانا جائے اور اس سے بچا جائے

اگر کوئی انسان ایسا نہیں کریگا، تو وہ متقی نہیں ہے۔ مسلک کا بہانہ یا کسی **عالم کا فتویٰ** حرام کو حلال نہیں بنا سکتا اور نہ ہی حلال کو حرام بنا سکتا ہے۔

خود بھی غور وفکر کریں۔ دوسروں سے بھی مشورہ لینا ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کریں تو پھر جس چیز پر **شک** ہو، اسکو چھوڑ دیں۔ جس چیز پر **دِل جم** جائے، اسکو کر لیں کہ یہی حلال ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن وہ ہے کہ جب بُرائی کرنے کے بعد اسکا دِل پریشان ہو جائے اور نیک کام کرنے کے بعد اسکو خوشی محسوس ہو تو

وہ صحیح مومن ہے''۔(مشکوٰۃ)(یہ شخص متقی ہے)

کیونکہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''سب انسان گناہگار ہیں اور بہترین گناہگار انسان وہ ہے جو **توبہ** کر لیتا ہے''۔(صحیح بخاری) توبہ کرنے سے اسکا گناہ، گناہ نہیں رہتا۔ دِل کی پریشانی کا نام ہی توبہ ہے۔ زبان سے توبہ کر لے تو بہتر ہے لیکن دِل کی پریشانی ہی توبہ شمار ہوتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقویٰ کو اس طرح بیان کیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''جو انسان ایک پگڈنڈی پر چلتا ہے اور ارد گرد کی جھاڑیوں سے اپنے کپڑوں کو ہر وقت بچاتا رہتا ہے اور اسی طرح وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے تو وہ شخص تقوے والا ہے''۔

حکمران کے لیے ان آیات مبارکہ میں دو صفات کا ہونا لازمی فرمایا گیا ہے۔

(۱) حکمران امانت دار ہو۔

(۲) حکمرانی کا علم رَکھتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرو''۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! امانت کے ضائع ہونے کا کیا مطلب ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے ''جب منصب نااہل لوگوں کو دیا جانے لگے''۔(ترمذی)

آج کل ہمارے ہاں میرٹ بالکل ختم ہو چکا ہے۔ سفارش اور رشوت پر منصب دیئے جاتے ہیں۔ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے نمائندے خریدے جاتے ہیں۔ الیکشن کے وقت ایک قلیل تعداد کے علاوہ سب لوگ کسی نہ کسی طریقے سے بِک جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہمارا نظامِ حکومت بمعہ ادارے خائنوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ ''حضرت طالوت کیسے بادشاہ ہو سکتے ہیں۔ نہ اس کے پاس مال ہے نہ اَثر ورسوخ'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وہ تم سب میں سے زیادہ (حکمرانی کا) علم اور (جسمانی، ذہنی، روحانی صلاحیتوں والا) جسم رَکھنے والا ہے''۔ (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۲۴۷)

۝.....۝.....۝

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ
لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ
ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ
اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ
تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾
قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ
لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ

ترجمہ ◀ (آیات ۵۸ سے ۶۷) [حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جاری ہے]

ایک دفعہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے بھائی (کنعان سے) مصر (غلہ لینے کیلئے) آئے اور جب اسکے پاس آئے تو اس نے انہیں تو پہچان لیا لیکن وہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو پہچان نہ سکے۔ پھر جب (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے انکا سامان تیار کروا دیا تو کہنے لگے کہ اپنے سوتیلے بھائی کو میرے پاس لائیں۔ دیکھتے نہیں ہو کہ میں کس طرح پورا ناپ تول کرتا ہوں اور میں کیسا اچھا میزبان ہوں[۵۸-۵۹]

اور اگر تم نہیں لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی تول (غلہ) نہیں ہے اور میرے قریب بھی ہرگز نہ آنا۔[۶۰]

انہوں نے کہا کہ ہم کوشش کرینگے کہ ہمارے والد صاحب اسے بھیجنے پر آمادہ ہو جائیں اور ہم ایسا ضرور کرینگے۔[۶۱]

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے اہلکاروں سے کہا کہ ان لوگوں کے سامان میں انکی پونجی رکھ دو۔ یہ جب گھر واپس لوٹیں گے تو اپنی واپس کی ہوئی پونجی

يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا
مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ
لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ
حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا
مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا
يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ
وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ

پہچان لیں گے اور اُمید ہے کہ یہ پھر واپس آئیں۔[۶۲]

جب وہ اپنے والد کے پاس گئے۔ کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان! آئندہ ہمارے لیے غلہ کا انکار کر دیا گیا ہے جب تک آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ نہ بھیجیں۔ پس ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجئے تا کہ ہم غلہ لے کر آئیں اور اسکی حفاظت ہم ضرور کرینگے۔ (بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کا سگا بھائی تھا اور باقی سب سوتیلے بھائی تھے)[۶۳]

والد نے جواب دیا کہ کیا میں اسکے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتماد رکھوں جیسا اس سے پہلے اسکے بھائی کے بارے میں تم پر اعتماد رکھا تھا (تم اسکی حفاظت نہیں کر سکے)۔ اللہ تعالیٰ ہی بہترین محافظ ہے (میں تو اسی پر اعتماد رکھوں گا) اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔[۶۴]

جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ غلہ کی قیمت انکو واپس کر دی گئی ہے۔ کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان! دیکھیں، ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری قیمت

ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى
تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى
مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ
بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ
اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بھی ہمیں واپس دے دی گئی ہے۔ بَس اب ہم جائینگے اور اپنے خاندان کیلئے رَسد (غلہ) لے کر آئینگے۔ اپنے بھائی کی حفاظت بھی کرینگے اور ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) مزید بھی لے کر آئینگے۔ اتنے غلہ کا اضافہ بڑی آسانی سے ہو جائیگا۔[۶۵]

انکے باپ نے جواب دیا کہ میں اسکو ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ کے نام پر مجھ سے وعدہ نہ کرلو کہ اسے میرے پاس ضرور واپس لے کر آؤ گے۔ اگر تم کہیں گھیر لیے جاؤ تو یہ اَور بات ہے (یعنی کسی وجہ سے روک لیے جاؤ)۔ جب انہوں نے اپنے باپ کو اپنا وعدہ دے دیا تو اس نے کہا کہ اچھا! ہمارے عہد پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔[۶۶]

پھر اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ شہر کے ایک ہی دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے اندر جانا مگر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے تم کو نہیں بچا سکتا۔ آخری فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسی پر میں نے اعتماد رَکھا اور اسی پر لوگوں کو چاہیے کہ اعتماد رَکھا کریں۔[۶۷]

تشریح: آیت نمبر ٦٧:

اس آیت مبارکہ کو ذرا غور سے پڑھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی حفاظت کے لیے دو تدبیریں ان کو بتائیں۔ ایک یہ کہ شہر میں علیحدہ علیحدہ ہو کر داخل ہونا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر پورا کاروان داخل ہوگا تو لوگ ان کو دہشت گرد بھی سمجھ سکتے ہیں اور ان کے خلاف کوئی حکومتی کارروائی ہوسکتی ہے اور پکڑے جاسکتے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ داخل ہونے سے لوگوں اور حکومت کو کوئی شبہ نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد لیا کہ وہ بنیامین کو ضرور واپس لائیں گے۔

تدبیر کرنا اور اچھی طرح تدبیر کرنا انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تقدیر حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرو''۔ (ترجمان السنہ از بدر عالم)

حفاظت کی پوری تدبیر اپنے بیٹوں کو بتانے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بھروسہ میرا اللہ تعالیٰ پر ہی ہے۔ اس تدبیر پر نہیں۔ اس میں ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ اپنی حد تک محنت کر کے اپنے ہر اچھے کام میں وسائل اور تدبیر کے ہر پہلو کو ذہن میں رکھیں اور پھر اس تدبیر کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔

؎ تقدیر کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس خنجر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

ہمارا طرزِ عمل بالکل مختلف ہے جو کہ غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے بالکل برعکس ہے۔ ہم تدبیر بھی کرتے ہیں اور بھروسہ بھی تدبیر پر ہی رکھتے ہیں حالانکہ بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہی رکھنا چاہیے۔

وسائل پر بھروسہ رکھنے کا انجام یہ ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا۔

جنگ حنین میں اسلامی فوج پہلے پسپا ہوگئی اور میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور چند حضرات صحابہ کرام رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آگے بڑھتے جارہے تھے اور فرماتے جارہے تھے کہ میں عبدالمطلّب کا بیٹا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ میں بھاگنے والا نہیں ہوں۔

جب باقی فوج جو بھاگ رہی تھی، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تو میدانِ جنگ میں ڈٹے ہوئے ہیں تو پھر فوج واپس آ گئی۔ اسکے بعد قرآن کریم میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ''تم نے اپنی فوجی طاقت پر بھروسہ کر لیا تھا لیکن وہ طاقت تمہارے کسی کام نہ آئی۔ تم میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے اور زمین اپنی باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی''۔ (دیکھیں سورۃ التوبہ ۹، آیت ۲۵)

ایٹم بم بلاشبہ ایک بہت بہترین جنگی ہتھیار ہے لیکن ہمارا بھروسہ ایٹم بم پر نہیں، اللہ تعالیٰ کی قوت پر ہے اور اسی بات کا ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوگا، اس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا خواہ دُشمن کے پاس کتنے ہی وسائل ہوں۔

؎ کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

[اقبال]

ایک بات کو یاد رَکھیں جو کہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھنے سے آپ کبھی بھی ناکام نہیں ہونگے۔ دُنیا کا ہر شخص آپکو چکمہ دے سکتا ہے۔ آپ کسی پر سو فیصد اعتماد نہیں کر سکتے خواہ وہ کتنا ہی قریب سے قریب تر ہو لیکن اللہ تعالیٰ ایک ایسی ذات ہے جو کہ سو فیصد آپکے اعتماد پر پوری اترتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رَکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کو دِل میں بٹھانا بہت ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''مجھے یاد رَکھا کرو تو میں تمہیں یاد رَکھا کرونگا اور میرا شکر اَدا کیا کرو اور ناشکری نہ کرو''۔ (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۵۲)

یاد رَکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کبھی کسی کام میں مصروف ہوں۔ کام آسان ہو یا مشکل، اگر آپ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رَکھتے ہیں، دِل سے اور زبان سے تو وہ کام آسان بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ''جو خوش نصیب ہے اس کے لیے نیک اعمال اللہ تعالیٰ آسان کر دیتا ہے اور جو بدنصیب ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ بُرائی آسان کر دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۸) خوش نصیب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتا رہتا ہے اور بدنصیب وہ ہے جو غافل رہتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ
يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ
نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا
عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا
اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ

ترجمہ◄ (آیات ۶۸ سے ۷۹) [حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جاری ہے]

اپنے باپ کی ہدایت کے مطابق (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے بھائی شہر میں متفرق دروازوں سے داخل ہوئے (تاکہ شہر والے ایک بڑا جتھہ دیکھ کر ان کو ڈاکو یا دہشت گرد نہ سمجھ لیں اور معاملہ نہ بگڑ جائے)۔ یہ تدبیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئی۔ یہ تو ایک تدبیر تھی جسکا کرنا (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) پر ضروری تھا جو اس نے پوری کر دی (یعنی تدبیر کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے خواہ وہ نبی ہو) بیشک وہ ہمارے دیئے ہوئے علم سے صاحبِ علم تھا (یعنی وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد رَکھنے کیساتھ انسان کو **منصوبہ بندی** اور **تدبیر** اختیار کرنا لازم قرار دیا گیا ہے) لیکن اکثر لوگ یہ حقیقت نہیں جانتے۔[۶۸] (اکثر لوگ وسائل پر بھروسہ کرتے ہیں اور بعض لوگ تدبیر کو ترک کر دیتے ہیں اور صرف تقدیر پر ہی بھروسہ رَکھتے ہیں۔ دونوں طرزِ عمل غلط ہیں)

جب یہ لوگ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بلا لیا (علیحدگی میں) اور اسکو بتایا کہ میں تیرا بھائی ہوں (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام) جو یہ لوگ ہم سے کرتے رہے ہیں، اس پر افسوس نہ کرنا۔[۶۹]

اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ
۷۰ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۷۱ قَالُوْا
نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ
وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۷۲ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا
لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۷۳ قَالُوْا فَمَا
جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۷۴ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ
وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى
الظّٰلِمِيْنَ ۷۵ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ

جب (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ان بھائیوں کا سامان تیار کروا رہا تھا تو اس نے اپنے بھائی کے سامان میں اپنا پیالہ رکھ دیا (بادشاہ کا پیالہ جس سے غلہ ناپا جاتا تھا) پھر ایک پکارنے والے نے کہا کہ اے قافلے والو! تم لوگ چور ہو۔ انہوں نے پلٹ کر پوچھا کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے آدمیوں میں سے ایک نے کہا کہ **بادشاہ کا پیمانہ ہم کو نہیں مل رہا**۔ جو بھی اسکو لائیگا، اس کیلئے ایک اونٹ کا بوجھ انعام ہوگا اور میں اس بات کا ذِمہ لیتا ہوں۔ [۷۰-۷۲]

ان بھائیوں نے کہا، خدا کی قسم! ہمیں تو اسکا کوئی علم نہیں۔ ہم اس ملک میں فساد کرنے کیلئے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چوری کرنے والے لوگ ہیں۔ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے آدمیوں نے کہا کہ کیا ہوگی اسکی سزا اگر تم جھوٹے نکلے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جسکے سامان میں سے چیز نکلے، وہ آپ ہی اپنی سزا میں رکھ لیا جائے (یعنی اسکو یرغمال بنالو) ہم ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں۔ [۷۳-۷۵]

اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا
لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ
الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ
نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا اِنْ
يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا
يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ
شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا

پھر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی سے پہلے انکے سامان کی تلاشی لی پھر آخر میں اپنے بھائی کی۔ بھائی کے سامان سے گمشدہ چیز نکال لی۔ **یہ تدبیر ہم نے ہی** (حضرت) **یوسف** (علیہ السلام) **کو سکھائی تھی** ورنہ ہرگز وہ (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام) اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کے مطابق مصر میں نہیں رَکھ سکتا تھا مگر جبکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوا سکو رَکھنے کی (تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر بتادی) ہم جسکے لیے چاہتے ہیں، دَرجے بلند کر دیتے ہیں۔ **ایک علم رَکھنے والا ایسا ہے** (یعنی اللہ تعالیٰ) **جو ہر صاحبِ علم سے بالاتر ہے**۔[۷۶] (اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے اور لوگوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں غلط ہیں)

بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو پہلے اسکا (سگا) بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ یہ بات سن کر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) خاموش رہے اور ان پر حقیقت (ابھی) نہیں کھولی۔ (اپنے دِل میں) کہا کہ تم بہت ہی شریر لوگ ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس بات کی حقیقت کو جو تم بیان کر رہے ہو۔[۷۷] (یعنی تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسکے بھائی نے تو کبھی چوری نہیں کی)

پھر انہوں نے التجا کی کہ اے صاحبِ اقتدار! اسکا باپ بہت بوڑھا آدمی

يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

ہے (وہ اس کی جدائی کا غم برداشت نہیں کر سکے گا) تو اسکی جگہ ہم میں سے کسی کو رَکھ لیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تو اچھا آدمی ہے۔ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اسکے سوا کسی اَور کو رَکھوں جسکے سامان سے ہم نے اپنا مال پایا۔ (اگر ہم ایسا کریں تو) ہم ظالموں میں شمار ہونگے۔ (یعنی مجرم کو چھوڑ کر دوسرے کو پکڑنا ظلم ہے)[۷۸-۷۹]

تشریح: حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ:

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات پر تدبیر کرنا لازم تھا کیونکہ وہ اہل علم تھے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نظام سے جو کائنات میں چل رہا ہے، پوری طرح واقف تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا کہ دُعا کیساتھ وسائل کا حاصل کرنا، اپنے کام کی منصوبہ بندی کرنا اور اس پر عمل کرنا اس زندگی میں ہر انسان کیلئے لازم ہے۔ صرف تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہنا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں شامل نہیں، اسلئے انہوں نے اپنے بیٹوں کی حفاظت کیلئے جو کچھ وہ کر سکتے تھے، صاحبِ وحی نے کیا اور پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ صاحبِ وحی ہونے کے باوجود انکو تقدیر سے بے خبر رَکھا۔

تقدیر تو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا فرمانے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تحریر فرما دی تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر چیز مقدر ہو چکی

ہے حتیٰ کہ ''**اَلْعِجْزِ وَالْكَيْسِ**'' (یعنی نااہلیت اور دانائی) بھی۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۳)

تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق جوان کے پاس اپنی حفاظت کرنے کا علم تھا، اسکے مطابق انہوں نے تدبیر کی اور بچوں کو اسکی نصیحت کی۔ (باوجود نبی ہونے کے انکو نہیں بتایا گیا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔)

ہمارے لیے ہدایت یہ ہے کہ **عمل کرنا ضروری ہے**۔ قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝**''۔ (یٰسین ۳۶، آیت ۵۴) ترجمہ ''پھر اس دِن (یعنی قیامت کے دِن) کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور تم کو بدلہ بھی بس انہی کاموں کا ملے گا جو تم کیا کرتے تھے''۔

اگر بُرے کام کرینگے تو بھی سزا اتنی ہی ملے گی جتنے بُرے کام کیے اور اچھے کام کیے تو اس میں اللہ تعالیٰ ذرا بھی کمی نہیں فرمائیگا بلکہ اچھے کاموں کا بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ بدلہ دیگا۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝**'' (النجم ۵۳، آیت ۳۹) ترجمہ ''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے (یا ملے گا) جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایک مستقل قانون بنا دیا ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ دَس نیکیوں کے برابر دیا جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ایک نیکی کا بدلہ سات سو گنا کر دیں یا اس سے بھی زیادہ۔ (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۲۶۱)

؎ خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی؟
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ [اقبال]

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

۝.....۝.....۝

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ
اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا
مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ
اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ
اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى
اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا
شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا

ترجمہ ◄ (آیات ۸۰ سے ۹۸) [حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جاری ہے]

جب وہ اپنے بھائی کو چھڑانے میں مایوس ہو گئے تو پھر الگ ہو کر مشورہ کیا۔ ان میں سے جو بڑا تھا، اس نے کہا کہ تم جانتے نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کے نام پر عہد لیا تھا اور اس سے پہلے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے معاملہ میں بھی جو تم زیادتی کر چکے ہو، وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ میں تو یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہیں دیتا یا پھر اللہ تعالیٰ میرے حق میں کوئی فیصلہ فرما دے۔ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ [۸۰] (حضرت یعقوب کے ان دس بیٹوں میں سے صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا جو والدین کا فرمانبردار، عہد کا پاس کرنے والا اور اللہ سے ڈرنے والا تھا)

اے میرے بھائیو! واپس جاؤ اور اپنے والد سے کہو کہ تیرے بیٹے نے چوری کی ہے۔ ہم نے اسے چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جو ہمیں معلوم ہوا، بس وہی بیان کر رہے ہیں۔ ہم غیب کی باتوں کا علم نہیں رکھتے۔ آپ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم تھے اور اس قافلے والوں سے معلوم کر لیں جسکے ساتھ ہم آئے۔ ہم بالکل سچ بات کہہ رہے ہیں۔ [۸۱-۸۲]

فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾
وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ
وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا
تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ
تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ
وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

(حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تمہارے جی نے تمہارے لیے ایک جھوٹی بات گھڑ لی ہے۔ اچھا! میں تو صبر ہی کرونگا بہترین طریقے سے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور دانا ہے۔[۸۳]

پھر (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) منہ پھیر کر بیٹھ گئے (یعنی بچوں سے ناراض ہو گئے)۔ کہا کہ اے (حضرت) یوسف (علیہ السلام)! میں تیرے لیے غم زدہ ہوں اور دِل ہی دِل میں غم سے اسکی (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی) آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ بیمار پڑ گئے۔[۸۴]

بیٹوں نے کہا کہ خدارہ! اب تو بس کریں۔ آپ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ہی کو یاد کیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ آپ اپنے آپکو سخت بیمار کر لیں گے یا ہلاک ہی ہو جائینگے۔[۸۵]

والد نے کہا کہ میں اپنی پریشانی اور اپنا غم اللہ تعالیٰ سے بیان کر رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے جس قدر واقف ہوں، تم نہیں ہو۔[۸۶]

﴿۸۷﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ
وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ
رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا
عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ
وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ
عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۹﴾ قَالَ هَلْ
عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ
جٰهِلُوْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا

اے میرے بیٹو! جاؤ اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) اور اسکے بھائی کو تلاش کرو۔ **اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا**۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جو اس (کی رحمت) پر یقین نہیں رکھتے۔[۸۷]

پھر جب یہ لوگ عزیز (مصر) کے پاس گئے تو انہوں نے کہا، اے صاحبِ اقتدار! ہم اور ہمارا خاندان سخت مصیبت میں ہیں اور ہم کچھ قلیل سی پونجی لے کر آئے ہیں لیکن آپ ہمیں پورا غلہ عطا فرمائیں اور ہم پر مہربانی کریں۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔[۸۸]

(عزیزِ مصر نے) کہا کہ کیا تم جانتے ہو جو کچھ تم نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) اور اسکے بھائی کیساتھ کیا؟ اور تم اس وقت **جاہلانہ** برتاؤ کر رہے تھے۔[۸۹] (عزیزِ مصر خود حضرت یوسف علیہ السلام تھے جسکو اسکے بھائیوں نے ابھی تک نہیں پہچانا تھا)

(اب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا) کہنے لگے، کیا تم ہی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ہو؟ کہا، ہاں! میں ہی یوسف ہوں

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ط اِنَّهٗ
مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ
الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾
اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ
يَاْتِ بَصِيْرًا ط وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع
وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ

اور یہ ہے میرا بھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑی مہربانی فرمائی۔ **حق یہ ہے کہ جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے** (انتقام نہیں لیتا) **اور صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے اچھے لوگوں کا اَجر ضائع نہیں فرماتا۔** [۹۰] (پہلے غلہ لینے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا تھا)

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تم کو **اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت بخشی اور ہم ہی خطا کار تھے۔** (اپنی خطا کو تسلیم کرلیا گویا کہ اپنے بُرے عمل پر توبہ کرلی) [۹۱]

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے (اپنے بھائیوں سے) کہا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ وہ بہت ہی رحم فرمانے والا ہے۔ [۹۲] (ایسے ہی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ پر فرمائے کہ تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ) میری یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو۔ پھر اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ [۹۳]

جب قافلہ وہاں سے روانہ ہوا تو انکے باپ نے کہا کہ مجھے (حضرت) یوسف

يُوْسُفَ لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ
لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ
اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا
يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿۹۷﴾
قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

(علیہ السلام) کی خوشبو آ رہی ہے۔ کہیں تم یہ نہ کہہ بیٹھو کہ میں غلط کہہ رہا ہوں۔[۹۴]

خاندان والے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تم اپنی پُرانی غلطی میں پڑے ہوئے ہو۔[۹۵]

پھر جب خوشخبری لانے والا آ گیا تو اس نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی قمیص (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دی اور اسکی بینائی لوٹ آئی۔ (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔[۹۶]

سب بول اُٹھے کہ اے ابا جان! ہمارے گناہوں کی بخشش کیلئے دُعا کیجئے۔ یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔ (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے کہا کہ میں اپنے رَبِّ کریم سے تمہارے لیے معافی مانگوں گا۔ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۹۷-۹۸]

تشریح: اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ (کے رحمٰن اور رحیم

ہونے) پر یقین نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم کو شروع ہی اس طریقے سے کیا ہے، فرمایا، ''الحمدللہ رب العالمین۔ **الرحمٰن الرحیم**''۔

جس میں فرمایا کہ تمام جہانوں کا رَبِّ کریم جو قابلِ تعریف ہے، وہ نہایت ہی رحم کرنے والا اور انتہائی رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں جو ننانوے (۹۹) سے بھی کچھ زیادہ ہیں، ان میں ایک اسم بھی ایسا نہیں ہے جس سے ظلم کا مطلب نکلتا ہو۔ اس سے از خود یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والا نہیں ہے تو پھر اسکی ذاتِ مقدس رحمت ہی رحمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لمّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اَنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ**''۔ (تلخیص البخاری، جلد سوم، حدیث ۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جب اللہ رَبّ العزت نے کائنات کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے عرش پر یہ لکھ کر رکھ لیا کہ میری رحمت میرے غصّے پر غالب رہے گی''۔

تمام نبی اپنی اُمت کیلئے رحمت ہوتے ہیں۔ بذاتِ خود انکی ذاتِ بابرکات میں رحمت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ وہ **عدل قائم کرنے کیلئے آتے ہیں۔ عدل بذاتِ خود رحمت ہے۔ عدل کے بغیر جو بھی کام ہوگا، وہ ظلم ہوگا**۔ پھر نبی جو شریعت لاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، وہ بھی عدل قائم کرنے کیلئے ہوتی ہے تاکہ بندگانِ خدا کے جو حقوق ہیں، وہ انکو بتائے جائیں اور کوئی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے اور جب اسکی اُمت میں اسکو ظلم ہوتا نظر آتا ہے تو پھر وہ ظلم کا بدلہ ضرور لیتا ہے۔ اسکی واضح مثال سورۂ بقرۃ کی وہ آیات مبارکہ ہیں جن میں مقتول کو گائے کے گوشت کے ٹکڑے کی ضرب لگائی تو مقتول وقتی طور پر زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کے متعلق جو کہ

تحقیقات کے باوجود معلوم نہیں ہو رہا تھا، **اس نے اسکا نام بتا دیا**۔ تب اس قاتل کو سزا دی گئی۔ **یہ سب کچھ اسلئے کیا گیا کہ عدل قائم ہو اور زمین پر وہی رحمت اور امن قائم ہو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔**

ہمیں چاہیے کہ خواہ کتنی ہی مصیبت میں ہم ہوں، اللہ تعالیٰ سے رحمت ہی مانگتے رہیں تو اللہ تعالیٰ لازماً ایک دِن رحمت فرمائیگا کیونکہ قرآن حکیم میں صاف لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہے اور اگر رحمت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ رحمت اس لیے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دیتا ہے اور رحمت آنے کا وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تمہارے گناہوں سے جو مصیبت آتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کو کوئی ایسی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ تمہارے کسی گناہ کو معاف کر دیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ اس مصیبت میں ختم ہو جائیں گے یا آپ کے کسی عمل کی وجہ سے آپ کی مصیبت کو ٹال دیا جائے گا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اُٹھا لیتا ہے ان لوگوں پر سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رحیم و کریم ہونے پر یقین رَکھتے ہیں۔

جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے تباہ کیا ہے، ان قوموں کے اعمال کی وجہ سے کیا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب انسانیت کیلئے ایک رحمت تھا کیونکہ اگر ان قوموں کو صفحہ ہستی سے نہ مٹایا جاتا تو وہ **توحید باری تعالیٰ** کو چھوڑ کر ساری دُنیا کو شرک سے بھر دیتے جو کہ عدل کیخلاف تھا، اسلئے وقت کا تقاضا یہ تھا کہ اس قوم کے ایسے لوگوں کو ختم کر دیا جائے اور یہ بھی ظلم نہیں تھا بلکہ وہ تو ظلمِ عظیم کر رہے تھے (شرک ظلمِ عظیم ہے) اور اللہ تعالیٰ نے پھر بھی عذابِ عظیم سے کم عذاب سے ہی انکو تباہ کیا۔ عذابِ عظیم تو آخرت میں ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے متعلق یہ فرمایا، ''**قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○**'' (الانعام ۶، آیت ۱۲) ترجمہ ''پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، یہ (سب) کس کی ملکیت ہے؟ تم کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اس نے مخلوق پر رحمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یقیناً

تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دِن۔ اسکے بارے میں کوئی شک نہیں۔ جو اپنے آپکو نقصان پہنچانے میں تُلے ہوئے ہیں (یعنی بُرے کام شرک وغیرہ کررہے ہیں)، وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی سو (۱۰۰) رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اُتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں۔ اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں۔ ننانوے (۹۹) رحمتیں محفوظ رَکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا''۔ **ایک دوسری روایت** حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مثل ہے، اسکے آخر میں فرمایا کہ ''جب قیامت کا دِن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کو کامل فرمادیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۲۵۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک عظیم حدیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز میری اُمت کے ایک آدمی کو ساری مخلوق کے سامنے اپنے سامنے بلائے گا پس اسکے سامنے ننانوے رجسٹر رَکھ دیئے جائیں گے اور ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک لمبا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو ان میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے لکھنے والوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ یارب! نہیں۔ فرمائے گا کہ کیا تیرا کوئی عذر ہے۔ عرض کرے گا کہ اے رب! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تمہاری **ایک نیکی** ہے اور آج کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پس ایک کاغذ کا پرزہ اسکو دیا جائے گا ''**اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ**''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ اسکو میزان پر حاضر کرو۔ وہ کہے گا کہ اے رب! اتنے رجسٹروں کے سامنے یہ ایک پرزہ کیا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ پر آج ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جب فرشتے اس پرزہ کو اسکے گناہوں کے رجسٹروں کے مقابلے میں تولیں گے تو اللہ تعالیٰ کا کلمہ طیبہ وزنی نکلے گا۔ (اور اسکو جنت میں بھیج دیا جائے گا) (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۲۲)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ
وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ
اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ
يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ز قَدْ جَعَلَهَا
رَبِّيْ حَقًّا ط وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ
السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ م بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ
الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ط اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ
لِّمَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ

ترجمہ ◄ (آیات ۹۹ سے ۱۱۱) [حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ابھی جاری ہے]

جب یہ لوگ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے والدین کا استقبال کیا (شہر سے باہر آ کر) اور سب خاندان سے کہا کہ اب شہر میں چلو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اَمن چین سے رہو گے۔[۹۹]

پھر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب نے آپ (علیہ السلام) کو جھک کر سلام کیا۔ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ یہ ہے تعبیر میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے رَبِّ کریم نے اسکو سچ کر دکھایا۔ اس نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے مجھے قید سے نکالا اور یہ کہ آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال چکا تھا (جب مجھے کنویں میں پھینکا گیا) یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے، بڑے لطیف طریقے سے کرتا ہے۔ وہی پورا علم رَکھنے والا ہے اور وہی کامل حکمت والا ہے۔[۱۰۰] (مجھے انتہائی غیر متوقع طور پر بادشاہ بنا دیا)

اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ
الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ
وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا
وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا
اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ
حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ
اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع وَكَاَيِّنْ مِّنْ

اے میرے رَبِّ کریم! تو نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور باتوں کی حقیقت جاننے کا علم عطا فرمایا۔ تو ہی زمین و آسمان کا موجد ہے۔ تو ہی میرا دُنیا اور آخرت میں مولیٰ ہے۔ میرا خاتمہ اسلام پر فرما اور بالآخر مجھے صالحین کیساتھ ملا دے۔[۱۰۱]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! یہ ہیں غیب کی خبریں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ تم تو اس وقت انکے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اکٹھے ہو کر ایک سازش کر رہے تھے (حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا کنویں میں پھینکنے کی) تم خواہ کتنی ہی حرص رکھو، ان (مشرکین مکہ) میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے (یعنی مشرکین مکہ جو کہ تمہارے بھائی ہیں، میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے)[۱۰۲-۱۰۳] (یہ سمجھتے ہیں کہ تم یہ قصے کسی دوسرے سے سن کر ہمیں بتا رہے ہو اور قصوں سے زیادہ انکی کوئی اہمیت نہیں ہے)

(انکو بتاؤ) تم ان سے اُجرت بھی نہیں مانگ رہے۔ یہ قرآن حکیم (صرف قصے کہانیاں ہی نہیں ہیں بلکہ ان قصوں اور کہانیوں میں) نصیحتیں ہیں تمام دُنیا کے لوگوں کیلئے۔[۱۰۴]

اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا
وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ
عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ
عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ
وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ

لوگ آسمانوں میں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں دیکھ لیں جن پر انکی گزر ہوتی ہے مگران پر ذرا بھی غور وفکر نہیں کرتے۔[۱۰۵]

ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ساتھ شریک بھی بناتے ہیں۔[۱۰۶]

کیا یہ بے خوف ہو گئے ہیں اس بات سے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا یا یکدم کوئی قیامت کی گھڑی ان پر نہیں ٹوٹ پڑے گی اور انکو کوئی خبر بھی نہ ہوگی۔[۱۰۷]

انکو بتادو کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف بلاتا ہوں۔ میں خود بھی روشن راستے پر چل رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اور اللہ تعالیٰ ہر کمزوری سے پاک ہے (وہ کسی کا محتاج نہیں ہے کہ اسکے مددگار [یعنی شریک] بنائے جائیں) اور میں بھی شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں[۱۰۸]

يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ
الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا
فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ
لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ
تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ

ہم نے پہلی بستیوں میں **سوائے مرد کے** اَور کسی کو (نبی بنا کر) نہیں بھیجا جنکی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ کیا یہ لوگ زمین میں سفر نہیں کرتے تا کہ وہ (ان بستیوں کے کھنڈرات دیکھ کر) عبرت پکڑیں کہ ان سے پہلے ان بستیوں کا انجام کیسا ہوا (اور کیوں ہوا) آخرت کا بہترین گھر (جنت) تو ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ **کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟** [۱۰۹]

وہ رسول جب لوگوں سے مایوس ہو گئے (یعنی ان بستیوں کے رسول جو ہم نے تم سے پہلے تباہ کر دیں) اور انہوں نے خیال کیا کہ ہمیں مسلسل جھٹلایا جا رہا ہے تو پھر ہماری مدد انکو پہنچ گئی تو پھر ہم نے جسے چاہا، بچا لیا اور مجرموں پر سے ہمارا عذاب ہرگز ٹلنے کیلئے نہیں ہوتا۔ [۱۱۰] (تو ہم نے انکو ہلاک کر دیا)

یقین جانو ان بستیوں کے قصوں میں سامانِ عبرت ہے **عقل مندوں** کے لیے۔ ان میں سے کوئی قصہ بھی گھڑا ہوا نہیں ہے بلکہ ہر قصہ تصدیق کرتا ہے ان واقعات کی جو پہلی کتابوں میں موجود ہیں اور اس قرآن حکیم میں ہر شے کی تفصیل ہے

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور یہ قصے موجبِ ہدایت اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لیے جو ان پر ایمان لے آئیں (یعنی انکو سچ مان لیں اور نیک عمل کریں)[۱۱۱]

تشریح: مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ:

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشرکینِ مکہ کے سوال کرنے پر نازل ہوا۔ اس قصے سے قریش واقف نہیں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات سے بے خبر تھے۔ شاید یہودیوں کے کہنے پر مشرکینِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا امتحان لینے کیلئے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق سوال کر دیا۔ انکا خیال تھا کہ اگر یہ پورا قصہ بتا دینگے اور صحیح بتائیں گے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر یہ نہیں بتا سکیں گے تو پھر ثابت ہو جائیگا کہ یہ سچے نبی نہیں ہیں اور بات کھل کر سامنے آ جائیگی۔

اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو وحی کے ذریعے نازل فرمایا اور پوری تفصیل سے بیان فرمایا لیکن کفارِ مکہ اتنے **ضدی**، **حاسد** اور **ہٹ دھرم** تھے کہ باوجود اب واضح ہو جانے کے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، ایمان پھر بھی نہیں لائے۔

اس قصے میں بہت سی ہدایت کی **نشانیاں** موجود ہیں جن کو اس وقت مکہ مکرمہ کے **مشرکین** نے رَدّ کر دیا اور **آج** یہ نشانیاں ہمارے لیے ہیں۔ اگر ہم خوش نصیب ہیں تو ان سے ہم سبق سیکھیں۔ اگر ہم بدنصیب ہیں تو ہم بھی ان نشانیوں سے کوئی عبرت حاصل نہیں کریں گے۔

اس قصے کا لفظ لفظ صحیح ہے۔ اس پر غور کرنے سے ہی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ہم خوش نصیب ہیں تو ہمیں اس قصہ کی آخری آیت مبارکہ جو ہم نے اوپر دَرج کر دی ہے، اس پر غور کرنا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قرآن حکیم میں ہر شے کی تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے اور یہ کتابِ ہدایت ہے اور جو اس پر عمل کریگا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہوگا۔ جو عمل نہیں کریگا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو جائیگا۔ چاہے

اللہ تعالیٰ انکو معاف کرے یا انکو عذاب دے۔

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ قرآن حکیم ایک **رسّی** ہے۔ اسکا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں۔ پس تم اسکو مضبوطی کیساتھ پکڑے رَکھو (یعنی اس پر عمل کرتے رہو) اگر ایسا کرو گے تو تم گمراہ نہیں ہو گے اور تم کبھی ہلاک نہیں ہو گے''۔ (**فضائل اعمال** از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی مکتبہ کریمیہ لاہور **حدیث ۹۲۱**)

قرآن حکیم کو **مضبوطی سے پکڑنے** کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اگر ہم اس رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رَکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرمائیگا حتیٰ کہ ہم اس دُنیا میں بھی کامیاب ہو جائیں گے اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ **اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی ہدایت بہتر ہے اور کس کی بات زیادہ سچی ہے۔ ذرا غور کریں۔**

شیکسپیئر، الف لیلیٰ، اُردو کے ناول اور ڈائجسٹ وغیرہ وغیرہ کے بناوٹی قصے زیادہ بہتر ہیں یا قرآن کریم کے سچے قصے۔

ایک شتر بان اپنے اونٹ کی رسّی پکڑ کر آگے آگے چل رہا ہے اور اونٹ کو اس راستے سے لے جا رہا ہے جہاں سے اسکو تکلیف کم ہو اور مشقت کم برداشت کرنی پڑے تو وہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جائے گا۔ اگر رسّی کا ہم اپنا حصہ پکڑ کر رَکھیں تو اللہ تعالیٰ ہماری اسی طرح قدم قدم پر رہنمائی فرمائیگا اور ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیگا جسکا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ ''**وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○**''۔ (یوسف ۱۲، آیت ۱۰۹) ترجمہ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی رسّی کو چھوڑتے نہیں ہیں)، ان کیلئے بہترین گھر آخرت کا گھر ہے۔ **کیا تم عقل نہیں رَکھتے**''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یہ ایک کتاب ہے جسکو ہم نے نازل فرمایا۔ بہت ہی **برکت والی** ہے۔ **اس پر عمل کرو اور میری نافرمانی سے بچو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔** (دیکھیں سورۃ الانعام ۶، آیت ۱۵۵)

رحمت کی یہ بشارت اس دُنیا کے لیے بھی ہے اور آخرت کے لیے بھی۔ یہاں اللہ

تعالیٰ عمل کرنے والی قوم کو عزت بھی دیگا، ترقی بھی دیگا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور انکے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے عزت اور بادشاہت عطا فرمائی۔

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو قرآن مجید پر عمل نہیں کرتا، وہ **اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور** ہو جاتا ہے۔

حضرت **عمر فاروق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''**اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ**''۔ ترجمہ ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سی قوموں کو سرفراز فرمائیگا اور قرآن کریم کی وجہ سے ہی دوسری قوموں کو ذلیل کریگا'' (**فضائل اعمال** از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، لاہور، **حدیث ۹۲۷**)

قوم کو بنانے اور بگاڑنے والے **لیڈر** (Leader) **ہوتے ہیں**۔ لیڈر خواہ سیاسی ہوں، جمہوری ہوں، غیر جمہوری ہوں یا عسکری ہوں، جو بھی حکمران ہوگا، اسکی صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ وہ قوم کو ترقی کی طرف لے جا رہا ہے یا تنزل کی طرف۔

انسان کی صلاحیتیں اُجاگر کرنے والی اور انکو پروان چڑھانے والی کتابیں **قرآن حکیم**، **احادیث** رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم، **سیرتِ رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور **سیرتِ حضرات صحابہ کرام** رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سوا اَور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ فلاں کتاب بہت اچھی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ دُنیا کی سب کتابوں سے اچھی کتاب اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی کتاب یعنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم، سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور سیرتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سیرتوں پر مبنی کتابیں ہیں۔ اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں ہے۔ اگر کوئی شک کرتا ہے تو وہ مسلمان تو ہوسکتا ہے لیکن مومن نہیں ہوسکتا۔

حکمران کو چرواہے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا** کہ ''حکمران راعی (چرواہا) ہے اور اس کی رعایا (عوام) کے متعلق قیامت کے روز اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کی **نگہبانی** کیسے کی تھی؟'' (جامع ترمذی، جلد اوّل،

حدیث۱۵۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک دوسری حدیث شریف میں فرمایا کہ بھیڑیے نے چرواہے کی ایک بکری اُٹھالی اور بھاگا۔ چرواہا اسکے پیچھے بھاگا اور اپنی بکری کو چھڑالیا۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ تم اس وقت **کیا کروگے** جب بکریوں کا چرانے والا خود **بھیڑیا ہوگا**؟ (تفہیم البخاری، جلد پنجم، حدیث ۳۲۴۷)

اس حدیث مبارکہ کا مطلب یوں ہے گویا کہ بھیڑیا کہہ رہا ہے کہ تم نے بکری اسلئے چھڑالی ہے کہ آج کا **حکمران عادل ہے** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، پورا انصاف کرنے والا ہے اور مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے اسکے بدلے میں قتل کردیگا لیکن ایک وقت ایسا آئیگا کہ حکمران کا رویہ اپنی رعایا کیساتھ ایسا ہوجائے گا گویا کہ وہ بھیڑیا ہے۔ وہ خود ہی اپنی بھیڑوں کو کھائے جارہا ہے۔ اپنے حالات پر نظر ڈالیں۔ کیا آپ اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں۔ اسی لیے ضرب المثل مشہور ہے کہ تاریخ میں جب عادل حکمران کا ذِکر ہوتا ہے تو تاریخ دان لکھتا ہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔

عدل کا شعور:

عدل اس وقت تک قائم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ عدل کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے اور یہ مفہوم قرآن حکیم، احادیثِ نبوی، سیرتِ نبوی اور سیرتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علم سے ہی حاصل ہوگا۔ ہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ معاشرے کا وہ شخص الیکشن جیتتا ہے یا اسکو جتایا جاتا ہے جو قرآن حکیم، احادیث شریف، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، سیرتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بالکل نابلد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُ غَنِيٌّ وَنَحْنُ فُقَرَآءَ

اے اللہ تعالیٰ! ہمیں وہ حکمران عطا فرما، ہم سخت محتاج ہیں ایسے حکمران کے جو قرآن حکیم کے نظامِ **عدل** کو سمجھتا ہو اور قرآن حکیم کے نظامِ **عدل** کو قائم کرنے کی **جرات، ہمت** اور **صلاحیت** رکھتا ہو۔ [آمین]

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا (پھر) تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا

[اقبال]

اَلرَّعدِ ۱۳

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۴۳ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ط وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

ترجمہ ◄ (آیات ۱ سے ۳) الف-لام-میم-را۔ یہ ارشادات (نصیحتیں، تعلیمات، آیات مبارکہ اور احکامات) الکتاب یعنی قرآن حکیم کی ہیں اور یہ ارشادات (نصیحتیں، تعلیمات، آیات مبارکہ اور احکامات) تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، **بالکل سچے ہیں** لیکن اکثر لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے۔ (کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں)[۱]

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات تو ایسی ہے کہ اسی نے تمام آسمان بنائے اور انکو بلند کیا بغیر کسی سہارے کے جیسا کہ تم دیکھتے ہو پھر وہ عظیم ذاتِ بابرکات تختِ سلطنت

وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳

پر جلوہ فرما ہوئی (یعنی کائنات کی حکمرانی اپنے ہاتھ میں رکھی) اور وہی ہے جس نے سورج کو ایک ضابطے کا پابند بنا دیا اور چاند کو بھی (ڈسپلن مقرر کر دیا)۔ یہ (اور تمام دوسرے اجرامِ فلکی) سارے ایک مدتِ مقرر تک چلتے رہیں گے۔ وہی ذاتِ مقدس سارے نظام کی **منصوبہ بندی** کرتی ہے۔ وہی ذات اپنی باتوں کو کھول کر بیان کرتی ہے تاکہ تم اپنے ربِّ کریم کی ملاقات (یعنی آخرت کے حساب) کا یقین کرلو۔[۲]

اسی ذات نے (بناتے وقت) زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائے اور اسی نے ہر طرح کے میوے جوڑا جوڑا بنائے اور وہی ہے جو دِن پر رات کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ ان تمام چیزوں میں (جو بیان ہوئی ہیں) اسکی وحدت کے ثبوت موجود ہیں لیکن ان لوگوں کیلئے جو سوچ بچار سے کام لیتے ہیں۔[۳]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدت کے متعلق بعض باتوں کا ذِکر کیا ہے اور کافروں سے پوچھا ہے کہ جو چیزیں اکیلے اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں اور کائنات کا جو نظام اکیلے اللہ تعالیٰ نے ہی بنایا ہے اکیلا ہی اسکو چلا رہا ہے اور زمین کا جو نظام اسی نے بنایا بغیر کسی مدد اور مشورے کے، کیا ان میں سے کوئی ایک چیز بھی تمہارے جھوٹے خدا بنا سکتے ہیں یا کوئی بنائی ہوئی چیز موجود ہے۔ اگر کوئی ہے تو ثبوت پیش کرو۔ لازماً تم ثبوت پیش نہیں کر سکتے تو کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ربّ ہے اور ساری کائنات

اسی کی مخلوق ہے۔

ان معبودانِ باطل میں سے ایک جھوٹا خدا جو تم نے بنا رکھا ہے، وہ تمہارا اپنا نفس ہے (یعنی نفسانی خواہشات)۔ تم اپنی مرضی سے بعض حلال چیزوں کو حرام کر لیتے ہو اور حرام چیزوں کو حلال کر لیتے ہو حالانکہ یہ حق تو اس ایک رَبّ کا حق ہے جس نے ان چیزوں کو بنایا۔ اسکے متعلق قرآن کریم نے ہمیں فرمایا کہ ''**اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا**''۔ (الفرقان ۲۵، آیت ۴۳) ترجمہ ''**آپ** (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) **نے اسکی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا رَبّ بنا رکھا ہے؟ کیا آپ** (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) **ایسے شخص کی وکالت کر سکتے ہیں؟**''

نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تو صرف اللہ تعالیٰ واحد کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے ذِمہ دار ہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مانیں یا نہ مانیں۔ اس کے متعلق تم سے نہیں پوچھا جائے گا کیونکہ میں اسی قرآن کریم میں کہتا ہوں کہ ''تمہارا کام صرف میرا پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا میرا ذِمہ ہے''۔ (دیکھیں سورۃ الرعد ۱۳، آیت ۴۰)

اے موجودہ انسان! اپنی خواہشات کو چھوڑ۔ تیری اپنی مرضی کوئی قیمت نہیں رَکھتی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرضی پر اپنی زندگی گزار تو اسکی بہت بڑی قیمت اللہ تعالیٰ تجھے اس دُنیا میں بھی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی۔

کیا تم نے سنا نہیں کہ ایک مرگی کی مریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آئی۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میرے لیے اس بیماری سے شفا کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری مرضی مان لو کہ دُعا نہ کرواؤ بلکہ اس پر صبر کرو تو میں تجھ سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مرضی کو تسلیم کر لیا اور مرتے دَم تک مرگی کی تکلیف کو برداشت کرتی رہی۔ (دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۹۱)

○.....○.....○

وَفِـــى الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّـــنْ
اَعْـنَـابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْـرُ صِـنْوَانٍ
يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ
فِى الْاُكُلِ ط اِنَّ فِـىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ
۴ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا
لَفِـىْ خَلْـقٍ جَدِيْدٍ ط ۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْـنَ كَفَرُوْا

ترجمہ◄ (آیات ۴ سے ۱۶) [**اور ذرا غور کرو**] زمین میں الگ الگ خطے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے بھی ہیں اور ان میں انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ جوڑوں کی شکل میں ہیں (نر اور مادہ ایک ہی درخت پر) اور کچھ اکلوتے ہیں (نر علیحدہ اور مادہ علیحدہ درخت جیسے کھجور) ان سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے مگر خوراک کی مختلف چیزوں میں ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ اس میں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے) ثبوت ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (یعنی وہی زمین ہے۔ ایک ہی پانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کتنی مختلف قسم کی فصلیں اور کتنے مختلف قسم کے باغات پیدا کرتا ہے۔ کیا ایسا کوئی اَور ہستی کر سکتی ہے؟..... ہرگز نہیں) [۴]

(ان باتوں میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے سامنے ہو رہا ہے کہ پھل اور فصل پک کر ختم کر دی جاتی ہے اور اسی پھل اور فصل کے بیج سے دوبارہ یہی پھل اور یہی فصل ہم پیدا کر دیتے ہیں) اگر تعجب کی بات ہے تو ان کی یہ بات ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائینگے تو کیا ہم دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ (کیا یہ فصلوں اور پھلوں کے دوبارہ پیدا ہونے پر غور نہیں کرتے) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے (یعنی یقین نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو بھی اسی طرح دوبارہ پیدا کر سکتا ہے)

بِرَبِّهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ج
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ط وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ج وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ
الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ

یہ وہ لوگ ہیں جنکی گردنوں میں لوہے کے پٹے (Collar) پڑے ہوئے ہیں (تکبر سے اَکڑی ہوئی گردنیں ہیں) اور یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (وہ متکبر ہیں اور اپنے تکبر کی وجہ سے یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت رَکھتا ہے)[۵]

وہ جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب قبل اَمن وسکون کے حالانکہ عبرت ناک (عذاب کی) مثالیں (پہلی قوموں پر) پہلے گزر چکی ہیں۔ بات یہ ہے کہ تیرا رَبِّ کریم بڑا ہی دَرگزر فرمانے والا ہے لوگوں کی زیادتیوں پر لیکن (جب پکڑنے پر آتا ہے تو) وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔[۶] (عملی طور پر آج کا مسلمان بھی آخرت کو بھولا ہوا ہے)

کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص پر اسکے رَبِّ کریم کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں اُترتا (میرا کام معجزہ دکھانا نہیں ہے۔ معجزہ تو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے جب چاہے)۔ انکو بتا دو کہ میرا کام تو صرف تمہیں اچھے بُرے اعمال کے انجام کے متعلق خبردار کرنا ہے اور صرف اسی کام کے لیے ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے رہنما (نبی) بھیجا ہے۔[۷] (اسی طرح میں بھی تمہارا سچا نبی اور رہنما ہوں)

هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا
تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ
بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ
الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ
جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌ ۢ
بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ

(اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی نشانی یعنی معجزہ بھیجنا مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ تو ساری کائنات کے ظاہر اور غائب کا پورا علم رکھتا ہے۔) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کوئی مادہ اپنے پیٹ میں (بچی/ بچہ) اُٹھائے پھر رہی ہے اور جو کچھ رحموں (Uterus) میں بن رہا ہے اور جو کچھ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے (اس سے بھی واقف ہے)۔ ہر چیز کیلئے اسکے پاس ایک اندازہ مقرر ہے۔[۸]

وہ غائب اور ظاہر ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ ہے۔ (ذات وصفات میں..... کائنات میں اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں)[۹]

اسکے لیے برابر ہے خواہ کوئی شخص چپکے سے بات کرے یا اونچی یا کوئی رات کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو یا کوئی دِن کی روشنی میں چل رہا ہو۔ (ہر چیز ہر وقت اسکی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے)[۱۰]

ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس نے نگران (فرشتے) مقرر کئے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسکی حفاظت کرتے ہیں (شیطانوں سے خواہ شیطان انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم (یا فرد) کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپکو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے (یعنی جب وہ شیطان کو

يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ
حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ
سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾
هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ
السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ
فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ

چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے فرشتوں سے مدد لیں گے کہ وہ نیک کام کرنے لگیں تو ہم پھر انکو معاف کر دیں گے اور ہم انہیں برکت عطا کریں گے اور ہر قسم کی نعمتوں سے نوازیں گے) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے پھر کوئی اسکو ٹالنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انکا کوئی مددگار ہوتا ہے۔ (کیونکہ وہ شیطان کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہیں اور اسکے نقش قدم پر مسلسل قائم ہیں)[۱۱]

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے سامنے خوف اور اُمید کی بجلی چمکاتا ہے اور پانی سے بھرے ہوئے بادل برساتا ہے۔ (خوف اس بات کا کہ کہیں بادلوں میں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ چھپا ہو اور اُمید اس بات کی کہ موزوں بارش فصلوں کیلئے مفید ہوگی) **بادلوں کی گرج اسکی حمد ہے** (کائنات کی ہر شے جو ہمارے سامنے جاندار یا غیر جاندار ہے، وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں) اور فرشتے بھی اسکے (عذاب کے) خوف سے تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور وہ انہیں جب چاہتا ہے، اس حالت میں گرا دیتا ہے (عذاب دینے کیلئے) جبکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (بے فکر ہو کر) جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکی چال بڑی زبردست ہوتی ہے۔[۱۲-۱۳]

وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط
وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ
بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا
هُوَ بِبَالِغِهٖ ط وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا
وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة قُلْ مَنْ
رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ
اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ
نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

اسی کو پکارنا حق ہے۔ (باقی کسی اَور کو خواہ وہ نبی ہی اپنی قبر میں ہو، پکارنا باطل ہے) اسکے علاوہ لوگ جن کو پکارتے ہیں، وہ انکی دُعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی آدمی پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور اس سے کہے کہ میرے منہ تک پہنچ جاؤ لیکن یہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح کافروں کا پکارنا (اپنے جھوٹے خداؤں کو) بے فائدہ ہے۔[۱۴]

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، چاروناچار اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ضرور کرتا ہے اور چیزوں کے سائے بھی صبح اور شام اسکے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ (یعنی مشرکین سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور زمانہ قدیم میں شرک کی یہ قسم عام تھی اور سایہ سورج کی وجہ سے ہی بنتا ہے حالانکہ سورج خود رَبّ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور سورج اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے جسکی ظاہری شکل سایہ ہے)[۱۵]

وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ان سے پوچھو! آسمانوں اور زمین کا رَبّ تعالیٰ کون ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہی رَبّ ہے۔ پھر ان سے پوچھو (کہ اگر صحیح بات یہی ہے) تو پھر تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے جھوٹے رَبّ کیوں پکڑ رکھے ہیں جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے (تو پھر تمہیں نفع ونقصان کیسے پہنچا سکتے ہیں؟) ذرا ان سے پوچھو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ روشنی ہے اور باقی سب جھوٹے رَبّ اندھیرا [تاریکی] ہیں) کیا انکے ٹھہرائے ہوئے جھوٹے خداؤں نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی چیز پیدا کی ہے کہ اسکی وجہ سے ان پر چیزوں کو پیدا کرنے کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ انکو بتا دو کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (تمہارے جھوٹے خداؤں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے) اور وہ یکتا ہے اور وہ ہر چیز پر غالب ہے [۱۶]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مزید اپنی توحید کے ثبوت مشرکین کے سامنے پیش کیے۔ یہ ثبوت اتنے واضح ہیں کہ اگر انسان اپنا **تکبر** اور **ضد** چھوڑ دے تو یہ بات مانے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے آسمانوں اور زمین میں کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہو سکتا لیکن بات یہ ہے کہ **تکبر** کافروں کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ اس شخص یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جو کہ انہی کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں، انکو بڑا کیسے مان لیا جائے۔

اگر انسان ایک رَبّ کو ہی اپنا رَبِّ کریم مانے اور اس پر ثابت قدم رہے تو ایسے شخص کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ فرشتے لگائے ہوئے ہیں جو اسکو شیاطین انس وجن

سے بچاتے رہتے ہیں تا کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکنے نہ پائے۔

ہمارے لیے ان آیات مبارکہ میں سبق یہ ہے کہ معبودانِ باطل (مثلاً بزرگوں کی قبریں، پیروں کے آستانے، جاہل علماء کے فتوے، اپنے نفس کی خواہشات کی اطاعت، سود، رشوت اور اقربا پروری وغیرہ وغیرہ) کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کو پکڑیں جو سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے، ہماری دعاؤں کا جواب بھی دیتا ہے۔ ہماری تکلیفوں کو رفع بھی کرتا ہے ہماری غلطیوں کو معاف بھی کرتا ہے ہماری ہر طرح سے دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہی اکیلا رَبّ ہے اس کو ہی پکارنا چاہیے۔ صرف کلمہ پڑھ لینے سے مقصد حل نہیں ہوتا بلکہ کلمہ کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور جہنم سے ہمیں بچائے

اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر آنے کی توفیق عطا فرمائے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا رَبِّ کریم، کارساز، مددگار اور دوست بنائیں۔

؎ آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

جلسے جلوس، املاک کا توڑ پھوڑ، شور شرابہ، بدانتظامی اور انتشار، جمہوریت کے نام پر دھرنوں کا رواج، سڑکوں پر ٹائر جلانے سے یا بیٹھ کر راستے روک دینا ان لوگوں کے جو صبح کو جا کر شام تک مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں، جمہوریت نہیں بلکہ ''صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور''فَسَاد فِي الْاَرْض ''میں شمار ہوتے ہیں خواہ وہ اپنے زعم میں سمجھتے ہوں کہ وہ ٹھیک کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ''وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ لا قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ ''۔(دیکھیں البقرۃ ۲، آیات ۱۱-۱۲)

؎ جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک

[اقبال]

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا
فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ
عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ
كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا
الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۷ سے ۲۴) آسمان سے پانی برسا تو ہر ندی نالہ اپنے اپنے حساب کے مطابق اٹھا کر چل نکلا پھر سیلاب نے اوپر جھاگ پیدا کر دیا۔ (آیت نمبر ۱۷) (سیلاب کا پانی اپنی حرکت کی توانائی سے پانی میں ملی ہوئی گندگی کو صاف کر دیتا ہے اور گندگی جھاگ بن کر کنارے آ لگتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے اور صاف پانی انسان کے لیے باقی رہ جاتا ہے)

اور اسی طرح تم آگ میں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کیلئے دھاتیں پگھلاتے ہو اور جھاگ اوپر آ جاتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو واضح کرتا ہے۔ جو جھاگ ہوتا ہے، وہ اُڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کیلئے نفع بخش ہے، وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے (یعنی پانی یا سونا چاندی، تانبا پیتل لوہا وغیرہ) اس طرح اللہ تعالیٰ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔ [۱۷] (بھٹی کی آگ اپنی حرارت کی توانائی سے دھات میں ملی ہوئی مٹی/ ریت وغیرہ کو جھاگ بنا کر اصلی دھات سے علیحدہ کر دیتی ہے۔ اصلی دھات انسان کے مفید کاموں میں استعمال ہوتی ہے۔ اسی طرح حق جب اپنی حرکت کی توانائی سے اور حرارت [جذبہ] کی توانائی سے باطل سے ٹکراتا ہے تو باطل کو جھاگ بنا کر اُڑا دیتا ہے یعنی باطل مغلوب ہو جاتا ہے)

جن لوگوں نے اپنے رَبِّ کریم کی دعوتِ حق (یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید) کو قبول کر لیا، انکے لیے بھلائی (یعنی جنت) ہے اور جنہوں نے اسے قبول نہیں کیا، وہ

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا
يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ
اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ

اگر زمین کی ساری دولت اور اتنی ہی اَور فراہم کریں تو بھی اپنے آپکو چھڑانے کیلئے ہرگز قبول نہیں کی جائیگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا حساب سختی سے لیا جائیگا اور انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا جو کہ بہت بُری جگہ ہے رہنے کی۔[۱۸] (دعوتِ حق ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک وہ شخص جو اس کتاب (یعنی قرآن کریم) کو جو تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے حق (یعنی سچی کتاب) مانتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو بالکل عقل کا اندھا ہے (اور اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب نہیں مانتا) دونوں یکساں ہو جائیں۔ دَراصل نصیحت تو وہ لوگ قبول کیا کرتے ہیں **جو دانشمند ہوتے ہیں** جو کہ اللہ تعالیٰ سے باندھے ہوئے **عہد** (لا الہ الا اللہ) کو پورا پورا اَدا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو پختہ باندھنے کے بعد توڑتے نہیں ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جن رشتوں (یعنی خونی اور دِینی رشتوں) کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے، انہیں جوڑے رَکھتے ہیں اور اپنے رَبّ تعالیٰ سے ڈَرتے رہتے ہیں اور سخت حساب سے خوف رَکھتے ہیں۔[۱۹-۲۱] (ان رشتوں کے جوڑنے سے ملت میں اتحاد پیدا ہوتا ہے)

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

اور جو اپنے رَبِّ کریم کی خوشنودی کیلئے **صبر** سے کام لیتے ہیں (لوگوں کی مخالفت پر اور بھوک پیاس بیماری اور دوسری قسم کی مصیبتوں پر اور جنگ کے دوران دُشمن سے مقابلے پر) اور **نماز** قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انکو مال و دولت دیا ہے، اس میں پوشیدہ اور ظاہراً **خرچ** کرتے رہتے ہیں اور **بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں**۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کیلئے آخرت کا گھر ہے۔ (یعنی جنت کا گھر)[۲۲]

یہ وہ گھر ہے جس میں باغ ہی باغ ہیں جو ہمیشہ (تر و تازہ) رہنے والے ہیں۔ وہ ان میں رہیں گے اور انکے آباؤ و اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جنہوں نے یہ (نیک) کام کیے ہوں گے، ان میں داخل ہوں گے اور فرشتے ہر طرف سے انکے استقبال کیلئے حاضر ہوں گے اور ان پر سلامتی بھیجیں گے اور کہیں گے کہ تم نے دُنیا میں جس طرح **صبر** کیا (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جو تکلیفیں برداشت کیں) اسکی بدولت آج تم اسکے مستحق ہوئے۔ کیا ہی خوب ہے آخرت کا گھر۔[۲۳-۲۴]

تشریح: آیت نمبر ۷ پر غور کریں:

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں کئی قسم کی توانائی (Energy) پیدا کی ہے جس سے

انسان زمین پر اپنے روزمرہ کے بہت سے مفید کام لیتا ہے۔ان میں سے توانائی کی دو قسمیں ایسی ہیں جو کہ روزمرہ کی زندگی میں بہت استعمال ہوتی ہیں۔ایک حرکت کی توائی (Kinetic Energy)اور دوسری حرارت کی توانائی(Heat Energy)۔

اس آیت مبارکہ میں ان دونوں توانائیوں کا ذِکر کیا گیا ہے۔اگر حق میں حرکت کی توانائی اور حرارت کی توانائی (جذبہ، جوش اور ولولہ) موجود نہ ہو تو حق باطل پر غالب نہیں آ سکتا۔ ہر توانائی کا ایک ردِّعمل ہے۔حرکت اور حرارت کی توانائی (جذبہ، جوش اور ولولہ) جب باطل کے خلاف ردِّعمل ظاہر کرتے ہیں تو باطل شکست کھا جاتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں یہی پیغام دیا جا رہا ہے کہ اہل حق میں جس دَرجہ کا ولولہ اور جوش اور حرکت ہونی چاہیے، اس دَرجے کی ان کو فتح یابی نصیب ہوگی یا شکست ہوگی۔اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں تربیت کر کے حرکت اور حرات کی توانائیاں انتہاء تک پہنچا دی تھیں۔اسلئے وہ جہاں بھی جاتے تھے، غالب آتے تھے۔

پہلے دَور کی جنگوں اسکی زندہ مثالیں ملتی ہیں۔حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دَور میں کسی محاذ پر اسلامی فوج کو شکست نہیں ہوئی۔

موجودہ مسلمانوں میں نہ تو حرکت کی توانائی ہے اور نہ ہی حرارت کی توانائی۔اس لیے باطل آج کل غالب نظر آتا ہے کہ مسلمان نے اس کے ردِّعمل کے لیے اپنے آپ کو تیار نہیں کیا۔

ے ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کر گہر نکلے [اقبال]

ے محبت کا جنوں باقی نہیں ہے ..... مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دِل پریشاں، سجدہ بے ذوق ..... کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے
ے رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ..... وہ دِل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج ..... یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے
[بالِ جبریل، رباعیات]

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر [بالِ جبریل]

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ:

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کیا اور اس عہد کو وہ توڑتے نہیں (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

ایک دوسرا عہد ہے جو کہ اس سے پہلے عالم ارواح میں لیا گیا تھا کہ ''**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ**''۔ کیا میں تمہارا رَبِّ کریم نہیں ہوں؟ دوسرا عہد جو اس زندگی میں ہم اللہ تعالیٰ سے باندھتے ہیں کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے اور دَراصل یہ ایک ہی عہد ہے۔ عالمِ ارواح میں باندھا گیا اور عالمِ دُنیا میں اسکو دُہرایا گیا۔ جنہوں نے دُہرایا، انہوں نے اس عہد کو نبھانے کی کوشش بھی کی۔ جنہوں نے نہیں دُہرایا، وہ کافر ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کامیاب وہی ہوگا جو ان دونوں عہدوں پر مضبوطی سے قائم رہے گا۔ عہد کی وفا کرنے والوں کی صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ

(۱) وہ کبھی بھی عہد کو توڑتے نہیں۔
(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان رَکھتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل ہوا ہے یعنی قرآن مجید، اس پر ایمان رَکھتے ہیں۔ خونی رشتوں کو برقرار رکھتے ہیں۔ ان سے لڑائی جھگڑا کر کے ان سے علیحدہ نہیں ہو جاتے۔ ان کیساتھ بھلائی سے پیش آتے ہیں۔
(۳) اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہر مصیبت میں صبر کرتے ہیں۔
(۴) نماز باقاعدگی سے اَدا کرتے ہیں۔
(۵) اللہ تعالیٰ نے جو رزق انکو دِیا ہے، اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔
(۶) بُرائی سے بچتے ہیں اور اسکی جگہ نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور بُرے اخلاق کا بدلہ اچھے اخلاق سے دیتے ہیں۔

یہ لوگ جنتی ہیں۔

وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ:

بُرائی کو بھلائی سے کیسے دُور کیا جا سکتا ہے؟ اسکی بہترین تشریح اس حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے رَبّ تعالیٰ نے مجھے نو (۹) باتوں کا حکم فرمایا ہے اور ان میں سے چار (۴) باتیں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ فرمائیں۔

۱) میں خواہ کسی سے خوش ہوں یا ناراض ہر حالت میں انصاف کی بات کہوں۔
۲) جو میرا حق مارے، میں اسکا حق اَدا کروں۔
۳) جو مجھے محروم کرے، میں اسکو عطا کروں۔
۴) جو مجھ پر ظلم کرے، میں اسکو معاف کر دوں۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو تجھ سے خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''جو شخص تیرے ساتھ معاملہ کرنے میں خدا تعالیٰ سے نہیں ڈَرتا، اسکو سزا دینے کی بہترین صورت یہ ہے کہ تو اسکے ساتھ خدا تعالیٰ سے ڈَرتے ہوئے معاملہ کرے''۔ (تفہیم القرآن، سورۂ الرعد، نوٹ ۴۰)

ہم کسی عہد کی پاسداری نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خیر خواہی کیساتھ دوسروں کے ساتھ معاملہ رَکھو'' (معاملات میں عہد کی پاسداری سب سے اہم عمل ہے) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کن کے ساتھ خیر خواہی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''

۱) اللہ جل شانہ کے ساتھ
۲) اس کی کتاب کے ساتھ
۳) اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ
۴) امیر کے ساتھ اور عام مسلمانوں کے ساتھ''۔

(نسائی، حدیث ۴۲۰۴)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ
وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ
فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ
الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ
وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ
لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ
مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۲۵ سے ۳۵) جولوگ اللہ تعالیٰ سے مضبوط عہد باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں (مشرکین/ منافقین) اور اللہ تعالیٰ نے جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم فرمایا ہے، انکو کاٹتے ہیں (خونی رشتوں کو/مشرکین اور منافقین) اور جو زمین میں فساد (باطل) پھیلاتے ہیں، ان پر ہے لعنت اور انکے لیے آخرت میں بُرا ٹھکانہ ہے۔ [۲۵] (مشرکین اور منافقین کی طرف اشارہ ہے۔ پہلا عہد (عالم ارواح میں) ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى''/ دوسرا عہد (دُنیا میں) ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'')

اللہ تعالیٰ جسکا چاہتا ہے، رزق وسیع فرما دیتا ہے اور جسکا چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے اور یہ لوگ (مشرکین اور منافقین) دُنیا کی زندگی پر شادماں ہیں حالانکہ دُنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑی پونجی ہے۔ [۲۶]

جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا، وہ کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر اسکے رَبّ کریم کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُترا؟ انہیں بتا دو کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے اور وہ ہدایت سے اسی کو نوازتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ [۲۷] (مشرکین کی طرف اشارہ ہے۔ معجزہ مانگنا تو ایک بہانہ تھا۔ وہ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے تھے)

اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ
اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ
اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ
لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ
يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا
سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ

ایسے لوگ (جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں) ایمان لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے انکے دِلوں کو تسکین ہوتی ہے۔ سن رَکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں دِلوں کیلئے تسکین ہے۔[۲۸]

جو لوگ ایمان لے آتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، وہ خوش نصیب ہیں اور انکے لیے بہترین ٹھکانہ (جنت) ہے۔[۲۹] (ایمان اور عمل لازم وملزوم ہیں)

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ہم نے تم کو اسی لیے ایک اُمت کی طرف رسول بنا کر بھیجا جس سے پہلے بہت سی اُمتیں گزر چکی ہیں تا کہ تم ان لوگوں کو وہ (پیغام) پہنچا دو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر وحی کیا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ رحمٰنِ واحد پر ایمان نہ لا کر اسکی ناشکری کر رہے ہیں انکو بتا دو کہ میرا رَبّ کریم تو وہی ایک رَبّ کریم ہے جسکے سوا کوئی دوسرا رَبّ تعالیٰ نہیں ہے۔ میں نے تو اسی پر بھروسہ کیا اور ہمیشہ میں اسی کی طرف رُخ کرنے والا ہوں۔[۳۰] (مشرکین کو بتایا جا رہا ہے کہ میں اسی کی بندگی کرنے والا ہوں۔ تم بھی اسی کی بندگی کرو اور بس)

بِـهِ الْـمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰـهِ الْاَمْرُ جَـمِيْـعًا ؕ اَفَـلَمْ
يَـايْـئَـسِ الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ الـلّٰهُ لَهَدَى
النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ
بِـمَـا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَـحُـلُّ قَـرِيْـبًا مِّنْ دَارِهِمْ
حَتّٰـى يَـاْتِـىَ وَعْـدُ اللّٰـهِ ؕ اِنَّ الـلّٰـهَ لَا يُخْلِفُ
الْـمِيْـعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَـقَـدِ اسْتُهْـزِئَ بِـرُسُـلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَـاَمْـلَيْـتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ

اور اگر ہم ایسا قرآن حکیم اُتار بھی دیتے جس سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرنے لگتے تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لانے والے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے (اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے) کیا مومنین مایوس ہو گئے ہیں اس بات سے (کہ لوگ ایمان نہیں لا رہے) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتا۔ (یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ناممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس پر کائنات چل رہی ہے۔ ایمان کی توفیق دینا یا نہ دینا، اسی نظام کا ایک حصہ ہے)

جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، انکے گناہوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت آئے دِن ان پر آتی رہتی ہے یا انکے گھروں کے قریب گرتی ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آن پہنچے (وعدۂ عذاب)۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کیخلاف نہیں کرتا۔[۳۱] (آخرت کا وعدۂ عذاب)

تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا جا چکا ہے تو میں نے انکو جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی (یعنی نبی پر ایمان نہیں لائے)، مہلت دے رکھی پھر آخر انکو پکڑ ہی

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ۢ
بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ
سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ
اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ

لیا۔ پھر دیکھو میری سزا، میرا عذاب کیسا تھا؟[۳۲]

وہ ذاتِ اقدس ہر ذی روح کے عمل پر نظر رکھے ہوئے ہے، (اسکے ساتھ دوسروں کو شریک بنانا کیا ظلم نہیں ہے؟) اسکے باوجود لوگوں نے اسکے شرکاء بنائے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ انکے نام تو بتاؤ؟ (جن کو تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے برابر کا دَرجہ دے رَکھا ہے) کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ کچھ بتانا چاہتے ہو جسے وہ (تم سمجھتے ہو کہ) زمین میں نہیں جانتا (اللہ تعالیٰ تو زمین کے اندھیروں میں ہر بات کا علم رَکھتا ہے)۔ تم ناحق بات کر رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کفر کر رہے ہیں (یعنی توحید کا انکار)، انکے جھوٹے منصوبے انکے لیے خوشنما بنا دیئے گئے ہیں (ان منصوبوں کا مقصد یہ ہے) کہ وہ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔ (جب انکے اعمال مکاریوں پر منحصر ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ جسکو (شیطان کے ذریعے سے) گمراہ کرتا ہے، اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ایسے لوگوں کیلئے دُنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے زیادہ سخت ہے اور انکو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچانے والا بھی نہیں ہے۔[۳۳-۳۴] (یہ مشرکین کے بارے میں ہے)

اسکے برعکس پرہیزگار لوگوں (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں) کیلئے جنت

الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ق صلے وَعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

کا وعدہ ہے جس میں ندیاں بہتی ہیں اور جنکے پھل ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جنکا سایہ دائمی ہے۔ یہ ان لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے عمل کرتے تھے اور جو کافرانہ (نافرمانی کی) روش اختیار کرتے تھے انکے اعمال کا انجام آگ ہے۔[۳۵](جہنم)

تشریح: جو لوگ اللہ تعالیٰ کیساتھ عالمِ ارواح میں باندھے ہوئے عہد ''**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ**'' کی زمین پر آنے کے بعد توثیق نہیں کرتے، وہ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں۔ زمین پر جو بھی ''لا الہ الا اللہ'' پر ایمان نہیں لائے گا، وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لانے کیلئے نشانیاں مانگتے ہیں تو یہ صرف بہانہ سازی کرتے ہیں۔ انکے دِلوں میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے، خلوص نہیں ہے۔ اگر انکو نشانیاں بھی دکھا دی جائیں تو پھر بھی وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' کا دِل سے اقرار کرلیا، وہ جنت میں ضرور جائیگا لہٰذا جو دِل سے اقرار نہیں کرتے، وہ جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں جائینگے۔[مشکوٰۃ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کیساتھ جو بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو آخری نبی نہیں مانے گا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔[مشکوٰۃ]

اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق ان کو دیتا ہے جو **خود** ایمان کی طرف آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادانہ رائے اختیار کرنے کا موقع دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے نیکی اور بدی کا انجام واضح فرما دیا ہے۔ اب ہر انسان اپنی مرضی سے یا تو نیکی کا راستہ چنے یا بُرائی کا۔ اگر نیکی کا راستہ چنتا ہے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اس کے بندے اس کی مدد کرتے ہیں۔

اگر بُرائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ، اسکے فرشتے اور اسکے بندے اسکی مدد نہیں کرتے پھر اسکے ساتھی شیطان بن جاتے ہیں۔ کچھ ان میں سے جنوں سے تعلق رَکھتے ہیں اور کچھ انسانوں سے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا نہیں کرتا۔

انکو ایمان عطا نہ کرنے کی ذِمہ داری اللہ تعالیٰ پر عائد نہیں ہوتی بلکہ خود ان پر عائد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کہ اگر ایک ایمان چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ایمان کی توفیق نہ دے۔ وہ تو **الرحمٰن** ہے۔ وہ تو خود کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو میری طرف ایک (۱) قدم آئیگا، میں اسکی طرف دَس (۱۰) قدم آؤنگا۔ جو میری طرف چل کر آئیگا، میں اسکی طرف بھاگ کر آؤنگا۔ جو میرا ذِکر اکیلے میں کریگا، میں بھی اسکا ذکر اکیلا کرونگا۔ جو میرا ذِکر مجمع میں کریگا، میں اسکا ذِکر اسکے مجمع سے زیادہ پاکیزہ مجمع میں کرونگا یعنی فرشتوں کے مجمع میں۔ جو ایک (۱) نیکی کریگا، میں اسکو دس (۱۰) نیکیوں کا ثواب دونگا۔ جو ایک (۱) بُرائی کریگا، میں اسکو ایک (۱) ہی بُرائی کی سزا دونگا''۔ [مشکوٰۃ شریف]

جو لوگ دُنیا کو ہی اپنا مقصود بنا بیٹھتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں۔ دُنیا چند روزہ ہے اور باطل ہے۔ دُنیا کا جو حصہ حق ہے، وہ آخرت ہے اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ جہنم میں بھی موت نہیں ہے اور جنت میں بھی موت نہیں ہے۔ دُنیا کا مطلب یہ ہے کہ جو کام حرام طریقے سے کیا جائے، وہ دُنیا ہے۔ جو کام حلال طریقے سے کیا جائے، وہ آخرت ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن حکیم، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور سنتِ خلفائے راشدین کا علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ انکے نقشِ قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دُنیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری آخرت ہے۔ اسکے لیے علم کی ضرورت ہے۔

آج کا ٹیلیویژن، اخبارات، انٹرنیٹ (InterNet)، ناول، افسانے، ڈائجسٹ اور جاسوسی کہانیاں وغیرہ وغیرہ ''**لَهْوَ الْاَحَادِيث**'' ہیں۔(یہ سب باطل ہیں)۔ان سے بچنا چاہیے۔

اگر تم سیدھے راستے پر چلنا چاہتے ہو اور جنت کا شوق رَکھتے ہو اور جہنم کا خوف رَکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے کلام پر اپنا وقت صَرف کرو اور ان پر عمل کرو۔ یہی ایک سیدھا راستہ ہے اور اسکے لیے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔(''**لَهْوَ الْحَدِيث**'' کیلئے دیکھیں سورۃ لقمان ۳۱، آیت ٦)

حق کا علم حاصل کرنے کیلئے قرآن حکیم اور احادیث شریف کا ہی مطالعہ آپ کو سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ملک میں کسی حکومت نے عربی زبان کو سکولوں اور کالجوں میں رائج نہیں کیا۔ نہ ہی سکول، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے سلیبس میں قرآن کریم اور احادیث شریف کو وہ اہمیت دی جا رہی ہے جسکا وہ حق رَکھتے ہیں لہٰذا ہم قرآن کریم کا حق مار رہے ہیں۔ قرآن کریم کا حق مارنا اللہ تعالیٰ کا حق مارنا ہے۔ اگر ہماری قوم کی اکثریت اللہ تعالیٰ کا حق مار رہی ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی مصیبتوں کے حل میں مدد کی توقع کیسے رَکھ سکتے ہیں۔ کیا ہمیں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ کسی سے مدد حاصل کرنے کے لیے پہلے اس کو دوست بنانا پڑتا ہے اور دوست بنانے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ خلوص کا معاملہ رَکھو۔

ہم بلاشبہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ خلوص کا معاملہ نہیں رَکھا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف بھی کر دے اور سیدھے راستے پر بھی لگا دے تو اس کی رحمت سے یہ کوئی بعید نہیں ہے۔

؎ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے [اقبال]

۝.....۝.....۝

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ
اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا
وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ
الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ
اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ

ترجمہ◄ (آیات ۳۶ سے ۴۳) (بعض یہود ونصاریٰ) وہ اس کتاب سے خوش ہو رہے ہیں جو ہم نے تم پر اب نازل کی ہے (یعنی قرآن حکیم) اور انکے دوسرے گروہ کچھ ایسے ہیں جو اسکی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ ان سے کہو کہ مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے (یعنی میں تو قرآن کریم پر ہی عمل کرونگا) اور یہ کہ میں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں (یعنی میں مشرک بھی نہیں ہوں)۔ میں تو اسی اللہ تعالیٰ واحد کی طرف (سب کو) دعوت دیتا ہوں اور میرا خود اسی کی طرف رجوع ہے۔[۳۶]

اسی لیے یہ فرمان (یعنی قرآن حکیم) عربی زبان میں نازل کیا ہے (کہ تو عرب میں رہنے والے سب کو سمجھا دے) اور اگر تو نے ان (یعنی مشرکین اور یہود ونصاریٰ) کی خواہشات کی پیروی کی بعد اسکے کہ تیرے پاس **علم حق** آ گیا ہے تو پھر نہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی سرپرست ہوگا اور نہ کوئی تجھے اس سے بچانے والا ہوگا۔[۳۷] (آج کے مسلمان کو اس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے)

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا
اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾
وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ
نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ
﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ
اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

تم سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے اور وہ بھی بیویاں اور اولاد رَکھتے تھے اور کسی رسول کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ خود کوئی نشانی (معجزہ) لا سکے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر۔ ہر دَور کیلئے ایک کتاب ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات ہر زمانے کیلئے اسکے مطابق دیئے گئے ہیں) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے۔ جو چاہتا ہے، قائم رَکھتا ہے۔ اُمّ الکتاب (یعنی وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ کے پاس کائنات کے سارے علوم کو قلمبند کر کے محفوظ کیا ہوا ہے یعنی لوحِ محفوظ) تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (وہ جو چاہے، جب چاہے اس میں سے انسان کی ہدایت کیلئے بھیج سکتا ہے اور پہلے احکامات ختم کر سکتا ہے)[۳۸-۳۹]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جو دھمکی تم انہیں دے رہے ہو، اسکا کوئی حصہ خواہ ہم تمہاری زندگی میں انہیں دکھا دیں یا تمہاری وفات کے بعد، بہر حال تمہارا کام پیغام پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔[۴۰]

کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم ان پر ہر طرف سے زمین کو تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرماتا ہے، اسکو روکنے (ٹالنے) والا کوئی نہیں اور وہ بہت

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

جلد حساب لینے والا ہے۔[۴۱]

ان سے جو پہلے لوگ تھے، وہ بھی بڑی بڑی چالیں چل چکے لیکن سب چالوں سے بڑھ کر چال اللہ تعالیٰ کی رہی ہے۔ وہ جانتا ہے جو کوئی ہر ذی روح کر رہا ہے اور عنقریب یہ کافر دیکھ لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کیلئے ہے؟ (یعنی جنت)[۴۲]

اور کافر کہتے ہیں کہ تم تو خدا تعالیٰ کے رسول نہیں ہو۔ انکو بتا دو کہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان اور ہر اس شخص کی (گواہی بھی) جو کتابِ آسمانی کا علم رکھتا ہے۔[۴۳]

تشریح: وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ:

یہود اور نصاریٰ کے وہ لوگ جو اپنی کتاب کا پورا علم رکھتے تھے اور اس پر عمل پیرا تھے اور اللہ تعالیٰ کیساتھ خلوص اور اسکی کتابوں کیساتھ خلوص رکھتے تھے، پہچان گئے تھے کہ قرآن حکیم کا نزول حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن کثیر یہود و نصاریٰ اور مشرکین وغیرہ اس بات کو نہیں مانتے تھے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خبردار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعے اُمت کو خبردار کیا کہ اگر تم نے **مشرکین** اور دوسرے **غیر مسلموں** (یہود و نصاریٰ) کی اطاعت کی تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے باغی سمجھے جاؤ گے۔

اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ ہم قرآن حکیم کو پڑھنے کی بجائے شیکسپیئر، چوسر، شیری ڈان، بٹرنڈ رسل وغیرہ وغیرہ کی کتابیں پڑھ کر زیادہ خوش ہوتے ہیں اور غیر مسلموں

کے رَسم ورواج کو ہم اپنانے میں زیادہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ اگر اس رجحان کو روکا نہ گیا تو پھر ایک زمانہ آئیگا کہ ہماری نسلیں اسلامی کلچر چھوڑ کر غیر اسلامی کلچر کو ہی اسلام سمجھیں گی۔ چند ایک مثالیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں حضرات خلفائے راشدین اور بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے تک نہیں تھیں، اب وہ ہم میں سرایت کر چکی ہیں اور ہم انکو اسلام کا حصہ سمجھتے جا رہے ہیں مثلاً

(۱) انگریزی لباس پہننا ہم زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں بہ نسبت اپنا لباس پہننے کے۔

(۲) انگریزی زبان پڑھنا اور اسکو بولنا اور لکھنا ہم اُردو زبان سے زیادہ فخر محسوس کرتے ہیں۔

(۳) عربی زبان (Arabic Language) کو ہم نے ایسے پسِ پشت ڈالا ہوا ہے گویا کہ اسکا وجود ہی نہیں ہے حالانکہ سب سے زیادہ ضروری زبان ہمارے لیے یہی ہے کیونکہ اسی زبان میں ہماری کتابِ ہدایت ہے یعنی قرآن مجید اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ اگر ہم یہ زبان نہیں سیکھیں گے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتے اور جو ہدایت حاصل نہیں کرتا، وہ جاہل رہ جاتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی موجودگی میں حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیغام کو سمجھتے بھی تھے لیکن **چونکہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے**، نہ اسکو مانتے تھے، مکہ کے مشرکین کو جب تک مشرکین رہے، زمانہ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اگر ہم جاہل رہنا چاہتے ہیں تو پھر ہمارا حشر بھی وہی ہوگا جو مشرکینِ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کا ہوا تھا ہمارے سرداروں کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا جو باوجود اقتدار رَکھنے کے عربی زبان کو عام نہیں کرتے۔

حضرت **عبداللہ بن عباس** رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تین [۳] باتوں کے باعث **اہلِ عرب سے محبت رَکھو**۔ (۱) میں عربی ہوں (۲) قرآن حکیم عربی میں ہے اور (۳) اہل جنت کی زبان عربی ہوگی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۵۱)

(۴) سالگرہ منانا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں کوئی رواج نہیں تھا۔ یہ ہم نے غیر مسلم مغربی قوموں سے لیا ہے۔

(۵) برسی منانا بھی ہم نے مغربی غیر مسلم قوموں سے لیا ہوا ہے۔
(٦) شادی کی سالگرہ (Wedding Day) بھی غیر مسلموں سے لیا ہوا ہے۔
(۷) فوت ہونے کے بعد قل، تیجا، ساتا، دسواں اور پھر چالیسواں خود ساختہ رواج ہیں۔ **یہ بدعات ہیں**۔ صرف تین (۳) دِن تک افسوس کرنے کی اجازت تھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں باقی ایام ہم نے بعد میں داخل کیے ہیں شاید ہندوؤں سے لیے ہوئے ہیں۔ تین (۳) دِن کے دوران قل کی رَسم کا کوئی وجود نہیں تھا اور قرآن خوانی کا رواج بھی نہیں تھا۔ نہ ہی ان تین (۳) دِنوں میں مجمع کو کھانا کھلانے کا رواج تھا۔
(۸) خوشی کے موقع پر تالی بجانے کا رواج کوئی نہیں تھا۔ صرف اللہ اکبر یا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیلئے کوئی اَور لفظ استعمال ہوتے تھے جیسے سبحان اللہ اور الحمدللہ وغیرہ
(۹) پارلیمنٹ میں خوشی کے موقع پر تالی بجانا بھی غیر مسلمانہ رواج ہے اور ڈیسک بجانا تو انتہائی نامناسب حرکت ہے۔ پارلیمنٹ کا ترجمہ مجلسِ شوریٰ کیا گیا ہے۔ کیا اسلامی مجلسِ شوری امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تالیاں بجائی جاتی تھیں بلکہ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ ''**وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً**''۔ (الانفال ۸، آیت ۳۵) ترجمہ ''میرے گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس (مسجدِ حرام میں) ان لوگوں کی نماز تو صرف یہ ہوتی ہے کہ تالیاں بجالیں اور سیٹیاں بجالیں''۔ (مشرکین کا یہ طریقہ تھا)
(۱۰) ویلنٹائن ڈے، فرسٹ اپریل فول، یہ غیر اسلامی رَسوم ہیں۔
(۱۱) عرس منانا بھی غیر اسلامی ہے۔ نہ نبی کا عرس منایا جاتا ہے اور نہ ہی کسی صحابی کا

یہ چند ایک مثالیں ہیں اور اگر آپ معاشرے کا غور سے مطالعہ کریں تو بہت سی غیر اسلامی عادتیں ہم اپنائے جا رہے ہیں، اس طرح ہم اسلام کو آہستہ آہستہ پیچھے چھوڑتے جا رہے ہیں اور بدعات اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ ''**ہر بدعت گمراہی ہے**''۔ (مشکوٰۃ شریف) وقت کی ضرورت ہے کہ عربی زبان کو عام کیا جائے اور قرآن

کریم اور حدیث شریف کی تعلیم کو عام تعلیم کیساتھ باقاعدہ وقت دیا جائے۔

جہاں تک ملکی قوانین کا تعلق ہے، اکثر غیر اسلامی ہیں مثلاً

(۱) ہمارا نظامِ تعلیم غیر اسلامی ہے۔

(۲) ہمارا طرزِ حکمرانی غیر اسلامی ہے۔

(۳) ہماری معیشت سود پر مبنی ہے۔ یہ بھی غیر اسلامی ہے۔

(۴) ہمارا ٹیکسیشن سسٹم بھی غیر اسلامی ہے۔

(۵) زکوٰۃ کا کوئی منظّم نظام نہیں ہے۔

(٦) نظامِ عدالت بھی اسلام کی طرز پر نہیں ہے۔

(۷) پاکستان کے آئین میں لکھا ہوا ہے کہ کوئی قانون قرآن کریم اور سنت کیخلاف نہیں بنایا جائیگا، یہ صرف لکھنے کی حد تک درست ہے۔ اس پر عمل نہیں ہو رہا۔

(۸) پارلیمانی جمہوریت غیر اسلامی ہے۔ اسلامی جمہوریت اَور طرز کی ہوتی ہے جس میں نہ جلسے جلوس ہوتے ہیں، نہ ووٹرز خریدے جاتے ہیں، نہ انکو دھمکایا جاتا ہے، نہ انکو قتل کیا جاتا ہے، نہ جیتنے والی پارٹی تکبر کرتی ہے، نہ ہارنے والی پارٹی دوسرے پر دھاندلی کا الزام لگاتی ہے، نہ ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالا جاتا ہے۔ اختلافِ رائے کے بعد اختلاف ختم ہو جاتا ہے جبکہ موجودہ جمہوریت میں یہ اختلاف مخالفت تک چلا جاتا ہے جو کہ بعد میں قتل و غارت کا سبب بنتا ہے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پارلیمانی جمہوریت کے متعلق صحیح فرمایا تھا

؎ جمہوریت ایک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تقریروں میں فرمایا کہ

''میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ وہ پارلیمانی جمہوریت جو انگلستان میں رائج ہے، ہمارے لیے قطعاً موزوں نہیں ہے''۔

(۹) سودی نظام، بینکنگ، پرائز بانڈز، سیونگ سرٹیفکیٹس اور ہاؤس فنانسنگ وغیرہ وغیرہ سب غیر اسلامی ہیں۔

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ

اِبرَاہِیم ۱۴

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۵۲ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ط وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۸) الف لام را۔ یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) ہم نے اسلئے نازل فرمائی ہے کہ تم لوگوں کو (باطل کی) **تاریکیوں** سے نکال کر (حق کی) **روشنی** میں لاؤ انکے رَبِّ کریم کی مشیت سے۔ اس اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف جو کائنات میں سب سے زیادہ زبردست ہے اور سب سے زیادہ قابلِ تعریف ہے۔[۱]

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو کہ ہر اس چیز کا مالک ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ **جو لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے، وہ کافر ہیں** (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلق کا انکار کرتے ہیں) اور انکے لیے سخت ترین عذاب ہے۔[۲]

شَدِيْدٍ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ
لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى
بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

یہ (کافر اور مشرکین) لوگ **دُنیا** کی زندگی کو **آخرت** پر ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس سیدھے راستے کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ یہ گمراہی کے راستے پر بہت دُور نکل گئے ہیں۔[۳]

ہم نے کوئی **رسول** ایسا نہیں بھیجا **جو کہ اپنی قوم کی زبان نہ جانتا ہوتا کہ وہ انکو ہماری ہدایات کھول کر سمجھا دے** لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ وہی کائنات میں سب سے زبردست اور سب سے دانا ہے۔[۴] (جو ہدایت مانگتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ جو نہیں مانگتے، ان کو نہیں دیتا۔ ایسے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں)

ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں (توحید اور رسالت کی) دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (جہالت کی) **تاریکیوں** سے نکال کر (ہدایت کی) **روشنی** کی طرف لائے اور انہیں ''**ایامِ اللہ**'' کے واقعات سنائے کیونکہ ان واقعات

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ
ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ
عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا

میں بڑی **سبق آموز** اور عبرت ناک **باتیں** ہیں ہر اس (شخص اور قوم) کیلئے جو صبر کرنے والے اور ہمارا شکر کرنے والے ہیں۔[۵]

''ایامِ اللہ'' کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا تم سب شکر اَدا کرو کہ اس نے **ہمیں آلِ فرعون سے آزادی دلوائی** (**مشرکین** سے اہل توحید بنی اسرائیل کو آزادی دلوائی) جو کہ ہمیں سخت سے سخت عذاب دیتے تھے اور ہمارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور عورتوں کو زندہ رَکھتے تھے۔ اس عذاب میں تمہارے لیے تمہارے رَبِّ عظیم کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔[۶] (آزمائش یہ تھی کہ کیا تم توحید پر قائم رہتے ہو یا فرعون کے ڈَر سے مشرکانہ مذہب اختیار کرتے ہو)

اور یاد کرو جب تمہارے رَبِّ کریم نے تم سے کہا تھا کہ اگر تم شکر کرتے رہو گے تو ہم تمہیں اَور نعمتیں عطا فرمائینگے اور اگر تم میری ناشکری کرو گے تو میری سزا بھی بہت سخت ہوگی۔[۷] (کنعان سے ہجرت کر کے میں نے تمہیں مصر میں آبسایا جہاں کی زرخیز زمین کی وجہ سے تمہیں ہر نعمت حاصل تھی لیکن تم عرصہ دراز تک میری ناشکری کرتے رہے، اسلئے میں نے آلِ فرعون کے ہاتھوں تمہیں سزا دلوائی)

اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝۹ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ

اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے یہ بھی کہا کہ (اے میری قوم!) اگر تم اور روئے زمین کے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ (تمہارے شکر کرنے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ ذاتِ اقدس) بے نیاز ہے اور قابلِ تعریف ہے۔[۸] (اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ شکریے کا محتاج ہے اور نہ تعریف کا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی شان زیادہ نہیں ہونے لگی اور اس کی تعریف کرنے سے اس کی عظمت میں زیادتی نہیں ہونے لگی۔ یہ تو انسان کے اپنے فائدے کی بات ہے کہ اگر وہ شکر کریگا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو جہنم سے دُور کر دیگا اور جنت کا دائمی گھر عطا کرے گا)

(''ایامِ اللہ'' کے واقعات میں سے کچھ واقعات یہ ہیں کہ) تمہیں قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود اور انکے بعد آنے والی قومیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کے حالات ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔

(اب ہم بتاتے ہیں کہ) انکے پاس انکے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے رسولوں کے منہ پر ہاتھ رَکھ دیئے (یعنی انکی بات سننے سے انکار کرتے رہے) اور کہا کہ جو پیغام تم لائے ہو، اسکو ہم نہیں مانتے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو، اس میں ہمیں شک ہے۔[۹] (مثلاً توحید میں وہ شک کرتے، دوبارہ زندہ ہونے

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ
مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ
تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا

میں شک کرتے تھے اور رسول کے نبی ہونے میں شک کرتے تھے اور جنت اور دوزخ میں شک کرتے تھے)

انکے رسولوں نے کہا کہ کیا اس اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرتے ہو جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ وہ تو تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے اسلئے کہ تمہارے گناہ معاف کردے اور تم کو ایک مدت تک (نیک کام کرنے کی) مہلت دے۔ لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے انسان ہو۔ تمہارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ تم ہمیں ان ہستیوں (یعنی بتوں) کو پوجنے سے روکنا چاہتے ہو جنکی بندگی ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں (اور مشرکین نے کہا کہ) لاؤ واضح ثبوت جو تم کہہ رہے ہو۔ (توحید باری تعالیٰ اور دوسری چیزوں کے متعلق)[۱۰]

انکے رسولوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرح کے ہی انسان ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، مہربانی فرماتا ہے (یعنی رسالت عطا فرماتا ہے) اور ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی سند (معجزہ یا ثبوت) لاسکیں اور مومن تو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل رکھا کرتے ہیں۔[۱۱] (ہم

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪
وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ
مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ
⑬ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ
لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ⑭ وَاسْتَفْتَحُوْا

نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھا ہوا ہے)

(مومنین نے جو کہ نبی کے ساتھی تھے کہا کہ) کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں جبکہ اس نے ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کی اور جو تکلیفیں تم ہمیں دے رہے ہو، ان پر ہم صبر کرینگے اور بھروسہ کرنے والوں کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے۔ (نہ اپنی ذات پر جسکو غلطی سے ہم خود اعتمادی کہتے ہیں، نہ وسائل پر اور نہ ہی کسی مخلوق پر)[۱۲]

کافروں نے کہا اپنے رسولوں سے کہ ہم تمہیں یا تو اپنے ملک سے **جلاوطن** کر دینگے یا تم ہمارے طریقے (**مذہب**) پر واپس آ جاؤ تو ہم نے اپنے رسولوں پر وحی کی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کرنے والے ہیں اور اسکے بعد ملک میں تم کو اختیار (یعنی اقتدار) دینگے۔ یہ انعام (یعنی انکی نجات اور انکو بعد میں ملک کا اقتدار دینا) ان لوگوں کے لیے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے (اپنے اعمال کی جواب دہی کیلئے) اور اللہ تعالیٰ کی تنبیہات سے ڈرتے ہیں۔[۱۳-۱۴]

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ
وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ
يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ
بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨ اشْتَدَّتْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا
كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

(مشرک قوموں نے) ہم سے فیصلہ مانگا تھا (تو ہمارے فیصلے نے انکو ہلاک کر دیا) اور اس طرح ہر ظالم ضدی منہ کی کھاتا ہے۔[۱۵] (یہ تنبیہ مشرکین کو جو قیامت تک آنے والے ہیں، کی جارہی ہے)

دُنیا کے اس عذاب کے بعد ایک عذاب جہنم ہوگا جس میں وہاں جہنمیوں کو پانی پینے کیلئے دیا جائیگا جو پیپ کی طرح کا ہوگا۔ وہ زبردستی حلق سے اُتارنے کی کوشش کرینگے لیکن مشکل سے ہی اُتر سکے گا۔ موت چاروں طرف سے ان پر چھا جائیگی لیکن وہ مریں گے نہیں اور اسکے بعد اس سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائیگا۔ (جہنم میں عذاب پر عذاب آئیگا)[۱۶-۱۷]

جو لوگ اپنے رَبِّ واحد پر ایمان نہیں لاتے، انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے **راکھ** (راکھ کا کوئی وزن نہیں ہوتا) جسے ایک طوفانی آندھی نے اُڑا دیا ہو۔ (آخرت میں) وہ اپنے کیے ہوئے (نیک اعمال) کا کچھ بھی اَجر نہ پاسکیں گے۔ یہ گمراہی (یعنی اللہ تعالیٰ کو یکتا اور واحد نہ ماننے کی) بہت بڑی گمراہی ہے۔[۱۸] (یعنی شرک ظلم عظیم ہے)

تشریح: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ:

قرآن حکیم پر جو بھی عمل کرتا ہے، تاریکی سے نکل کر روشنی میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہر **بُرائی تاریکی** ہے اور ہر **نیکی روشنی** ہے۔ دُنیا میں ایک بُرائی دوسری بُرائی کو جنم دیتی ہے لہٰذا انسان بُرے سے بُرا ہوتا جاتا ہے گویا کہ وہ اندھیرے میں چل رہا ہے اور اسکے سب کام اُلٹے ہو رہے ہیں۔

اسی طرح نیکی بھی نیکی کو جنم دیتی ہے اور وہ نیکی انسان کے دِل و دماغ کو روشن کر دیتی ہے اور اسکا ہر کام ٹھیک ٹھیک انجام پذیر ہوتا ہے۔

آخرت میں بُرائی **اندھیرے** کی صورت میں ظاہر ہوگی اور نیک کام **روشنی** کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا کہ ''وہ دِن (بھی یاد رَکھنے کے قابل ہے) جب ایمان والوں اور ایمان والیوں کو لوگ دیکھیں گے کہ انکا نور انکے آگے اور انکی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔ آج تم کو بشارت ہے باغوں کی جنکے نیچے ندیاں جاری ہیں۔ جن میں ہمیشہ رہو گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے''۔ (دیکھیں الحدید ۵۷، آیت ۱۲)

بُرے لوگوں کے اعمال میں چونکہ روشنی کی بجائے اندھیرا ہوگا، اسلئے انکو کچھ نہیں سوجھے گا اور وہ نیک لوگوں کو کہیں گے کہ ہمیں بھی کچھ روشنی دے دو۔ وہ مسلمان جو اپنے دِین میں پُرخلوص نہیں ہیں (یعنی منافق ہیں) انکا حال بھی کافروں جیسا ہوگا کیونکہ انکے اعمال بھی قبول نہیں ہونگے اور انکے نیک اعمال بھی بُرے لکھے جائینگے اور وہ بُرے اعمال آخرت میں تاریکی کی صورت میں ظاہر ہونگے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ''**يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ**''۔ (الحدید ۵۷، آیت ۱۳) ترجمہ ''قیامت کے دِن منافق مرد اور منافق عورتیں (وہ مسلمان جو اپنے عقیدوں میں اور اپنے اعمال میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ پُرخلوص نہیں ہیں) ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کر لیں''۔

وہ مومنین سے اسلئے درخواست کرینگے کہ انکے اپنے اعمال میں کوئی نور (روشنی) نہیں ہوگا اور وہ جنت کا راستہ نہیں دیکھ سکیں گے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ:

تمہارے رَبّ کریم نے اعلان فرمادیا ہے کہ **اگر تم شکر گزار بنو گے** تو میں تم کو اَور زیادہ عطا کرونگا اور **اگر تم ناشکری کرو گے تو تمہیں سخت سزا دونگا۔**

اللہ تعالیٰ کا یہ اَٹل قانون ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو زیادہ دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا نہیں کرتا اور اُلٹا گلے شکوے میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو بند کر دیتا ہے اور مزید عذاب کے راستے کھول دیتا ہے۔ یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے جو بدل نہیں سکتی۔

''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ ۝''۔(البقرۃ۲، آیت۱۵۲) ترجمہ ''اگر تم مجھے یاد رَکھو گے تو میں تمہیں یاد رَکھونگا اور میری نعمتوں کا شکر اَدا کیا کرو اور ناشکری مت کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرک کے غلبہ سے آزادی دلوائی تا کہ ہم آزادانہ ماحول میں **اللہ تعالیٰ** اور اسکے **رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حکموں کے مطابق بغیر کسی روک ٹوک کے عمل کر سکیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مشرک کے غلبہ سے آزادی دلوائی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کتابوں تورات اور انجیل پر عمل کر سکیں اور انکو کوئی روکنے والا نہ ہو لیکن بنی اسرائیل نے اس آزادی کا شکر اَدا نہیں کیا اور انکی تاریخ ناشکری سے بھری ہوئی ہے۔ ناشکری کرتے کرتے اس حد تک پہنچے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت ہوئی تو باوجود اسکے کہ انکی کتابوں تورات اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نبوت کی نشانیوں کے بارے میں واضح طور پر لکھا ہوا تھا، بنی اسرائیل آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو بھی ٹھکرا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال تک چند گنتی کے بنی اسرائیل ہونگے جو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ باقی قوم آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں

لائی اور جو بنی اسرائیل عرب میں بسے ہوئے تھے، انکو نکال دیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انکی ضد اور ہٹ دھرمی کو دیکھا تو آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ج صلے وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝**'' (الاعراف ۷، آیت ۱۶۷) ترجمہ'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو انکے رَبِّ کریم نے اطلاع فرمائی کہ) تیرا رَبِّ کریم ان بنی اسرائیل کو قیامت تک بُرے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رکھے گا کیونکہ تیرا رَبِّ کریم بہت جلد عذاب دینے والا ہے لیکن وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے''۔

ہمیں اس سے سبق لینا چاہیے اور اس آزادی کا شکریہ اَدا کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوششوں سے ہندو مشرکین کے غلبہ سے دلوائی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں اَدا کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نظام کو ملک میں رائج کریں لیکن ہمارے حکمران قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اسی نظام پر ملک کو چلائے جا رہے ہیں جو کہ فرنگی سے وراثت میں ملا ہے۔

قرآن کریم کے نظام کو ملک میں رائج کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم کو صحیح رُخ پر لائیں۔

صحیح لیڈر (Leader) ابھی تک ہمیں میسر نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے نظام کو سمجھے اور اسکو رائج کرنے کا علم اور حکمت بھی رَکھتا ہو لیکن ہمیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ حالات کو بدلے گا اور ہم ایک دِن غیر اسلامی طرزِ حکومت کو چھوڑ کر اسلامی طرزِ حکومت اپنا لینگے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سچ کہا کہ

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

۝.....۝.....۝

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ
۝۱۹ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝۲۰ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ
جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا
لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ
سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ
مَّحِيْصٍ ۝۲۱ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۲۷) (اے لوگو جو ایمان نہیں لائے) کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین **حق** پر پیدا فرمائے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ نئے لوگوں کو لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ہرگز مشکل نہیں ہے۔ [۱۹-۲۰] (تمہیں عذاب سے تباہ کر دے اور ایک دوسری قوم کو جو اہل ایمان ہوں گے، تمہاری جگہ لے آئے گا)

جب سب لوگ (قیامت کے دِن) اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونگے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے جو بڑے (یعنی **متکبر، صاحب اقتدار، مالدار** وغیرہ) بنے ہوئے تھے، کہیں گے کہ دُنیا میں ہم تمہاری پیروی کرتے تھے۔ اب کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہم کو بچاؤ گے؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم تمہیں بھی دکھا سکتے تھے۔ اب ہم سب کیلئے برابر ہے کہ ہم **واویلا** کریں یا **صبر** کریں، بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ [۲۱] (قوم میں بڑے لوگ ہی چھوٹے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اپنے اقتدار اور مال کے اَثر ورسوخ سے)

اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ
فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ
وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ
بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ
قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾
وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ

(قیامت کے روز) جب فیصلہ کرلیا جائیگا تو شیطان کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تمہارے ساتھ سچا وعدہ تھا اور میں (یعنی شیطان) نے جو وعدے کیے، ان میں کوئی بھی پورا نہ کیا اور میرا کوئی اختیار تو تھا نہیں۔ میں نے تو صرف تمہیں اپنے راستے کی طرف بلایا تھا اور تم نے میری بات سن لی (اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی بات نہیں سنی)۔ اب مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ میں یہاں نہ تمہارا مددگار بن سکتا ہوں اور نہ تم میرے مددگار بن سکتے ہو۔ جو تم نے مجھے پہلے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا، میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (میرا حکم ماننے پر) اب ایسے ظالموں کیلئے بہت تکلیف دینے والا عذاب ہے۔[۲۲]

اسکے برعکس جو لوگ **ایمان** لے آئے اور **نیک عمل** کیے، وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جنکے نیچے ندیاں بہہ رہی ہونگی۔ وہ اپنے رَبِّ کریم کی مہربانی سے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں انکا استقبال ''سلام سلام'' سے ہوگا۔[۲۳]
(سلام سلام کا مطلب ہے اے جنتیو! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو)

رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ
حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ
كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا
لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ
الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہِ طیبہ (یعنی ایمان کی ہر پاکیزہ بات) کی ایک مثال دی ہے مثلاً ایک درخت ہے پاکیزہ۔ اسکی جڑ مضبوط ہے اور اسکی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر وقت وہ اپنے رَبِّ کریم کی مشیت سے پھل دے رہا ہے۔ ایسی مثالیں اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے اسلئے بیان فرماتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[۲۴-۲۵] (اور اللہ تعالیٰ واحد کی بندگی کی طرف رجوع کریں۔ پاکیزہ کلمہ پاکیزہ زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے)

(اسکے برعکس) ایک دوسرا کلمہِ خبیثہ کی مثال ہے (یعنی بُری بات) کہ ایک نکما درخت ہے جو کہ زمین کی سطح سے اُکھڑا ہی چاہتا ہے اور اس میں کھڑے رہنے کی کوئی طاقت نہیں۔[۲۶] (بُری بات بُرائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے)

جو لوگ ایمان لائے، اللہ تعالیٰ انکو قولِ ثابت (کلمہ طیبہ یعنی اچھی بات) کی بنیاد پر دُنیا اور آخرت میں ثابت قدم رَکھتا ہے اور ظالموں (یعنی کلمہ خبیثہ کے پیروکار

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝۲۷

مشرکین اور کافرین) کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے، کر سکتا ہے۔[۲۷]

تشریح: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ:

اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں **حق کو قبول** فرماتا ہے اور باطل (یعنی جھوٹ) کو قبول نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں انسان کو بتا دیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل (یعنی جھوٹ) کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حق کو **باوزن** کیا اور **باطل** کو بے وزن کیا۔ جو حق پر چلیں گے، قیامت کے روز انکے اعمال کا پلڑہ بھاری ہوگا اور وہ جنت میں جائینگے اور جو باطل (یعنی جھوٹ) پر چلیں گے، انکے اعمال کا پلڑہ ہلکا ہوگا۔ وہ جہنم میں جائیں گے۔

اچھی بات (یعنی ایمان کی بات) اور بُری بات (یعنی کفر کی بات) کا اللہ تعالیٰ نے موازنہ فرمایا ہے۔ اچھی بات **حق** ہے اور بُری بات **باطل** ہے۔ اسی طرح اچھے عمل اور بُرے عمل کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ اچھی بات صحتمند درخت کی طرح پرورش پاتی ہے اور اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ بالآخر اپنی نعمتوں سے انسان کو نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت آخرت میں جنت ہے جس میں اچھی بات اور اچھا عمل کرنے والے لوگ داخل ہونگے مثلاً صدقے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝**'' (البقرہ ۲، آیت ۲۶۱) ترجمہ ''جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، انکے مال کی **مثال اس دانے کی سی ہے** جس سے **سات**[۷] **بالیں** (خوشے) نکلیں اور ہر بال (خوشہ) کے اندر سو[۱۰۰]، سو[۱۰۰] دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے''۔ (سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب کی اُمید رکھیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے حلال کمائی سے

کھجور کے برابر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرماتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ سے اسکو لیتا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مزید فرمایا کہ ''پھر اللہ تعالیٰ اسکو ایسے پالتا ہے جیسے تم اپنے بچھڑے کو پالتے ہو یہاں تک کہ وہ صدقہ یعنی ایک [۱] کھجور اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۹۴)

حق بات اور **حق عمل** کو اللہ تعالیٰ اسی طرح پرورش کرتا ہے اور بلند کرتا ہے جیسے اوپر کی دو مثالیں دی گئی ہیں گویا کہ جب آپ جنت میں جائیں گے تو آپ کو ایک مقبول نیکی کا سات سو نیکیوں کے برابر اَجر دیا جائیگا یا اس سے بھی زیادہ۔

اسکے برعکس بُری بات نکمّے درخت کی طرح ہے کہ نہ تو وہ بڑھتا ہے، نہ پھل لاتا ہے اور نہ ہی سایہ دار ہوتا ہے اور اسکی جڑ بھی زمین کے اوپر اوپر ہوتی ہے کہ جب چاہے، وہ گر جاتا ہے یعنی **نکما درخت کسی انسان کو کسی طرح سے فائدہ نہیں دیتا**۔ اسی طرح بُری بات انسان کو بُرے عمل کی طرف مائل کرتی ہے جو کہ بالآخر جہنم کی طرف اسکو لے جاتی ہے جو کہ ایک نکمّی جگہ ٹھہرنے کی ہے۔ **نہ اس نے انسانوں کو فائدہ دیا اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہوا۔**

اس طرح انسان کو یہ سوچنے پر آمادہ کیا جا رہا ہے کہ ہر بُری بات نہ آخرت کے فائدے کی ہے اور نہ دُنیا کے فائدے کی۔ اسلئے اس سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرو تا کہ تم اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہو سکو اور آخرت میں جہنم سے بچ سکو۔

اسکے برعکس اللہ تعالیٰ انسان میں یہ سوچ پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جو بھی اچھی بات اور جو بھی اچھا عمل تم کرو گے، **اسکا اَجر ہم تمہیں یہاں بھی دینگے اور آخرت میں بھی** اور آخرت کا اَجر دائمی ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے ایک نیک کام (یا ایک نیک قول) کی بنیاد رکھی تو جتنے لوگ (قیامت تک) اس پر بعد میں عمل کرتے رہیں گے، ان سب کا ثواب اس ایک آدمی کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائیگا اور انکے نامہ اعمال میں بھی کمی نہیں کی جائیگی۔

اور جس نے ایک **بُرے کام** (یا ایک بُرے قول) کی بنیاد رکھی تو بعد میں جو لوگ بھی (قیامت تک) اسے اختیار کرینگے تو ان سب کا عذاب اسکے نامہ اعمال میں بھی لکھا

جائیگا اور انکے عذاب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائیگی''۔(ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۸۱)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ اب دُنیا میں قیامت تک جو بھی قتل ہوگا، اسکا ایک حصہ قابیل کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال سے اللہ تعالیٰ صدقہ قبول نہیں کرتا''(یعنی حرام کھانے سے کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا)(مشکوٰۃ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک آدمی نے گیارہ درہم کا کرتہ خریدا۔ اگر اس میں ایک درہم حرام کا ہے تو وہ کرتہ جب تک اسکے جسم پر ہے، اسکی نماز قبول نہیں ہوتی''۔(مشکوٰۃ شریف) **حضرت وابصہ بن معبد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) وابصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو(یعنی حق اور باطل کے متعلق)''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے (حضرت) وابصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ''اپنے ضمیر سے پوچھو۔اپنے دِل سے پوچھو۔نیکی (یعنی حق) وہ ہے جس سے تمہارا ضمیر مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو ضمیر کو کھٹکے اور سینے میں تردد پیدا کرے خواہ لوگ تمہیں کچھ فتویٰ دیں''۔([احمد، دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۴) **حضرت حسن بن علی** رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اس بات کو یاد رکھا کہ ''جو بات تجھے شک میں ڈالتی ہے، اسے چھوڑ کر اس بات کی طرف ہو جاؤ جو تجھے شک میں نہیں ڈالتی کیونکہ سچائی (یعنی حق) میں اطمینان ہے اور جھوٹ (یعنی باطل) میں پریشانی ہے''۔([احمد، ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۳) **حضرت ابوجحیفہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خون کو مت بیچو۔اس کی قیمت حرام ہے''۔([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۵)

ے سبب کچھ اَور ہے، تُو جس کو خود سمجھتا ہے زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!
ے اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں
ے اگر جواں ہوں میری قوم کے جسور و غیور قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں [اقبال]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا
وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ج
يَصْلَوْنَهَا ط وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا
لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ط قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ
اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ
الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۲۸ سے ۴۳) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم) کا شکر کرنے کی بجائے ناشکری سے بدل دیا اور اس طرح اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں پہنچا دیا یعنی جہنم جس میں وہ داخل ہونگے اور وہ بدترین رہنے کی جگہ ہے۔[۲۸-۲۹]

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک بنا لیے جو کہ انکو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کرتے ہیں۔ ان مشرکین سے کہو کہ اچھا! مزے اُڑا لو، بالآخر تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے۔[۳۰]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے، کہو کہ **نماز قائم کریں** اور جو ہم نے انکو (**پاک**) **رزق** دیا ہے، اس میں چھپے اور اعلانیہ خرچ کرتے رہیں پیشتر اس کے کہ وہ دِن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہو گی اور نہ دوست نوازی ہوگی۔[۳۱]

یہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو **پیدا** فرمایا اور آسمان

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾
وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ
كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا
الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

سے **پانی اُتارا** پھر اسکے ذریعے تمہارے **رزق** کیلئے ہر طرح کے پھل نکالے اور تمہارے لیے **کشتی** کو تمہارے تابع کر دیا پھر وہ تمہیں سمندر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لے کر چلتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے **دریاؤں** کو بھی تمہارے تابع کر دیا اور اسی نے **سورج** اور **چاند** کو مسلسل تمہارے کام میں لگا دیا اور اسی نے تمہارے لیے **رات اور دِن کو پیدا** فرمایا اور اسی نے تم کو سب کچھ وہ عطا فرمایا **جو تم نے مانگا۔**

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو انکو شمار نہیں کر سکو گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی **ناقدری کرنے والا** اور بڑا ہی **ناشکری کرنے والا** ہے۔[۳۲-۳۴]

ذرا (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا واقعہ بیان کرو جب اس نے دُعا کی کہ اے پروردگار! اس شہر (یعنی مکہ مکرمہ) کو اَمن کا شہر بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ اے رَبِّ کریم! ان **بتوں** نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا۔ جو میرے طریقے پر چلے گا، وہ مجھ سے ہوگا اور جو میرے طریقے پر نہیں چلے گا تو تُو

۞ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ
تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ
غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ
اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى
عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ
﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ

معاف فرمانے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے۔[۳۵-۳۶]

اے ہمارے رَبِّ کریم! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر (خانہ کعبہ/مسجد حرام) کے پاس لا بسایا ہے۔اے ہمارے رَبِّ کریم! (اسلئے مسجد حرام کے قریب بسایا تا کہ) یہ نماز قائم کریں لہٰذا تو لوگوں کے دِلوں کو اس گھر کا گرویدہ بنادے اور انہیں کھانے کیلئے میوے (رزق) عطا فرما تا کہ یہ تیرا شکر اَدا کریں۔[۳۷]

اے ہمارے رَبِّ کریم! تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں (اپنے دِلوں میں) اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں (زبان اور عمل سے) اور (حقیقت یہ ہے کہ) کوئی چیز بھی زمین و آسمانوں میں اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔[۳۸]

سب تعریفیں اس خدا تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے اس بڑھاپے میں

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾
رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۖ
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْلِىْ وَلِوَالِدَىَّ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ
اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ
لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ
رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ
هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

(حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) اور (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) جیسے بیٹے دیے۔ یقیناً میرا رَبِّ کریم دُعا کو سنتا ہے۔[۳۹] (اور جواب دیتا ہے)

اے میرے رَبِّ کریم! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔

اے ہمارے رَبِّ کریم! ہماری دُعا قبول فرما، اے ہمارے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور تمام ایمان والوں کو حساب کے دِن معاف کردے۔[۴۰-۴۱]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) یہ ظالم لوگ (یعنی مشرکینِ مکہ) جو کرتوت کر رہے ہیں، تم اللہ تعالیٰ کو ان سے غافل نہ سمجھو۔ ہم انکو اس دِن کیلئے ڈھیل کر رہے ہیں جب انکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائینگی۔ (یعنی قیامت کے دِن)[۴۲]

وہ سر اُٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہونگے۔ نظریں اوپر ہونگی اور دِل پریشان ہونگے۔ (جیسے دُنیا میں تکبر سے چلتے تھے، اب بھی تکبر سے چلیں گے۔ دِلوں کا سکون صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہے)[۴۳]

تشریح: بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا:

مکہ کے مشرکین سوائے چند گنتی کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت اور قرآن حکیم کا انکار کرنے والے تھے۔ وہ دو بڑی نعمتوں کی ناشکری کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو رسول نہیں مانا اور قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں مانا۔ وہ اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر اپنے راستے پر مسلسل ڈالتے رہے جسکا انجام اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ آخرت میں انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ہمارے بڑوں کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ جو بُری عادتیں خود رَکھتے ہیں، وہ اپنے اَثر و رسوخ کی وجہ سے لوگوں میں بھی پھیلا دیتے ہیں۔ اس طرح وہ ساری قوم کو خراب کر رہے ہیں۔ یہ انکے فائدے کی بات ہے کہ **قرآن حکیم** اور **احادیث رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس طرح مانیں اور ان پر عمل کریں جیسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مانا تھا اور وہ ان پر عمل کرتے تھے۔

اگر ہمارے بڑے اور ہم یہ کرلیں تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو ہمارے اردگرد بے حساب موجود ہیں، انکا شکر ادا کرنے کا شعور پیدا ہو جائیگا۔

خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کو گننے لگو تو یہ اتنی کثیر ہیں کہ تم انکو نہیں گن سکتے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ شکوے کے الفاظ میں کہتے ہیں کہ ''**اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ**'' کہ انسان ظالم ہے اور ناشکرا ہے جو میری نعمتوں کی نہ تو قدر کرتا ہے اور نہ دِل سے شکر گزار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن مجید میں فرما دیا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اَور زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو پھر تم میرے عذاب کے بھی مستحق ہو گے۔ (**دیکھیں سورۃ ابراہیم** ۱۴، آیت ۷)

کیا کوئی عقلمند انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ اپنے محسن کا شکر اَدا نہ کرے لیکن افسوس کہ ہم ہر وقت **حالات کا گلہ شکوہ** ہی کرتے رہتے ہیں۔ جو کچھ **ہمارے پاس** ہے، اسکا شکر اَدا نہیں کرتے۔ جو کچھ ہمارے پاس نہیں ہے، اس پر ہم صبر نہیں کرتے بلکہ شکوہ کر کے

ناشکری کرتے ہیں۔

بہتر ہے کہ ہم اپنے رویے کو بدلیں اور اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں جو ہمیں حاصل ہیں، انکا شکر اَدا کرتے رہیں۔

اے رَبّ العالمین! ہمیں اپنے عذاب سے بچائے رَکھ اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر اَدا کرنے کی توفیق عطا فرما اور تو اپنی نعمتوں میں ہمارے لیے کمی نہ فرمانا بلکہ مزید عطا کرنا کیونکہ نعمتوں کا عطا کرنے والا ساری کائنات میں تیرے سوا اَور کوئی نہیں ہے۔

اے رَبّ العالمین! ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت ہمارے نصیب میں لکھ دے تاکہ ہم تیری مغفرت اور جنت حاصل کرسکیں۔

؎ دِل سوز سے خالی ہے نگاہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے
ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل ! تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے
وہ آنکھ کہ ہے سرمہ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے! نمناک نہیں ہے
بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری
میرے لیے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے
عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

[اقبال]

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّآ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ وَتُبۡ عَلَيۡنَآ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ

۝.....۝.....۝

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ
نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا
اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾
وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ
الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ
مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ

ترجمہ◄ (آیات ۴۴ سے ۵۲) (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اور تم لوگوں کو اس دِن کے عذاب سے ڈراؤ جب یہ ظالم (یعنی کافرین) کہیں گے کہ اے ہمارے رَبّ تعالیٰ! اگر ہمیں تھوڑی سی مہلت اَور دے دے **تو ہم تیری باتوں کو مانیں گے** اور **تیرے رسولوں کے نقش قدم پر چلیں گے**۔ (اللہ تعالیٰ کہے گا کہ) کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہمیں تو زوال کبھی نہیں آئیگا۔ (انکا خیال تھا کہ جیسے ہم اب خوشحال ہیں، ہم ہمیشہ خوشحال رہیں گے اور ہم پر عذاب نہیں آئے گا)[۴۴]

حالانکہ تم ان بستیوں میں بس رہے تھے جنہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا (کافر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ پر ہی ظلم کرتا ہے) اور تم پر ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ان کیساتھ کیسا معاملہ کیا اور انکی مثالیں بھی ہم نے تم کو دیں تمہیں سمجھانے کیلئے۔[۴۵] (مثلاً قومِ نوح، عاد، ثمود اور فرعون کی نافرمان قومیں)

انہوں نے اپنی ساری چالیں چل لیں مگر انکی ہر چال کا توڑ اللہ تعالیٰ کے پاس تھا اور حقیقت یہ ہے کہ **انکی چالیں اتنی مضبوط تھیں کہ ان سے پہاڑ ٹل**

۝۴۶ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ۝۴۷ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ
الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۴۸
وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ
۝۴۹ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ
النَّارُ ۝۵۰ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۵۱ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

جائے۔ (یعنی انسانوں کی چالیں کتنی ہی زبردست ہوں، اللہ تعالیٰ کی چال سب سے زیادہ زبردست ہوتی ہے)[۴۶]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) یہ مت خیال کرنا کہ ہم نے جو **وعدہ** رسولوں سے کیا تھا، اسکی خلاف ورزی کرینگے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کا وعدہ رسولوں سے انکی مدد کرنے کا تھا[دیکھیں سورۃ المومن ۴۰، آیت ۵۱])[۴۷]

(ڈراؤ انکو اس دِن سے جبکہ) زمین کو ایک دوسری زمین میں تبدیل کر دیا جائیگا اور آسمانوں کو ایک دوسری صورت میں بنا دیا جائیگا اور سب کے سب اللہ تعالیٰ واحد اور زبردست کے سامنے حاضر ہو جائینگے۔[۴۸]

اس روز تم مجرموں (یعنی کافروں) کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں بندھے ہوئے ہونگے۔ انکے لباس **تارکول** کے ہونگے اور انکے **چہروں** کو آگ نے ڈھانپ رکھا ہوگا۔[۴۹-۵۰]

اس طرح ہم ہر انسان کو **جیسے اعمال اس نے کیے ہونگے، سزا دینگے**۔ یقیناً اللہ تعالیٰ حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگاتا۔[۵۱]

وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۵۲

یہ پیغام (قرآن حکیم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) تمام انسانوں (مسلم اور غیر مسلم) کیلئے ہے تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ واحد کے سوا کوئی رَبِّ کریم نہیں ہے اور نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو **عقل رکھتے ہیں**۔ (یعنی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کو استعمال کرتا ہے۔ جو عقل سے کام نہیں لیتا، وہ جاہل رہتا ہے)[۵۲]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں **آخرت کے عذاب** کے بارے میں اور کافروں کے **رویے** کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس دِن جب کافر عذاب دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ ہمیں کچھ مہلت دے دیں لیکن یہی کافر دُنیا کی زندگی میں آخرت کا انکار کرتے تھے۔ اب وقت ختم ہو چکا، واپس جانے کا کوئی راستہ نہیں۔ اب عذاب کا سامنا کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

کافرین (اور **منافقین**) زمین پر مومنین کیخلاف ایسی ایسی چالیں چلتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی **خاص مدد** اپنے **نبیوں** اور **مومنین** کیساتھ شاملِ حال نہ ہوتی تو وہ نبیوں اور مومنین پر غالب آ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں وعدہ فرمایا کہ وہ اپنے نبیوں کی اور مومنین کی مدد ضرور کریگا۔ قرآن مجید میں ہے کہ ''**اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ**''۔ (المومن ۴۰، آیت ۵۱) ترجمہ ''بیشک ہم مدد کرتے رہتے ہیں اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیا کی زندگی میں بھی اور اس روز بھی جب گواہ کھڑے ہونگے''، یعنی آخرت میں بھی۔ (آخرت میں عذاب اور رحمت کا فیصلہ گواہوں کی بنیاد پر ہوگا۔ قومیں اپنے پیغمبروں کے خلاف یا حق میں گواہی دیں گی اور پیغمبر اور رسول اپنی قوموں کے حق یا خلاف میں گواہی دیں گے جیسا بھی معاملہ ہوگا)

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا کہ ''**ہم پر لازم ہے کہ ہم مومنین کی مدد کریں**''۔ (**دیکھیں سورۃ الروم ۳۰، آیت ۴۷**)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ **ہر نیکی کا دَس گنا بدلہ** لکھتا ہے جبکہ

بُرائی کا بدلہ **ایک ہی بُرائی لکھتا ہے**۔ (مشکوٰۃ شریف) قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا کہ **ایک نیکی کا سات سو گنا** تک کا بھی ثواب مل سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ (دیکھیں **سورۃ البقرۃ** ۲، آیت ۲۶۱)

شکر اَدا کیسے کیا جاتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ اسکے **کسی حکم کی بھی نافرمانی نہ کی جائے** اور اسکے حکم کے آگے پوری رَضا اور حضورِ قلب کیساتھ اس پر **عمل کیا جائے** جسکی مثالیں حضرات **صحابہ کرام** رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زندگی میں بیشمار ملتی ہیں۔

نیک اعمال کا چھپانا مستحب ہے اور بغیر کسی مصلحت کے اپنے کسی نیک عمل کو ظاہر نہ کریں۔ اس سے **ریا** پیدا ہونے کا خطرہ ہے جو کہ شرک ہے اور نیکیوں کو کھا جانے والی حرکت ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ بہترین صدقہ (**مالی خیرات یا نیک عمل**) ایسے خفیہ کیا جائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ کیا عمل کیا گیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بہت تکلیفیں اٹھائیں لیکن کبھی **گلہ شکوہ** نہیں کیا اور نہ ہی اپنے نیک عمل کی **تشہیر** کرنا مناسب سمجھا۔ جب انسان اپنے کسی عمل کو مشہور کرتا ہے یا مشہوری کی غرض سے کرتا ہے تو یہ **شرک** بن جاتا ہے۔

ایسے رویے سے پرہیز کرنی چاہیے۔

ے اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دُنیا؟ من کی دُنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دُنیا؟ تن کی دُنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی ہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے! آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن [اقبال]

ذرا سوچیں ہمارا ملک کتنے ملکوں کا مقروض ہے۔ نہ من ہمارا، نہ تن ہمارا

اَلْحِجْرِ ۱۵

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۹۹ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ① رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ② ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ④

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۸) الف - لام - را۔ یہ فرامین .....الکتاب (یعنی قرآن حکیم) کے ہیں اور قرآن حکیم کے فرمودات بالکل واضح ہیں۔ایک دِن آئیگا کہ کفار (غیر مسلم قیامت کے روز) خواہش کرینگے کہ کاش! ہم بھی تسلیم کر لیتے۔ (اللہ تعالیٰ واحد کو، یومِ آخرت کو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو، قرآن حکیم منجانب اللہ کو)[۱-۲]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انہیں کھانے پینے اور مزے اُڑانے دو اور جھوٹی اُمیدوں پر تکیہ کرنے دو (یہ طنزیہ فقرہ ہے کافروں کیلئے)۔ وہ عنقریب اپنے انجام کو جان لیں گے۔ (کہ ایمان نہ لانا کتنا نقصان دہ ثابت ہوا)[۳]

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۵
وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ
لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا
كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ

ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اسکے لیے ایک خاص وقت ہدایت کا لکھا ہوا تھا۔ (وہ ہدایت کا وقت گزرنے کے بعد ہی ہم نے انکو ہلاک کیا یعنی ہم نے انکو پورا موقع دیا)[۴]

کوئی قوم نہ اپنے وقتِ مقرر سے پہلے، نہ بعد میں ہلاک ہوتی ہے۔ (بلکہ عین اپنے وقت پر جو اسکی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے، ختم ہو جاتی ہے)[۵]

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے وہ شخص! جس پر یہ ذِکر (یعنی قرآن حکیم) نازل ہوا ہے، تُو تو دیوانہ ہے۔[۶]

اگر تو سچا نبی ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے کر کیوں نہیں آتا۔[۷]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! انکو بتا دو کہ) ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) فرشتوں کو حق کیساتھ ہی بھیجتے ہیں (یعنی خاص وجوہات پر) وہ جب آتے ہیں تو پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔[۸]

اس ذِکر (یعنی کتابِ نصیحت، قرآن حکیم) کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور خود ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے۔[۹]

ہم نے پہلے بھی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیجے۔ جب بھی کوئی رسول

شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ
فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ
اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ
جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾
وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ
اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

انکے پاس آیا تو انہوں نے اسکا مذاق ہی اُڑایا۔ ہم مجرموں کے دِلوں میں یہی رویہ ڈال دیتے ہیں اور وہ اس (یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولوں) پر ایمان نہیں لاتے۔ یہی طریقہ پہلے لوگوں کا رہا ہے۔[۱۰-۱۳]

(فرض کرو کہ) ہم آسمان کے دروازے کھول دیتے ہیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو پھر بھی یہ لوگ کہیں گے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔[۱۴-۱۵] (وہ حقیقت کو پہچاننے سے محروم رہیں گے جیسے آج کل ہیں)

ہم نے آسمان میں قلعے بنا رکھے ہیں (ستاروں کے منظّم جھرمٹ) اور دیکھنے والوں کیلئے وہ بہت **خوشنما** ہیں اور ہم نے ہر شیطانِ رجیم سے انکو محفوظ کر دیا ہے۔ اگر کوئی چوری سے سن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شعلہ اسکا پیچھا کرتا ہے۔[۱۶-۱۸]

تشریح: قرآن حکیم کی وہ باتیں جو انسان کی رہنمائی کیلئے ضروری ہیں، وہ سب بالکل واضح

ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور کچھ چیزیں ہیں جو مشتبہات ہیں۔

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں کہ انکو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ **پس جو مشتبہات سے بچا، اس نے اپنا دین اور عزت بچالیں** اور جو کوئی مشتبہات میں داخل ہوگیا، وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو سرکاری چراگاہ کے پاس جانور چراتا ہے۔ قریب ہے کہ وہ انکو اس شاہی چراگاہ میں داخل کر دے۔ خبردار! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اسکی زمین میں حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ خبردار! جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے (یعنی دِل)۔ جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے۔ اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ انسان کا دِل ہے''۔ (یعنی نیت) (تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۴۹)

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ ''یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تم پر (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! یہ کتاب اُتاری ہے۔ اس میں واضح آیات مبارکہ بھی ہیں اور وہی **دَراصل کتاب کا مغز ہیں** اور دوسری آیات مبارکہ بھی ہیں جو **متشابہات** ہیں (جنکے معنی واضح نہیں ہیں)۔ وہ لوگ جنکے دِلوں میں **خلوص** نہیں ہوتا، وہ **فتنہ وفساد** پیدا کرنے کیلئے ان (مشتبہ) آیات مبارکہ پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ وہ انکی عجیب عجیب تاویلات ڈھونڈتے ہیں حالانکہ انکا مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم تو ان سب پر ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''۔ (دیکھیں آلِ عمران ۳، آیت ۷)

سورۃ الحجر کی آیات مبارکہ نمبر ۱۶ سے ۱۸ متشابہات میں سے ہیں۔ آسمانوں میں بُرج کا مطلب اور انتظام اور نظام اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اکثر یہی ہوتا آیا ہے کہ ہر قوم **ضد** کی وجہ سے ایمان نہیں لاتی۔ مشرکینِ مکہ بھی جانتے تھے کہ یہ نبی ہیں اور یہود ونصاریٰ مدینہ میں بھی جانتے تھے کہ یہ نبی ہیں لیکن اپنی انا اور ضد کی وجہ سے جہنم کی آگ کو قبول کر لیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے

پیغام کو قبول نہیں کیا۔

یہاں ٹھہر کر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہماری حالت کیا ہے؟

ہم مسلم ضرور ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمارا نام مسلمین میں ہی لکھا جائے لیکن زمینی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ ہم اسلام کے قوانین پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ صرف نام رَکھ لینا اور ایک فرضی لباس سمجھ لینا کہ یہ اسلامی ہے، اس سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا۔ مسلمان بننے کیلئے تو سخت محنت کی ضرورت ہے جیسا کہ اوپر بتا دیا گیا ہے اسلئے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ

؎ فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ
؎ امراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا غرباء کے دَم سے

[بانگِ درا]

؎ ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو، یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
؎ وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر
؎ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

مسلمان ''**سَلِمَ**'' سے ماخذ ہے۔ اسکا ایک مطلب تو ''تسلیم کرنا'' ہے۔ دوسرا مطلب سلامتی ہے لہٰذا اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کر کے عمل نہیں کرتے تو ہم عملی طور پر مسلمان کیسے کہلائے جا سکتے ہیں اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر معاشرے میں سلامتی کا باعث نہیں بنتے تو ہم مسلمان کیسے اپنے آپکو کہہ سکتے ہیں۔

ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جب کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''**اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۱۳۱) اس آیت مبارکہ پر ذرا غور کریں۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا
مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ
اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾
وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ج وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا
لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ
عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۴۴) اور ہم نے ہی زمین کو پھیلایا (یعنی بنایا) اور ہم ہی نے اس میں پہاڑ جمائے اور ہم ہی نے ہر طرح کی چیز اس میں موزوں طریقے پر بنائی اور ہم نے ہی اس میں روزی کے وسائل رکھے۔ یہ سب کچھ ان کیلئے (یعنی مخلوق کے لیے ہم نے ہی کیا) جنکے رازق تم نہیں ہو۔ (بلکہ ہم ہیں)[۱۹-۲۰]

اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسکے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جو چیز بھی ہم نازل کرتے ہیں (مثلاً رزق) ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔[۲۱] (ہر چیز مکمل ڈسپلن کے مطابق نازل کی جاتی ہے۔ وقت، مقدار اور ضرورت وغیرہ وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے)

اور اسی طرح پانی سے لدی ہوئی ہوائیں ہم ہی بھیجتے ہیں اور آسمان سے پانی ہم ہی برساتے ہیں اور اس پانی سے ہم ہی تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ (خوب جان لو کہ) اس خزانے کے مالک تم نہیں ہو۔ (**بلکہ ہم ہیں**)[۲۱-۲۲]

ہم ہی زندگی اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔[۲۳] (تم کسی چیز کے وارث نہیں ہو)

الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ
حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ
صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ
مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ

اور ہم تم سے پہلے لوگوں کا علم بھی رکھتے ہیں اور تم سے بعد میں آنے والوں کا بھی اور تمہارا ربِّ کریم ہی ان سب کو اکٹھا کرے گا (قیامت کے روز)۔ وہ حکمت والا اور علم رکھنے والا ہے۔[۲۴-۲۵]

ہم نے ہی انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا اور ہم نے ہی اس سے پہلے جنوں کو گرم آگ سے پیدا کیا۔[۲۶-۲۷]

ہم نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کرنے والا ہوں اور جب میں اسے ہر طرح سے ٹھیک کر چکوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک مار چکوں تو تم سب اسکے آگے جھک جاؤ چنانچہ تمام فرشتے اسکے آگے جھک گئے مگر ابلیس نہ جھکا۔ اس نے نافرمانی کی اور جھکنے والوں کا ساتھ نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے ابلیس! کیا وجہ ہے کہ تو نے دوسرے جھکنے والوں کا ساتھ نہیں دیا؟[۲۸-۳۲]

اس نے کہا کہ میرے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس بشر کے سامنے جھکوں

مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ
مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ
خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ
فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى
يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ
لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ
﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا

جسکوتو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا۔[۳۳]

اللہ تعالیٰ نے کہا، یہاں سے نکل جا۔ تُو تو رجیم ہے (تجھے پتھروں کی مار) اور تجھ پر قیامت کے دِن تک مسلسل لعنت ہے۔[۳۴-۳۵]

ابلیس نے کہا کہ مجھے اس دِن تک کیلئے مہلت دے دو جب لوگوں کو دوبارہ اُٹھایا جائیگا۔ (قیامت کے دِن تک)[۳۶]

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اچھا! تجھے مہلت دی جاتی ہے ایک خاص وقت تک۔ [۳۷-۳۸]

اس نے کہا کہ اے رَبّ! جیسا تو نے مجھے بہکایا، اسی طرح اب میں زمین میں انکے لیے دُنیا کی چیزیں خوشنما بناؤں گا اور میں ان سب کو گمراہ کرونگا سوائے ان تیرے بندوں کے جو مخلص ہونگے۔[۳۹-۴۰] (صاف نیت والے ہونگے)

صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی ہے سیدھا راستہ جو میری طرف آتا ہے۔ جو میرے حقیقی (مخلص) بندے ہونگے ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ صرف ان پر زور چلے گا جو تیری پیروی کرینگے تو ایسے لوگوں سے میں جہنم کا وعدہ کرتا ہوں۔[۴۱-۴۳]

اس جہنم کے سات (۷) دروازے ہونگے اور ہر دروازے کیلئے جہنمیوں کی ایک خاص قسم مخصوص کردی گئی ہے۔[۴۴]

تشریح: ذرا آیات مبارکہ نمبر ۴۰ اور ۴۱ پر دوبارہ توجہ فرمائیں۔ انکا مطلب یہ ہے کہ شیطان ان لوگوں کو گمراہ کریگا جو اللہ تعالیٰ سے مخلص نہیں ہونگے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''دِین نصیحت (خیر خواہی، خلوص) کا نام ہے''۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! کس کیساتھ خیر خواہی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کیساتھ (۲) اسکی کتاب کیساتھ

(۳) اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیساتھ

(۴) امیر (حکمران) کیساتھ

(۵) اور عام مسلمانوں کیساتھ''۔ (نسائی شریف، جلد سوم، حدیث ۴۲۰۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ ''کوئی آدمی اسلئے لڑتا ہے کہ اسکی بہادری کے چرچے ہوں اور کوئی شخص اسلئے جہاد کرتا ہے کہ مالِ غنیمت حاصل کرے اور کوئی شخص اپنی فوقیت جتانے کیلئے جہاد کرتا

ہے۔ان سب میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کیلئے جہاد کرتا ہے، صرف وہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا ہے''۔ (باقی تمام غیر اللہ کیلئے لڑتے ہیں اور یہ شرک ہے) (سنن نسائی، جلد دوم، حدیث ۳۱۴۱)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص نے صرف ایک رسّی کی خاطر جہاد کیا، اسے اسکی نیت کے مطابق (ثواب) دیا جائیگا'' (یعنی یہاں جہاد کی نیت نہیں ہے بلکہ رسّی ہی سے خلوص ہے لہٰذا اسے رسّی کا ہی اَجر ملے گا) (سنن نسائی، جلد دوم، حدیث ۳۱۴۳)

نوٹ: یہاں غور کریں کہ ایک آدمی جان کی بازی لگاتا ہے لیکن نیت رسّی کی ہوتی ہے اور وہ قتل بھی ہو جاتا ہے۔ لوگ اسکو شہید بھی کہتے ہیں لیکن آخرت میں اسکو نہ تو شہادت کا اَجر ملے گا، نہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو ہوگا۔ اسکو صرف رسّی کے برابر اَجر ملے گا۔

ایک شخص نے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** سے پوچھا کہ ''جو شخص اَجر اور شہرت دونوں کے لیے جہاد کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اسے کچھ نہیں ملے گا''۔ اس شخص نے تین (۳) دفعہ یہی سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تین (۳) دفعہ یہی جواب دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو خالصاً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو اور اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ہی کی رَضا مندی مقصود ہو''۔ (سنن نسائی، جلد دوم، حدیث ۳۱۴۵)

نوٹ: یہاں غور کریں کہ ایک انسان ہر طرح کی مصیبت اُٹھاتا ہے، مال خرچ کرتا ہے، جان کی بازی لگاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی راضی کرنا چاہتا ہے لیکن **اپنے نفس کو بھی راضی** کرنا چاہتا ہے کہ وہ لوگوں میں بہادر مشہور ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کیساتھ **اپنے نفس** کو ملا دیا تو **یہ شرک ہو گیا**۔ اس شرک نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اسکے دِل سے ایسے غائب کیا کہ آخرت میں اسکو توحید کا تو اَجر کوئی نہیں ملے گا لیکن دُنیا میں وہ مشہور ہو جائیگا کہ

بہادروں کی طرح جان دی اور شہادت پائی حالانکہ حقیقتاً اس نے شہادت نہیں پائی۔ وہ تو مشرک کی طرح مرا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن تین (۳) شخصوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔ پہلے ایک شہید کو لایا جائیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ انہیں جان جائیگا تو پوچھیں گے کہ پھر تم نے ان نعمتوں کے شکر کے طور پر کیا عمل کیا؟ وہ عرض کریگا کہ میں نے تیرے لیے جنگ کی یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) تم جھوٹے ہو۔ تم نے تو اسلئے جہاد کیا تھا کہ لوگ تمہیں بہادر کہیں اور یہ کہہ دیا گیا۔ پھر اس کیلئے حکم دیا جائیگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔

پھر اس شخص کو لایا جائیگا جس نے علم سیکھا، سکھایا اور قرآن کریم پڑھا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ انہیں یاد کریگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ پھر تم نے بطور شکر کیا عمل کیا؟ وہ عرض کریگا۔ میں نے علم سیکھا، سکھایا اور تیرے لیے قران کریم پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹے ہو بلکہ تم نے علم اس لیے سیکھا کہ تم عالم کہلاؤ اور قرآن کریم اسلئے پڑھا کہ قاری کہلاؤ اور یہ تو دُنیا ہی میں کہا جا چکا ہے۔ پھر اسکے متعلق بھی حکم دیا جائیگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

پھر ایک مالدار شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ انہیں یاد کریگا تو اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ پھر تم نے بطور شکر کیا کام کیا؟ وہ عرض کریگا کہ میں نے ہر اس جگہ اپنا مال خرچ کیا جہاں تو نے خرچ کرنے کا حکم دیا تھا اور کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہی کہ جس میں تو نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہو اور میں نے تیرے لیے خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تم اسلئے خرچ کرتے تھے کہ تمہیں لوگ سخی کہیں اور یہ کہا جا چکا۔ پھر اسکے متعلق بھی حکم دیا جائیگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں داخل کر دیا جائیگا''۔ (سنن نسائی، جلد دوم، حدیث ۳۱۴۲)

نوٹ: اس پر بھی ذرا غور کریں کہ خلوص اللہ تعالیٰ کیساتھ نہیں تھا بلکہ **اپنے نفس کی خواہشات کو یہ لوگ پورا کر رہے تھے**۔ اسلئے انکے اعمال قبول نہیں ہوئے تو **شیطان ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہتا ہے کہ سوائے خلوص والے لوگوں کے، میں باقی سب کو گمراہ کر دونگا۔**

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا
بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا
نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ
اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ
الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ◄ (آیات ۴۵ سے ۷۷) جولوگ متقی ہونگے (یعنی اللہ تعالیٰ کیساتھ پُرخلوص فرمانبردار ہونگے) انکے لیے باغات اور چشموں کا وعدہ ہے۔ کہا جائیگا کہ داخل ہو جاؤ ان میں اَمن وسلامتی کیساتھ اور ان جنتیوں کے دِلوں میں جو ایک دوسرے کے متعلق کوئی **مَیل** ہوگی، وہ ہم ختم کر دینگے اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے شاہانہ تختوں پر بیٹھا کریں گے۔[۴۵-۴۷]

وہاں انہیں نہ کوئی مشقت کرنی پڑے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے کبھی نکالے جائینگے۔[۴۸]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اعلان کر دو میرے بندوں کے درمیان یہ کہ **میں بہت دَرگزر کرنے والا ہوں** اور **بہت رحم فرمانے والا ہوں**۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کیلئے **نہ کہ شیطان کے بندوں کیلئے**)[۴۹]

لیکن ساتھ ہی جب میرا عذاب آتا ہے تو میں عذاب بھی بہت سخت دیتا ہوں۔ (یعنی شیطان کے بندوں کو)[۵۰]

اور انہیں (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے مہمانوں کا قصہ سناؤ جب وہ اسکے ہاں آئے اور کہا کہ سلام ہو تم پر تو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب دیا۔ ہمیں تو تم سے ڈَر لگتا ہے۔[۵۱-۵۲]

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ
وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ
عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ
فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ
مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ
اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا
الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ

انہوں نے جواب دیا کہ کوئی خوف نہ کرو۔ ہم تو تمہیں **ایک عالم فاضل بچے** کی بشارت دینے آئے ہیں۔[۵۳]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے **اس بڑھاپے** میں اولاد کی بشارت دیتے ہو؟ یہ کیسی بشارت تم دے رہے ہو؟[۵۴]

انہوں نے جواب دیا کہ **ہم بالکل سچی بشارت** دے رہے ہیں۔ تم ہرگز نا اُمید نہ ہونا۔[۵۵]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ (ہاں! تمہاری بات ٹھیک ہے) نا اُمید تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔[۵۶]
(مومن اللہ تعالیٰ سے نا اُمید نہیں ہوتا)

پھر (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے پوچھا کہ تمہارے بھیجے جانے کا مقصد کیا ہے؟[۵۷]

انہوں نے کہا کہ ہم قومِ لوط کی طرف سوائے انکے خاندان کے بھیجے گئے ہیں کیونکہ وہ قوم جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ ہم سوائے اسکی بیوی کے (حضرت) لوط (علیہ

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ
بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ
وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا
حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ

السلام) کے سارے خاندان کو بچالیں گے۔ اسکی بیوی کی تقدیر میں پیچھے رہ جانے والوں کیساتھ رہ جانا مقدر کر دیا گیا ہے۔[۵۸-۶۰]

پھر جب یہ فرشتے (حضرت) لوط (علیہ السلام) کے خاندان کے پاس پہنچے تو (حضرت) لوط (علیہ السلام) نے کہا کہ تم تو اجنبی لوگ لگتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! ہم تو وہ چیز لے کر آئے ہیں کہ جسکے آنے میں یہ لوگ شک کرتے تھے (یعنی عذابِ الٰہی) اور انہوں نے کہا کہ ہم سچ لے کر آئے ہیں۔[۶۱-۶۴]

(اے حضرت لوط علیہ السلام! اب تم ایسے کرنا) کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جانا اور خود انکے پیچھے پیچھے رہنا۔ تم میں سے کوئی پلٹ کر پیچھے نہ دیکھے۔ بس سیدھے چلتے جانا، جدھر جانے کا تمہیں کہا گیا ہے۔[۶۵]

اور ہم نے اپنا یہ فیصلہ اس (یعنی حضرت لوط علیہ السلام) کو پہنچا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔[۶۶]

دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ
الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ
فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾
قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ
بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ
سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ
مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

(قصہ یہ ہے کہ) شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے (حضرت) لوط (علیہ السلام) کے گھر پہنچے۔ (حضرت) لوط (علیہ السلام) نے کہا بھائیو! یہ میرے مہمان ہیں۔ میری رسوائی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مجھے بے عزت نہ کرو۔[۶۷-۶۹]

انہوں (یعنی لوگوں) نے کہا کہ کیا ہم نے تمہیں دُنیا کے لوگوں کی **طرفداری** سے منع نہیں کیا ہوا؟[۷۰]

(حضرت) لوط (علیہ السلام) نے کہا کہ اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں۔ (ان سے نکاح کرلو)[۷۱]

تیری جان کی قسم اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان پر اس وقت (شہوت کا) ایک نشہ چھایا ہوا تھا جس میں وہ مدہوش تھے۔[۷۲] (اسی طرح مشرکین مکہ پر تیری دُشمنی کا نشہ چھایا ہوا ہے اور وہ اس میں مدہوش ہیں)

آخر صبح ہوتے ہی انکو ایک زبردست دھماکے نے آ لیا۔ ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کردیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش کردی۔[۷۳-۷۴]

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

اس قصے میں بڑے سبق ہیں ان لوگوں کیلئے جو تجزیہ نگار ہیں۔[۷۵]

وہ بستی تمہاری شاہراہ کے پاس واقع ہے۔[۷۶]

اس میں مومنوں کیلئے سامانِ عبرت ہے۔[۷۷]

تشریح : اللہ تعالیٰ رحمٰن کے بندوں کو معاف کر دیتا ہے لیکن شیطان کے بندوں کو معاف نہیں کرتا کیونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کا مستقل دُشمن ہے اور انسانوں میں سے بعض بندوں کو اپنا مستقل ساتھی بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے ساتھیوں کو سخت عذاب دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے خلیل کو بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ نبی اور مومنین اللہ تعالیٰ سے کبھی نا اُمید نہیں ہوتے اور مومن کی دُعا کبھی ردّ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے نافرمان شیطان کے ساتھی ہوتے ہیں۔ انکی دُعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتے بلکہ دوسرے وسیلے ڈھونڈتے ہیں۔ اس طرح وہ شرک کرتے ہیں اور مشرک کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر انکا کھانا پینا بھی اکثر حرام ذرائع سے ہوتا ہے اور حرام کھانے اور پہننے والے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ (حدیث شریف سے ماخذ) شیطان کا ساتھی کبھی اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کے دُشمن کو اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر سزا دیتا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی شیطان کے ساتھی تھے۔ انہیں توبہ کی توفیق نہیں دی گئی ورنہ معاف کر دیئے جاتے۔

یہ صورتحال اللہ تعالیٰ نے انکے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اسکے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا کی۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کا پُرخلوص فرمانبردار بننا چاہیے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی اُمید رکھیں۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا
مِنْهُمْ ۫ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ
اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا
فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ
مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ
﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

ترجمہ ◄ (آیات ۷۸ سے ۹۹) اور ''**اَیکہ**'' کی بستی والے بھی ظالم نکلے تو ہم نے ان سے بھی انتقام لیا اور ان دونوں قوموں (یعنی قومِ لوط اور اصحابِ اَیکہ) کے اُجڑے ہوئے علاقے شاہراہ پر واقع ہیں۔[۷۸-۷۹] (ان کے کھنڈرات سے سبق سیکھو)

اسی طرح ''**الحجر**'' کے رہنے والوں نے بھی **رسولوں کو جھٹلایا**۔ ہم نے اپنی (توحید اور رسالت کی) **نشانیاں** انکے پاس بھیجیں لیکن وہ مسلسل انکو **نظر انداز** کرتے رہے۔[۸۰-۸۱]

وہ پہاڑ تراش تراش کر مکان بناتے تھے کہ اس میں اَمن چین سے رہیں لیکن ایک زبردست دھماکے نے انکو صبح سویرے آ لیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے (یعنی پہاڑوں میں مضبوط مکان اسلئے بناتے تھے تاکہ وہ حوادثات سے محفوظ رہیں) وہ انکے کسی کام نہ آئے۔[۸۲-۸۴] (اپنی حفاظت کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں تھا بلکہ پہاڑوں میں مکانات پر بھروسہ تھا۔ یہ بھی شرک ہے)

ہم نے تو آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے، **سچائی (حق)**

الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ
اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا
تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا
تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾
وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى
الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

کی بنیادوں پر بنایا ہے (جو سچائی [حق] پر عمل کریگا، وہی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچے گا)

یاد رکھو، فیصلے کی گھڑی یقیناً آنے والی ہے (یعنی قیامت)۔ پس اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اے مومنین!) درگزر سے کام لو۔ [۸۵] (اپنے دُشمنوں کی باتوں کو ایک حد تک معاف کر دیا کرو)

یقیناً تیرے رَبّ تعالیٰ نے **علم کی بنا پر تخلیق** کی ہے۔ (آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے۔ نہ کہ ظن اور قیاس پر) [۸۶]

ہم نے تم کو سات (۷) ایسی آیات مبارکہ دی ہیں جو بار بار دہرائے جانے کے لائق ہیں (یعنی سورۃ الفاتحہ) اور تمہیں قرآنِ عظیم عطا فرمایا۔ [۸۷]

تم آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو انکی طرف جن کو ہم نے **دُنیا کا مال** دیا ہے اور نہ انکے **دِینی حال پر غم کھاؤ** (بلکہ تمہیں چاہیے کہ) مومنین کیلئے اپنے **کندھے جھکا دیا** کرو۔ (خوش آمدید کہو۔ انکے ساتھ نرم دِلی سے برتاؤ رکھو) [۸۸]

(کافرین کو) تم صاف صاف کہہ دو کہ میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں۔ [۸۹]

ایسی تنبیہات ہم نے ان پر بھی بھیجی تھیں جنہوں نے اپنے ''قرآن حکیم''

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾
الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا
يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ
السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ
الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

(یعنی آسمانی کتاب) کوٹکڑے ٹکڑے کرلیا ہے (یعنی یہود ونصاریٰ)۔قسم ہے تیرے رَبّ تعالیٰ کی! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔[۹۰-۹۳]

پس تجھے جس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے، اسے کیے جاؤ (یعنی تبلیغ) اور شرک کرنے والوں کی ذرا پرواہ نہ کرو۔[۹۴]

ہم تمہارا مذاق اُڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں (مشرک)۔ان کو عنقریب اس کے انجام کا علم ہو جائے گا۔[۹۵-۹۶] (ہمارا عذاب آیا ہی چاہتا ہے)

ہم جانتے ہیں کہ جو باتیں یہ کرتے ہیں، اس سے تمہارا دِل تنگ ہوتا ہے۔تم اپنے رَبِّ کریم کی **حمد** کیساتھ اسکی **تسبیح** کرتے رہو اور اسکی جناب میں **سجدے** کیا کرو (یعنی نفل پڑھا کرو) اور اپنے رَبِّ کریم کی **بندگی کرتے رہو** حتیٰ کہ وہ یقینی وقت آ جائے۔(یعنی موت کا وقت)[۹۷-۹۹] (موت آنے تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے رہو)

تشـــریـــح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ظالموں سے یعنی **مشرکین** اور **گناہگار** قوموں سے انتقام ضرور لیتے ہیں خواہ وہ بڑے بڑے پہاڑوں میں اپنی حفاظت کیلئے اپنے مکانات بنالیں۔ ہمارا عذاب ہر جگہ پہنچنے والا ہے۔

ہم نے پوری کائنات کو **سچے اصولوں** پر بنایا اور جو **شخص** اور جو **قوم سچے اصولوں** کو اپنائے گی، وہی کامیاب ہوگی۔ **جو قومیں سچ پر نہیں چلتیں**، یہاں مثال دی ہے اصحابُ الاَیکہ اور اصحاب الحجر کی کہ ہم انکو ایک وقت آنے پر نیست و نابود کر دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اور مومنین کو ہدایت فرمائی ہے کہ ظالم لوگوں اور ظالم قوموں کی تاریخ تمہیں معلوم ہونی چاہیے اور یہ کہ دُنیا کے **ٹھاٹھ باٹھ** جو سچ پر نہیں بلکہ **جھوٹ** پر تعمیر کئے جاتے ہیں، انکی طرف نظر نہیں کرنی چاہیے۔

پھر یہود و نصاریٰ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے قرآن (یعنی تورات اور انجیل) کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔ بعض باتوں کو مانا اور بعض کو نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مومنین کو ہدایت فرما رہا ہے کہ تم بھی اپنے قرآن حکیم کو **ٹکڑے ٹکڑے** نہ کر لینا ورنہ تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب میں پکڑے جاؤ گے۔

پھر فرمایا کہ تبلیغ کے سلسلہ میں **اللہ تعالیٰ پر بھروسہ** رکھو۔ لوگوں کے **مذاق** سے، انکی **مخالفت** سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگے رہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے تمہیں سرخرو فرمائیگا اور لوگوں کے **خطرناک منصوبوں** اور **حملوں** سے محفوظ رکھے گا۔

ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اب بھی اسی حالت میں موجود ہے جس حالت میں یہ نازل ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی احادیث مبارکہ اور انکے نقشِ قدم یعنی سیرتِ نبوی آج بھی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ **اگر ہم سچ پر نہیں چلیں گے تو ہم کامیاب نہیں ہونگے۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک مومن زِنا بھی کرسکتا ہے، چوری بھی کرسکتا ہے لیکن جھوٹ نہیں بول سکتا''۔ (جنت کی کنجی) جس فرد کو اور قوم کو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے پھر وہ سچ بولنے کی طرف کبھی نہیں آتے اور انکی ساری زندگی جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جھوٹ کا نہ تو اس دُنیا میں کوئی وزن

ہےاور نہ آخرت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو سچ کی بنیادوں پر تعمیر فرمایا ہے۔

ہر سچ کا وزن ہے اور جھوٹ کا کوئی وزن نہیں ہے۔ ابلیس جو کہ ہمیشہ سے جھوٹ بولنے والا تھا، اسلئے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا اور جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ کے سامنے کہ میں تو اس انسان سے بہتر ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے خطاب ہی اسکو یہ دیا کہ ''شیطان جھوٹا ہے''۔

شیطان انسان کی شکل میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا کیونکہ وہ چوری کرنے کیلئے آیا تھا تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور جب تیسری دفعہ پکڑا تو کہنے لگے کہ اے شخص! میں تمہیں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ اگر پسند آئے تو مجھے چھوڑ دینا۔ اس نے کہا کہ **آیۃ الکرسی** کو رات کو پڑھ کر سویا کرو تو شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا اور وہ شخص چلا گیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے (حضرت) ابو ہریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا؟ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ **وہ ہے** ''**جھوٹا**'' لیکن بات اس نے سچی کہی ہے۔ وہ شیطان تھا۔ (مشکوٰۃ)

گویا کہ ہر جھوٹا انسان شیطان ہے۔

جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ)

۝.....۝.....۝

اَلنَّحۡلِ ۱۶

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۲۸ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ① يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ③ خَلَقَ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۲۲) آ گیا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پس اسکے متعلق اب جلدی نہ مچاؤ۔ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔[۱]

اللہ تعالیٰ اس روح یعنی وحی کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، اپنے حکم سے فرشتوں کے ذریعے نازل فرماتا ہے۔ (وحی میں یہی ہدایت ہوتی ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہے لہٰذا تم میری نافرمانی سے ڈَرو۔[۲]

اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین کو سچ کی بنیادوں پر پیدا فرمایا۔ وہ بہت

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤﴾
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿٥﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ
وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿٦﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ
لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧﴾ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ
لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾

بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔[٣]

اس نے انسان کو ایک قطرہ پانی سے پیدا فرمایا اور پھر (بڑا ہو کر) یہی انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑنے لگا (تکبر کی وجہ سے اور اپنی حقیقتِ تخلیق کو بھول گیا)[٤]

(اسی طرح) اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمام جانور پیدا فرمائے جن میں تمہارے لیے لباس بھی ہے، خوراک بھی ہے اور دوسرے فائدے بھی ہیں۔[٥] (یہ خیال تمہارا اے مشرکو! غلط ہے کہ کسی بت نے کوئی جانور پیدا کیا ہو)

انہی (جانوروں) میں تمہاری **شان وشوکت** ہے جبکہ تم صبح انہیں چرانے کیلئے لے جاتے ہو اور شام کو انہیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بوجھ اُٹھا کر ایسے مکانات تک لے جاتے ہیں جہاں تک سخت مشقت کے بغیر تم نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رَبّ کریم شفقت فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (جس نے اتنی بیشمار نعمتیں تمہارے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ جس میں تمہاری خاص طور پر سہولتوں کا خیال رکھا گیا ہے)[٦-٧]

اور (اسی نے پیدا کئے) گھوڑے، خچر اور گدھے تمہاری سواری کیلئے تاکہ ان پر سوار ہو کر تمہاری شان وشوکت ظاہر ہو اور وہ ایسی ایسی مخلوق پیدا کرتا رہتا ہے جسکا تمہیں علم نہیں۔[٨]

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ
لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ
﴿١٠﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ
وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١١﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ
وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ
مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ﴿١٢﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا

اللہ تعالیٰ ہی پر یہ ذِمہ ہے کہ وہ سیدھا راستہ دکھائے حالانکہ بہت سے راستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو سیدھا راستہ دکھا دیتا۔[٩]

وہی تو ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا۔ اسی پانی سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کیلئے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔[١٠]

اسی پانی سے تمہارے لیے زراعت اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور دوسرے تمام پھل۔ اس میں تمہارے لیے غور و فکر کی بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں[١١]

اسی نے تمہارے لیے رات اور دِن بنائے اور سورج اور چاند پیدا کیے اور ستارے جو کہ اسکے حکم کے تابع ہیں۔ ان چیزوں میں بھی عقل رَکھنے والوں کیلئے سبق حاصل کرنے کی بڑی نشانیاں ہیں۔[١٢]

پھر زمین میں جو مختلف رَنگوں کی زراعت پیدا کی ہے، اس میں بھی **غور و فکر**

اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا
وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى
الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ
تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ۙ
وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ
یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ

کرنے والوں کیلئے سبق موجود ہیں۔[۱۳]

وہی تو ہے جس نے **سمندر کو تمہارے قابو** میں کر رکھا ہے کہ اس سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو (مچھلیاں وغیرہ) اور زیور کی وہ چیزیں (موتی وغیرہ) نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ (ہمارے حکم سے) کیسے کشتی تمہیں سمندر میں لیے چلی جارہی ہے تاکہ تم اپنے رَبِّ کریم کا رزق تلاش کرو اور (چاہیے کہ) اسکے شکرگزار بنو۔[۱۴]

اسی نے زمین میں **پہاڑ گاڑ** دیئے تاکہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے اور اس میں دریا جاری کیے اور راستے بنائے تاکہ تم سفر میں سیدھا راستہ تلاش کرسکو اور اسکے علاوہ سفر کے اَور بھی بہت سے نشانات بنائے اور لوگوں کیلئے **تارے** بھی راستہ تلاش کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔[۱۵-۱۶]

(پھر کیا تم غور نہیں کرتے کہ) وہ ہستی جو سب کچھ پیدا کرتی ہے، جن کا ذِکر ہم کر چکے ہیں، کیا اسکی برابری وہ ''ہستیاں'' کرسکتی ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتیں (بت وغیرہ اور قبروں میں پڑے ہوئے بزرگ، درویش) کیا تم عقل نہیں رَکھتے[۱۷]

تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾

(اسکی بیشمار تخلیق کا تو یہ حال ہے کہ) اگر تم اسکی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو وہ **تمہارے شمار میں نہیں آ سکتیں** لیکن اللہ تعالیٰ یقین جانو کہ بڑا ہی دَرگزر فرمانے والا اور بہت ہی رحم فرمانے والا ہے۔[١٨]

اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو ہر وہ چیز جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔[١٩]

وہ لوگ جن چیزوں کو **پکارتے** ہیں (یعنی جن سے دُعائیں مانگتے ہیں/ قبروں میں پڑے ہوئے بزرگ وغیرہ) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے حالانکہ وہ تو پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ تو **مُردہ** ہیں، **زندہ نہیں** ہیں اور انکو کچھ احساس نہیں کہ انہیں کب دوبارہ (زندہ کر کے) اٹھایا جائیگا؟[٢٠-٢١]

تمہارا **خدا بس ایک ہی خدا ہے** مگر جو لوگ **آخرت پر ایمان** نہیں لاتے، انکے دِل پکے منکر ہو چکے ہیں کیونکہ وہ **تکبر** کرتے ہیں۔[٢٢]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں ہر چیز اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی ہے لہٰذا زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنا ہے تو زیادہ فلسفیانہ

باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے **عملی باتوں** پر غور وفکر کریں اور **ان پر عمل کریں**۔

اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ جن ہستیوں کو تم اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک بناتے ہو تو وہ **خود تخلیق** کی گئی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کیساتھ اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں کیسے معاونت کر سکتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی برابری کیسے کر سکتی ہیں؟

انسانی تاریخ میں مختلف زمانوں میں انسان جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک بناتا رہا اور پوجتا رہا ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بت

(۲) ملائکہ جن کو مشرکین اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں خیال کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

(۳) اجرامِ فلکی، سورج، چاند، ستارے اور تارے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اور اسکے حکم کے پابند ہیں۔ یہ خود رَبّ نہیں ہیں۔

(۴) انسان نے انسان کو بھی رَبّ بنا لیا مثلاً یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رَبّ بنایا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو رَبّ بنایا پھر قرآن کریم میں یہ بھی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے **علماء اور درویشوں** کو بھی رَبّ کا دَرجہ دے دیا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لانے سے پہلے عیسائی تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھا کہ عیسائیوں پر اپنے علماء اور درویشوں پر خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے، اسکی اصلیت کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جو کچھ تمہارے علماء اور درویش حرام قرار دیتے ہیں، وہ یعنی عیسائی اسے حرام مان لیتے ہیں اور جو یہ حلال قرار دیتے ہیں، وہ اسے حلال مان لیتے ہیں تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ہاں! یہ تو ضرور عیسائی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ بس! یہی انکو خدا بنا لینا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حق یہ ہے کہ کسی **چیز کو حرام یا حلال ٹھہرانا** اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا اختیار نہیں ہے۔ **قانون سازی سو فیصد اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں** ہے۔ **یاد رکھو کہ قانون سازی کا قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے ہٹ کر پارلیمنٹ کو**

بھی اختیار نہیں ہے۔

مطلق العنان بادشاہ کو قومیں اپنا رَبّ سمجھتی رہیں جیسے قرآن حکیم میں فرعون کے متعلق ہے کہ ''**فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى** ''۔(النازعات ۷۹، آیت ۲۴)
ترجمہ ''اور کہا کہ میں ہوں تمہارا رَبّ اعلیٰ''۔

(۵) قبروں میں پڑے ہوئے بزرگوں درویشوں کی پوجا پاٹ بھی اسی طرح ہوتی ہے گویا کہ وہ **رَبّ** ہیں۔ اگر آپ نے اس بات کو آنکھوں سے دیکھنا ہے تو بزرگوں کے **عرس** کے موقع پر جا کر دیکھ لیں۔ عرس کے متعلق بذاتِ خود کوئی حدیث شریف نہیں ملتی۔

(۶) انسان کے علاوہ بہت سی چیزیں ایسی تاریخِ انسانی میں ملتی ہیں جن کو انسان پوجتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا رہا ہے اور ان میں سے آج بھی کچھ قوموں میں یہ شرک موجود ہے مثلاً آگ کی پوجا کرنا، گائے کی پوجا کرنا، سانپ کی پوجا کرنا وغیرہ وغیرہ

آج کل اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا شریک **انسان کا اپنا نفس ہے**۔ اس نفس نے ہر انسان کو گمراہ کیا ہوا ہے۔ اس نفس کی وجہ سے ساری دُنیا میں حکمرانی کا ایک ایسا طرز نکل چکا ہے جسکو **جمہوریت کہتے** ہیں اور یہ **جمہوریت** انسان کے **نفس** کی پیداوار ہے۔ **اصلی اسلامی جمہوریت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ اَور چیز ہے**۔ اللہ تعالیٰ کی **جمہوریت حدود کا تعین کرتی ہے** جبکہ انسان کی بنائی ہوئی جمہوریت میں **اپنی مرضی** سے انسان اسکی حدود بدلتا رہتا ہے۔ جیسا نفس نے چاہا، ویسا قانون بنا دیا مثلاً یورپ میں لواطت کو جائز قرار دے دیا۔ سود کو جائز قرار دے دیا اور سور کو جائز قرار دے دیا وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ شراب کو بھی جائز قرار دے دیا ایک حد تک حالانکہ شراب ''اُمّ الخبائث'' ہے۔(مشکوٰۃ)

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

[اقبال]

۝.....۝.....۝

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿٢٤﴾
لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ
اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا
يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ
بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ
فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۳ سے ۳۵) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چھپی چیز اور ہر ظاہر چیز کو جانتا ہے اور وہ **ہرگز پسند نہیں کرتا جو تکبر کرتے ہیں**۔[۲۳] (تکبر دِل کی چھپی ہوئی چیز ہے)

ان (یعنی مشرکین مکہ) سے جب کوئی پوچھتا ہے کہ تمہارے رَبّ نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو پُرانے زمانے کی کہانیاں ہیں[۲۴] (اے جاہلو! یہ کہانیاں تمہیں کچھ سبق سکھانے کیلئے بیان کی گئی ہیں۔ ان سے سبق سیکھو تا کہ تم سیدھے راستے پر آ ؤ)

یہ لوگ قیامت کے روز اپنے سارے بوجھ بھی اُٹھائینگے اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جن کو بلاوجہ گمراہ کر رہے ہیں۔ کیسا بُرا ہوگا وہ بوجھ جو یہ اٹھا رہے ہونگے۔[۲۵]

ان (یعنی مشرکین مکہ) سے پہلے بھی لوگ بُری چالیں چلا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انکی چالوں کی عمارت کو جڑ سے اُکھاڑ دیا اور اسکی چھت اوپر سے انکے سر پر آ رہی اور ان پر عذاب ایسے طریقے سے آیا جہاں سے وہ کبھی خیال بھی نہیں کرتے تھے۔[۲۶] (وہ اپنی چال میں ہی پھنس گئے)

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
ۙ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ ص
فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ
اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا
اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

(یہ تو ہے دُنیا میں عذاب۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے) اللہ تعالیٰ انکو ضرور ذِلت کا عذاب دے گا اور وہ پوچھے گا کہ کہاں گئے میرے وہ شریک جن کے لیے تم اہلِ ایمان سے جھگڑا کرتے تھے۔ جن لوگوں (یعنی اہلِ ایمان) کو دُنیا میں علمِ حق (دِین کا صحیح علم) دیا گیا تھا، وہ ضرور کہیں گے کہ آج (یعنی قیامت میں) رُسوائی اور بدبختی ہے کافروں کیلئے۔[۲۷]

ایسے لوگ جب فرشتے انکی جان کنی کرتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ پر **ظلم** (یعنی بُرے کام) کیے تھے تو فوراً کہہ دینگے کہ ہم تو کوئی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ (فرشتے جواب دیں گے) کیوں نہیں؟ (تم بُرائی تو کرتے تھے لیکن اب جھوٹ بول رہے ہو) یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔[۲۸]

اب جاؤ جہنم کے دروازوں میں سے داخل ہو جاؤ اور اس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ کیسا بُرا ٹھکانہ ہے **متکبروں** کیلئے۔[۲۹] (تکبر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کی جڑ ہے)

رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ
الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ
يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ
تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ

اسکے برعکس جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرنے والے لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رَبّ کریم نے کیا نازل کیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ جو بھی نازل ہوا، بہتر ہی ہوا۔ ایسے لوگوں کیلئے اس دُنیا میں بھی بہترین زندگی ہے اور آخرت میں بھی۔ کیسا بہتر ٹھکانہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے۔[۳۰]

ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ داخل ہونگے۔ مسلسل ان (یعنی باغات) کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہونگی۔ یہاں وہ جو کچھ خواہش کرینگے، حاضر ہوگا۔ یہ ہوگا بدلہ انکے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے رہتے ہیں۔[۳۱]

ایسے اچھے لوگوں کی جانیں جب ملائکہ قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام ہو تم پر۔ جاؤ داخل ہو جاؤ جنت میں ان اچھے اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے تھے۔[۳۲]

کیا اب کافر لوگ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ عذاب کے فرشتے آ حاضر ہوں یا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم آ ہی پہنچے۔ ایسا ہی رویہ ان لوگوں کا بھی تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں (اور ان پر اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج دیا جب وہ عذاب

فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَاَصَابَهُمْ
سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا
وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾

کا تقاضا ہی کرتے رہے) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔[٣٣] (وہ بُرے کام کرتے تھے۔ یہی ظلم تھا اپنے آپ پر)

جو کچھ وہ بُرے کام کرتے تھے، اسکی وجہ سے وہی چیز یعنی عذاب آ گیا جسکے متعلق وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔[٣٤]

شرک کرنے والے لوگوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے آباؤ واجداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور کی بندگی کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ ایسی باتیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں لیکن رسولوں کا ذِمہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینے تک محدود ہے۔ (حلال و حرام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور ایمان کی توفیق دینا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے، نبی کے ہاتھ میں نہیں)[٣٥]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں دو (٢) قسم کے لوگوں کے رویے کے متعلق بتایا گیا ہے۔
ایک وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور ہر قسم کا بہانہ اور جھوٹا استدلال استعمال کر

کے ایمان لانے سے بچتے ہیں۔ان لوگوں کی بنیادی خرابی یہ ہے کہ وہ **دِل میں تکبر** رَکھتے ہیں، اس لئے نبی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ کے کلام کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''**جس کے دِل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا**''۔(صحیح مسلم، کتاب الایمان)

دوسرے وہ لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں۔انکے دِل میں تکبر کی بجائے اللہ تعالیٰ کا **خوف** اور **عجز وانکساری** ہوتی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہر وقت ڈَرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے تکبر ہرگز نہیں کرتے۔ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کر رَکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جس چیز کی وہ خواہش کرینگے، وہ حاضر کردی جائیگی۔

ایک آیت مبارکہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ''**عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن**''۔اس آیت شریفہ کو اگر ہمارے علماء سمجھ جائیں تو فرقہ واریت جڑ سے ختم ہو جائے۔ نبی اور رسول کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور کوئی بات غلط نہیں کہتا، نہ کہہ سکتا ہے۔اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعے اسکی فوراً اصلاح کر دیتے ہیں تاکہ اُمت کے لیے صحیح راستہ نمایاں ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ایسے پاک صاف لوگوں کو تو یہ حکم فرماتا ہے کہ تمہارے لیے **تبلیغ کے علاوہ کوئی اَور ذِمہ نہیں ہے**۔ نہ تم کسی کو زبردستی ایمان پر مجبور کر سکتے ہو، نہ انکو کوئی سزا دے سکتے ہو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔تمہارا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔لوگوں کو اختیار کرنے کی پوری پوری آزادی دی گئی ہے کہ آیا وہ حق کو اختیار کرتے ہیں یا باطل کو۔اگر وہ حق کو اختیار کرتے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور جو باطل (یعنی کفر) کو اختیار کرنے پر بضد رہتے ہیں، ہم انکو اسی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں اور شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے اور وہ شیطان کے دوست بن جاتے ہیں۔

ہم انکے دِل کی نیتیں جانتے ہیں۔ جو حق کی طلب رَکھتا ہے، ہم اسکو ایمان کی توفیق دیتے ہیں اور جو حق کیخلاف اپنے دِل میں کدورت رَکھتا ہے، ہم اسکو کفر کے راستے

پر جانے دیتے ہیں۔ یہ مستقل اصول ہے جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔

لیکن ہمارے اکثر علماء اس بات پر بضد ہوتے ہیں کہ جو وہ کہتے ہیں، وہ دوسرے لوگ لازماً مانیں اور اس پر لازماً عمل کریں خواہ انکی اپنی رائے غلط ہی ہو، اسکی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ رویہ بہت ہی غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کے اصول کے خلاف ہے۔

عالم خواہ کتنا ہی عظیم سے عظیم تر ہو، نبی کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب خود اس میں سینکڑوں ہزاروں بُرائیاں ہیں جو ظاہر بھی ہیں اور دِل میں چھپی ہوئی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ جانتا ہے تو پھر وہ عالم لوگوں پر ڈنڈے کے زور پر کیسے اپنی مرضی مسلط کر سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے روز جہنم میں ایک آدمی کی آنتیں زمین پر پڑی ہوں گی اور آگ میں جل رہی ہوں گی اور وہ آدمی اس کے اردگرد چکر لگا رہا ہوگا تو کچھ جہنمی لوگ اس کے پاس آئیں گے اور وہ کہیں گے کہ ارے! تم تو ہمیں تبلیغ کرتے تھے، اب یہ تمہارا حال ایسا کیوں ہوا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میں تمہیں تو علم کی باتیں بتاتا تھا لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتا تھا۔ (صحیح بخاری)

یہ ہے ان عالموں کا انجام جو ڈنڈا لے کر لوگوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور خود اپنے اعمال کو ٹھیک کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ** ''۔ (المائدۃ ۵، آیت ۱۰۵) ترجمہ ''صرف اپنی فکر کرو'' لیکن یاد رہے کہ اس آیت مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم تبلیغ چھوڑ دو۔ تبلیغ نرمی اور حکمت سے کرو اور اپنے عمل کی بھی فکر کرو اور دوسروں سے ڈنڈے کے زور سے اپنی بات مت منواؤ۔

تبلیغ کا موثر ترین طریقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلقین فرمایا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ہدایت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! فرعون سے نرمی سے بات کرنا۔ (طٰہٰ ۲۰، آیت ۴۴) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا کہ رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی تم پر کہ تم اپنے ساتھیوں کیلئے نرم مزاج ہو۔ اگر تم ترش مزاج رَکھتے تو وہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۵۹)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ
وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ
۝٣٦ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ
مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٣٧ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ
جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ◄ (آیات ٣٦ سے ٦٤) ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ واحد کی ہی عبادت کریں اور جھوٹے خداؤں کی بندگی سے دُور رہیں۔ ان میں سے بعض اُمتیں تو ایسی تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور بعض ایسی نکلیں جن پر گمراہی مسلط کر دی گئی۔ **ذرا زمین** میں چلو **پھرو** اور **دیکھو** کہ (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں اور اسکی کتابوں کو) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔[٣٦]

تم (ان مشرکین) کی ہدایت کیلئے خواہ کتنی ہی حرص کرو لیکن اللہ تعالیٰ جسکو گمراہ کر دے پھر اسے ہدایت نہیں دیتا اور پھر انکا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔[٣٧]

یہ لوگ (مشرکینِ مکہ) اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کریگا۔ (انکو بتا دو کہ) کیوں نہیں کریگا؟ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو سچا ہے (کہ وہ ضرور قیامت کو برپا کریگا اور تمام انسانیت کو دوبارہ زندہ کریگا اور جنت اور جہنم کو بھر دیگا بعد حساب کتاب کے) لیکن اکثر لوگ اس بات کا علم نہیں رکھتے۔[٣٨]

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا
لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾
وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ
اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا

(دوبارہ اُٹھایا جانا اسلئے ضروری ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ انکے سامنے اس حقیقت (یعنی حق) کو کھول دے جسکے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور منکرینِ حق کو پتہ چل جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔[٣٩]

(ہمارے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہے) جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ ''ہو جا'' اور وہ بات ہو جاتی ہے۔ (یعنی عالمِ وجود میں آ جاتی ہے)[٤٠]

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی **کیونکہ ان پر ظلم ہوتا تھا**، انکو ہم دُنیا کی زندگی میں بہترین ٹھکانہ دینگے اور آخرت کی زندگی میں اَجر تو بہت ہی بڑھ کر ہوگا۔ کاش کہ (کافر) لوگ اس بات کو جان لیتے۔[٤١]

یہ اَجر ان لوگوں کیلئے ہے جو **صبر** کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ہی **بھروسہ** رَکھتے ہیں۔ (ایمان کیساتھ)[٤٢]

ہم نے تم سے پہلے جو نبی بھی بھیجے، مرد (یعنی بشر) ہی بھیجے جنکی طرف ہم

رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ
وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا
السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ
فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ
عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾ اَوَلَمْ

اپنے پیغام وحی کرتے تھے۔ اہلِ علم سے پوچھ لو (اے منکرینِ حق) اگر تم خود علم نہیں رکھتے۔[۴۳]

ان رسولوں کو ہم نے **روشن ہدایات** اور **کتابیں** عطا فرمائیں اور اب اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! یہ ذِکر (یعنی قرآن حکیم) تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو **ہمارے قوانین** واضح کر کے بتا دو جو تم پر نازل کیے گئے ہیں تاکہ **وہ غور و فکر** کریں۔ (اور موقع اور محل کے مطابق ان پر عمل کر سکیں)[۴۴]

کیا وہ لوگ جو بُری بُری چالیں چل رہے ہیں، اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو زمین میں دھنس دے یا ان پر عذاب ایسی جگہ سے آ جائے جنکا انکو کبھی گمان بھی نہ ہو۔[۴۵]

یا اچانک ان پر عذاب آ جائے جبکہ وہ چل پھر رہے ہوں اور وہ اسکو روکنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے ہیں یا اس وقت آ جائے جبکہ عذاب آنے کا خوف لگا ہوا ہو۔ تمہارا ربِّ کریم بڑا ہی نرم خو اور رحیم ہے۔[۴۶-۴۷]

يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ السجدة وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ج اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی ہے، اسکا سایہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے **حضور سجدہ** کرتا **دائیں بائیں** گرتا ہے۔ سب کے سب اسکے سامنے عاجزی کر رہے ہیں۔[۴۸]

(انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) جو کچھ **آسمانوں** میں ہے اور جو کچھ **زمین** میں ہے، **ہر ذی روح** اور فرشتے اسکے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور وہ ہرگز **تکبر کرنے والے نہیں** ہیں۔[۴۹] (تم نہ سجدہ کرتے ہو نہ تکبر کو چھوڑ کر عاجزی کرتے ہو)

وہ اپنے رَبِّ کریم سے جو ان سے اعلیٰ ہے ذات وصفات میں، ہر وقت ڈَرتے رہتے ہیں اور جو وہ انکو حکم دیتا ہے، اسکو پوری طرح بجالاتے ہیں۔[۵۰]

(انکو بتاؤ کہ) اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دو دو رَبّ نہ بنالو۔ رَبّ تو صرف ایک ہی رَبّ ہے لہٰذا تم اسی سے ڈَرو۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور **خالص اسی کا دِین** (یعنی دِین اسلام) ہمیشہ قائم رہنے والا ہے تو پھر کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اَور کی نافرمانی سے ڈَرو گے۔[۵۱-۵۲] (نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ڈَرو)

وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ
فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ
ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ
بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ
فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا
لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ
عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ

کیا تم جانتے نہیں کہ جو نعمت بھی تم کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور جب کوئی تمہیں تکلیف آتی ہے تو تم اسی کی طرف فریادیں لے کر دوڑتے ہو۔[۵۳]

پھر جب وہ اس تکلیف کو تم سے رفع کر دیتا ہے تو بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے پھر شرک کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جو کچھ ہم نے انکو عطا کیا تھا، ناشکرے بنتے ہیں (کہ پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ تکلیف تو ہمارے فلاں پیر نے، فلاں بزرگ نے دُور کی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں) **اچھا! مزے کر لو عنقریب تم جان لوگے کہ حقیقت کیا ہے**؟[۵۴-۵۵]

یہ لوگ جنکی حقیقت سے یہ واقف نہیں ہیں (یعنی بت اور دوسرے اپنے بنائے ہوئے رَبّ وغیرہ) انکے حصے ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے نکالتے ہیں۔ خدا کی قسم! ضرور تم لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی اس **جھوٹ** کے متعلق جو تم گھڑتے جا رہے ہو۔ (ہر قسم کا شرک جھوٹ ہے)[۵۶] (جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے[مشکوٰۃ])

اور ان لوگوں (یعنی مشرکین) نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کر دی ہیں

سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ
بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ ۚ
يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ
اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا
تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

(یعنی فرشتوں کو بیٹیاں بنا دیا)۔ اللہ تعالیٰ تو ایسی باتوں سے پاک ہے اور اپنے لیے انہوں نے وہ چنا جو یہ خود چاہتے ہیں۔ (یعنی بیٹے) (یعنی اس جھوٹ میں اللہ تعالیٰ کو نچلا دَرجہ دیا اور خود اونچا دَرجہ لیا۔ یہ سب کچھ تکبر کی وجہ سے ہے)[٥٧]

ان میں سے کسی کو جب بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم ناک ہو جاتا ہے۔ (گویا کہ بیٹی رَکھنا ذِلت ہے)[٥٨]

پھر وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس ''بُری'' خبر کے بعد کسی کو منہ نہ دکھائے پھر سوچتا ہے کہ آیا ذِلت کیساتھ بیٹی کو رَکھے یا اسے مٹی میں دفن کر دے۔ دیکھو کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کیلئے اور بیٹی کیلئے)[٥٩]

(اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرنا) بُری مثال تو ان کیلئے ہونی چاہیے جو آخرت پر یقین نہیں رَکھتے (یعنی حساب پر یقین نہیں رَکھتے) اور اللہ تعالیٰ کیلئے تو اعلیٰ ترین مثال ہونی چاہیے کیونکہ وہ سب سے زیادہ زبردست بھی ہے اور سب سے زیادہ

اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا
يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ
الْحُسْنٰى ط لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ
مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ
قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ
الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

دانا بھی ہے۔(لڑکی نہ تو زبردست ہے، نہ دانا ہے)[٦٠]

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو انکے ظلم (یعنی شرک) پر پکڑنے لگے تو زمین پر کسی ذی روح کو نہ چھوڑے لیکن اللہ تعالیٰ ایک وقتِ مقرر تک مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب انکا آخری وقت آ جائیگا تو نہ ایک گھڑی پیچھے رہیگا اور نہ آگے جائیگا۔[٦١]

یہ لوگ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ تجویز کرتے ہیں جو خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں (یعنی اپنے لیے لڑکے اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں) **اور جھوٹ کہتی ہیں انکی زبانیں کہ انکے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انکے لیے تو ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے نارِ جہنم** اور سب سے پہلے یہ لوگ اس میں ڈالے جائینگے۔(یعنی مشرکین)[٦٢]

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور انکو بھی **شیطان نے** انکے اعمال خوشنما کر کے دکھائے تو آج **وہی شیطان** اِن لوگوں کا بھی دوست بنا ہوا ہے اور یہ دَردناک عذاب کے مستحق ہو رہے ہیں۔[٦٣]

الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾

اور ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) اسلئے نازل کیا ہے کہ تو انکو ان باتوں کو کھول کر بتا دے جن میں یہ مختلف (یعنی غلط) رائے رکھتے ہیں اور یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) **باعثِ ہدایت** اور **باعثِ رحمت** ہے ان لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لے آتے ہیں۔[٦٤] (اور اس پر عمل کرتے ہیں اور اسکو سچا جانتے ہیں)

تشریح: دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے اپنے نبی اور رسول نہ بھیجے ہوں۔ ہر زمانے میں یہی ہوتا آیا ہے کہ بعض لوگوں نے نبی کی بات مان لی اور بعض لوگوں نے نہیں مانی۔ جب اکثریت نے نہیں مانی تو پھر اللہ تعالیٰ نے پہلے ان پر ہلکی بلائیں بھیجیں تا کہ وہ سمجھ جائیں اور بعض کو خوشحالی عطا کی کہ شاید وہ اس سے سمجھ جائیں لیکن جب نہ تو مصیبت اور نہ راحت ہی انکو سیدھے راستے پر لا سکی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو قدرتی حوادث سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور مومنین کو بچا لیا۔

ان قوموں کے ایمان نہ لانے کی ایک بہت بڑی وجہ **تکبرانہ رویہ** تھا۔ تکبر خواہ مجموعی طور پر قوم میں ہو یا ایک فرد میں، اللہ تعالیٰ کو **تکبر، گھمنڈ** ہرگز پسند نہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' کبریائی میری چادر ہے، عظمت میری تہبند ہے۔ جو شخص ان میں سے میری ایک شے بھی چھینے گا، میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا''۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث ١٩٧٧) **اَللّٰهُ اَكْبَر، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم**

تکبر کی یہ بیماری ہمارے اہلِ اقتدار میں عام ہے۔ اس تکبر کی وجہ سے ان کیلئے آئے دِن کوئی نہ کوئی **مصیبت** سامنے آتی رہتی ہے لیکن وہ اس سے سبق حاصل نہیں کرتے اس **تکبر کی وجہ سے** پورا ملکی نظام درہم برہم ہو چکا ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو حکومت میں ہے، وہ اپنے آپکو فرعون سے کم نہیں سمجھتا اور خود اپنے منہ پر تھپڑ مار کر قانون کی خلاف ورزی کر کے جائز و ناجائز طریقوں سے اپنا کام کروا کر اپنی راہ لیتا ہے اور قانون کے منہ

پرطمانچہ مار کر چلتا بنتا ہے۔

منی لانڈرنگ، اقرباء پروری، منصب کا ناجائز فائدہ اُٹھانا یہ سب تکبر کے سنگِ میل ہیں۔ سڑکیں بند کر کے اپنا راستہ بنا کر ان کروڑوں انسانوں کے منہ پر طمانچہ مار کر نکل جاتا ہے جن کی مہربانی سے اقتدار میں آیا تھا۔

اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایسے لوگ سب رُسوا ہو کر اقتدار اور دُنیا سے جاتے ہیں۔

تکبر کا اَثر جو معاشرے پر پڑتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب مساوات (یعنی عدل) ختم ہو جاتی ہے تو ملک میں انتشار برپا ہو جاتا ہے۔ منتشر قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اتحاد پیدا کرنے کے لیے ہر انسان کو اپنے حقوق کی حدود سے، دوسرے کے حقوق کی حدود سے اور قانون کی حدود سے واقف ہونا چاہیے۔ ان حدود سے اگر ہم تجاوز کریں گے تو مساوات اور عدل قائم نہیں ہوگا۔ جب عدل نہیں ہوگا تو **ظلم ہوگا**۔ جب ظلم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں ہوگی بلکہ **شیطان ہمارا** ساتھی بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**ہم نے نبیوں کو بھیجا کہ عدل قائم کریں**''۔ (دیکھیں سورۃ الحدید ۵۷، آیت ۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔

(۱) ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دائیں جانب ایک دیہاتی بیٹھا تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس ایک شخص دودھ کا پیالہ لے کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا اور پھر وہ پیالہ اپنے دائیں طرف بیٹھنے والے بدّو کو دے دیا اور فرمایا، ''دائیں والا تو دائیں والا ہی ہے'' (یعنی پہلے دائیں والے کا حق ہے خواہ کوئی ہو پھر بائیں والے کا) اسکے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنے بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمایا (سنن ابوداؤد)۔

(۲) حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا،

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میری بیوی (حضرت) عمرہ بنت رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھ سے کہتی ہے کہ میں اسکے بیٹے (حضرت) نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کچھ دوں اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس پر گواہ کروں''۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا، ''تمہارے اسکے علاوہ اَور بھی بیٹے ہیں؟'' عرض کیا، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''کیا تم نے انہیں بھی وہی کچھ دیا ہے جو اسے دے رہے ہو؟'' عرض کیا، ''نہیں!'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''پھر مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ''۔ (نسائی شریف، جلد سوم، حدیث ۳۷۱۶)

قوت اور دِین

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک
تاریخ اُمم کا یہ پیامِ ازلی ہے!
''صاحب نظراں! نشہ قوت ہے خطرناک''
اس سیل سبک سر زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لا دِیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دِیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!

[اقبال]

۝.....۝.....۝

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ
ع ﴿٦٥﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا
فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا
سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ
وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاَوْحٰى

ترجمہ◄ (آیات ٦٥ سے ٧٠) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور ایک مُردہ پڑی ہوئی زمین کو زندہ کر دیا۔ اس مثال میں بھی سننے والوں کیلئے ایک نشانی موجود ہے۔ (یعنی اسی طرح آخرت میں انسانی مُردے، مُردہ زمین کی طرح زندہ کیے جائینگے)[٦٥]

اور اے انسان! تمہارے لیے جانوروں میں بھی ایک سبق موجود ہے (ذرا غور کرو) انکے جسم ایک طرف گوبر اور خون (جو حرام ہیں) وہ بناتے ہیں اور دوسری طرف خالص دودھ (جو حلال ہے) وہ بناتے ہیں جو پینے والوں کیلئے نہایت مزیدار ہے۔ (ذرا غور کرو کہ یہ کون کر سکتا ہے۔ تمہارے مشاہدے اور علم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اَور ہے جو یہ کر رہا ہے یا کرنے کی طاقت رکھتا ہے)[٦٦]

ذرا کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں پر غور کرو۔ ایک طرف تم **نشہ آور** بناتے ہو اور دوسری طرف تم ان سے **پاک رزق** (یعنی کھجور اور انگور) حاصل کرتے ہو۔ اس میں بھی ایک واضح نشانی ہے عقل والوں کیلئے۔ (ایک چیز حرام ہے اور ایک چیز حلال ہے۔ حرام کس نے کیا اور حلال کس نے کیا۔ کیا تمہارے بتوں نے کیا)[٦٧]

ذرا شہد کی مکھی کی طرف دیکھو! تیرے **رَبِّ کریم** نے مکھی کو حکم دیا کہ

رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ
بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ
مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ
لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ قف لا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ

پہاڑوں میں، درختوں میں اور انگور کی بیلوں پر اپنا گھر بنائیں۔[٦٨]

(اپنے گھروں سے وہ اُڑتی ہے) پھر وہ ہر طرح کے پھلوں کا رَس چوستی ہے اور تیرے رَبِّ کریم کی ہموار راہوں پر چلتی ہے (وہ ان راستوں پر چلتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے بنائے ہوئے ہیں۔ وہ حکم مانتی ہے اور اپنا مقصد حاصل کرتی ہے)۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا شربت نکلتا ہے (یعنی شہد) جس میں لوگوں کیلئے **شفا** ہے۔ اس میں بھی ایک نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (کیا یہ مکھی تمہارے بتوں کے حکموں پر کام کر رہی ہے یا اللہ تعالیٰ کے حکموں پر اور کیا اسکے پیٹ میں **شہد بنانے کا انتظام اللہ تعالیٰ** نے کیا ہے یا تمہارے بتوں نے کیا ہے)[٦٩]

(ذرا غور کرو اسی طرح) اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا فرمایا پھر تم کو موت دیتا ہے اور تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے اور اس وقت سب کچھ جاننے کے باوجود تم کچھ نہیں جانتے (تمام اعضاء کمزور اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ آنکھ، کان اور دماغ کام چھوڑ دیتے ہیں) (کیا انسان کو پیدا کرنے والے تم ہو اور موت دینے والے تم ہو اور اسکے جسم، دماغ اور دوسرے اعضاء کو آخری عمر میں کمزور کرنے والے تم ہو یا تمہارے بت ہیں۔ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ **اب مان لو**) کہ اللہ تعالیٰ ہی علم والا ہے

اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰

اور وہی قدرت والا ہے۔ (کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کر رہا ہے)[۷۰]

تشریح: اوپر بیان کی ہوئی **چار مثالوں** پر دوبارہ غور کریں کہ یہ تمام چیزیں تو کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسکے علاوہ ہمارے اردگرد بیشمار چیزیں موجود ہیں۔ بعض حلال بعض حرام۔ ان سب کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کوئی بت اور کوئی دوسری مخلوق یہ چیزیں پیدا کر سکتی ہے؟ پھر کسی کو حلال قرار دینا کسی کو حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں اور کوئی نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قانون بنانے کی اجازت دی ہو۔ نبیوں کو بھی اجازت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''اگر میری نعمتوں کو شمار کرنا شروع کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے''۔ (دیکھیں سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت ۳۴) سب حلال چیزیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور حرام چیزیں بھی کیونکہ حرام چیزوں کے نقصانات اتنے ہیں کہ اگر انکی اجازت دے دی جاتی تو انسان کا وجود، اسکی روح دونوں ہی بیمار رہتے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے محروم رہتا اور ہمیشہ کے لیے جہنمی بن جاتا۔

ہمارے لیے فی زمانہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مشرک قوم سے آزاد کروایا۔ مشرک کیساتھ رہنے سے ہماری آئندہ کی نسلیں بڑی آسانی سے شرک اختیار کر سکتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مشرک سے اتنی دُور رہو کہ ایک دوسرے کی آگ بھی نظر نہ آئے۔ (مشکوٰۃ)

اس نعمت کے شکر کرنے کا انداز تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہماری زندگی عملی طور پر پوری توحید پر قائم ہوتی لیکن ہمارے اہل اقتدار اس قابل نہیں تھے کہ وہ قوم کو اس راستے پر لے چلتے جس راستے پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی دلوائی تھی۔

ابھی بھی وقت ہے کہ ہم اور ہمارے اہلِ اقتدار عقل کے ناخن لیں۔ قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا علم حاصل کریں اور اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور ہمیں اقوامِ عالم میں ایک باعزت مقام

دیگا اور عالمِ آخرت میں بھی ایک پُرسکون رہائش گاہ جنت کی اُمید ہوگی انشاءاللہ

اگر کسی انسان نے آپ پر احسان کیا تو آپ اس کا صحیح بدلہ کیسے دیتے ہیں:

(۱) آپ زبان سے اسکا شکریہ اَدا کرتے ہیں۔

(۲) اگر آپ سے کوئی خدمت لینا چاہتا تو آپ خوشی سے اس کا کام کر دیتے ہیں۔

(۳) اگر آپ کو اس کی علالت کا پتہ چلتا ہے تو آپ اس کی تیمارداری کرنے لیے فوراً اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور وہ خوش ہو جاتا ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنا چاہیے۔

(۱) ذِکر کثیر کریں۔

(۲) نماز جماعت کے ساتھ اَدا کریں۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔

۝.....۝.....۝

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۷۱ سے ۷۸) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی پھر جن لوگوں کو رزق میں فضیلت دی، وہ اپنے رزق کو غلاموں کی طرف نہیں پھیر دیا کرتے تا کہ وہ (آقا اور غلام) مساوی (برابر) نہ ہو جائیں۔ تو پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم (یعنی مشرکین) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو (اور ان نعمتوں کو ان چیزوں کی طرف منسوب کرتے ہو جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا ہے یعنی بت، پیر اور بزرگ جو اپنی قبروں میں پڑے ہیں حالانکہ وہ کوئی چیز بھی پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں)[۷۱]

اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں اور پھر ان بیویوں سے تمہارے بیٹے، پوتے بنائے اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پاکیزہ رزق (یعنی پاکیزہ اولاد) عطا فرمایا۔ اس نعمت کو جاننے کے باوجود کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (مشرکین) جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں (یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیٹے، پوتے فلاں بت نے، فلاں پیر نے دیئے) اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنے لگتے ہیں۔[۷۲]

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ

(اس طرح) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوجتے ہیں جنکے پاس کوئی اختیار نہیں ہے رزق دینے کا۔ نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی وہ یہ کام کر سکتے ہیں۔ (یعنی رزق مال اور اولاد)[۷۳]

پس اے مشرکو! اللہ تعالیٰ کیلئے **جھوٹی** مثالیں نہ گھڑو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، تم کچھ نہیں جانتے۔[۷۴]

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے (اس پر ذرا غور کرو) ایک تو ہے غلام جو دوسرے آدمی کی ملکیت ہے اور وہ غلام خود کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اسکا آقا ایسا شخص ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا ہوا ہے اور وہ اس میں خفیہ اور اعلانیہ خوب خرچ کرتا ہے۔ ذرا بتاؤ کہ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں (یعنی غلام کو تو نہ اختیار ہے، نہ اجازت ہے۔ نہ وہ کسی کو دے سکتا ہے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر۔ یہی حال اللہ تعالیٰ اور ان شریکوں کا ہے جو تم بناتے ہو۔ رزق دینے والا [مال اور اولاد] تو اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو تم پوجتے ہو، وہ تو غلام کی طرح ہے۔ اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں کہ رزق [مال اولاد] عطا کرے اور نہ ہی اس کے آقا نے اس کو اجازت دی ہے) **الحمد للہ!** تعریف کے لائق تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ اقدس ہے جو **سب کچھ دینے والی ہے** لیکن **اکثر لوگ** اتنی سی بات کو بھی نہیں جانتے۔ (کہ جو شریک لوگوں نے بنائے ہوئے

لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ
مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ
وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ
بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ
وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ
الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا

ہیں، وہ تو تمہارے لیے کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ جو کچھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کرتا ہے جیسے یہ غلام کچھ نہیں کر سکتے جن کی مثال دی گئی ہے)[٧٥]

اللہ تعالیٰ **ایک اَور مثال** بیان فرماتا ہے۔ دو (٢) آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک **گونگا** ہے۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ جدھر بھی وہ اسے بھیجتا ہے، کوئی خیر کا کام کر کے نہیں آتا۔ دوسرا شخص ایسا ہے جو **عدل کا حکم** دیتا ہے اور وہ **صراطِ مستقیم** پر ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)۔ ذرا غور کرو! کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (کیا اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور وہ بت جو شریک ٹھہرائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہمارا رسول تو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ کیا تمہارے بت لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کی اہلیت رکھتے ہیں)[٧٦]

آسمانوں کی اور زمین کی **غیبی** باتیں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قیامت کی گھڑی **پلک جھپکنے** میں آ جائیگی یا اس سے بھی پہلے۔ اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔[٧٧]

تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨

اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں شکمِ مادر سے نکالا جبکہ تم کچھ نہ جانتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں سننے کی طاقت (یعنی **کان**) اور دیکھنے کی طاقت (یعنی **آنکھیں**) اور سوچنے کی طاقت (یعنی **دِل ودماغ**) عطا فرمائے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرو۔[۷۸] (ان تین نعمتوں کا اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کی تم میں فکر ہونی چاہیے)

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ذِکر فرما رہا ہے کہ سب کچھ دینے والا تو میں ہوں۔ پاکیزہ رزق دینے والا میں ہوں۔ پاکیزہ اولاد دینے والا میں ہوں۔ میاں بیوی کا جوڑا بنانے والا میں ہوں لیکن تم باوجود ان چیزوں کے جاننے کے، کہتے ہو کہ **یہ نوکری مجھے پیر نے دلائی ہے**، یہ **رزق مجھے فلاں داتا** نے دیا ہے، یہ **اولاد مجھے فلاں تعویذ** سے ملی ہے۔ جن چیزوں کا تم نام لیتے ہو، یہ سب بے اختیار چیزیں ہیں۔ نہ انکا اختیار ہے، نہ انکی طاقت ہے کہ یہ تمہیں کچھ عطا کرسکیں لیکن پھر بھی انسان اتنا جاہل ہے کہ **اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر** ان چیزوں کا کرتا ہے جو خود **اللہ تعالیٰ کی مخلوق** ہیں اور انکے پاس **کوئی اختیار نہیں** ہے۔

ان آیات مبارکہ میں یہ دو (۲) مثالیں اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین (۳) بہترین نعمتیں جو انسان کو دی ہیں، انکو استعمال کرنا چاہیے۔ ایک قوتِ سماعت ہے۔ ایک قوتِ بصارت ہے۔ ایک قوتِ تفکر ہے۔ اگر انسان ان تین (۳) قوتوں کو علم حاصل کرنے کیلئے صحیح طریقے پر استعمال کرے تو پھر اسکو معلوم ہو جائیگا کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے متعلق خبر رَکھتا ہے۔ دیکھنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مانگو، اللہ تعالیٰ سے مانگو خواہ ایک جوتی کا تسمہ ہی ہو''۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''انسانوں سے مت مانگو۔ وہ

تمہیں دیں یا نہ دیں''۔اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنی حکمت سے تمہیں دیگا۔ یا تو.....

(۱) تمہیں مانگی ہوئی چیز مل جائیگی

(۲) یا اسکا نعم البدل مل جائیگا

(۳) یا آخرت میں تمہاری دُعا ذخیرہ بن جائیگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سب سے پاک تمہارا وہ رزق ہے جو تمہاری کمائی سے ہے۔ بیشک تمہاری اولاد بھی کمائی سے ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۰)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرائض اَدا کرنے کے بعد فرض ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۱) یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کتابتِ قرآن مجید کے متعلق پوچھا گیا (یعنی کہ آیا قرآن کریم کو لکھ کر، چھپوا کر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ لکھنے والا الفاظ کی صورتیں بناتا ہے اور بیشک وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۲)

ے یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بری ہے، نہ مغرب اس سے بری ہے
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

[اقبال.....ضربِ کلیم]

۝.....۝.....۝

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا

ترجمہ◄ (آیات ۷۹ سے ۹۰) کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ہوا میں پرندے کیسے ٹھہرے ہوئے اُڑ رہے ہیں۔ (اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی انکو تھامے ہوئے نہیں ہے۔ ان نشانیوں میں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لانا چاہتے ہیں، بڑا سبق ہے۔[۷۹] (پرندوں پر غور کرو کہ اُڑنے کی طاقت کس نے انکو دی۔ کیا تمہارے بتوں نے دی یا پیر بزرگ کسی داتا نے دی۔ یہ تو صرف اللہ نے ہی انکو دی)

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے گھروں میں **سکون کا بندوبست** کیا (یعنی خاندانی زندگی سے تمہیں سکون دیا یعنی بال بچے، بیوی، ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ)

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے **جانوروں کی کھالوں** سے ایسے خیمے بنائے جو تمہارے لیے سفر میں بھی اور قیام میں بھی بہت ہلکے ہوتے ہیں۔ (تمہیں سمجھ دی کھالوں سے سفر میں گھر بنانے کی)

اور جانوروں کی **اون** اور **بالوں** سے تمہارے لیے **پونجی** ہے اور برتنے کی بہت سی چیزیں ہیں ایک مدت تک۔[۸۰] (اون اور بال کو بیچ کر پیسے بھی کماتے ہو، پہنتے بھی ہو اور دوسرے کام بھی لیتے ہو)

اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سائے کا انتظام کیا۔ پہاڑوں

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ

میں تمہاری پناہ گاہیں (گھر) بنائیں اور تمہارے لیے پوشاک پیدا کی جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہے اور ایسی پوشاکیں بھی دیں جو جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں (یعنی زرہ، خود وغیرہ) اللہ تعالیٰ ایسے تم پر اپنی نعمتوں کو پورا فرماتا ہے تاکہ تم انکو تسلیم کرو اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ۔[٨١]

اب اگر یہ (کافر لوگ) نعمتوں کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ ہمارے بتوں وغیرہ کی طرف سے ہیں تو پھر (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) تجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں (یہ عقل نہیں رکھتے)۔ تمہارا ذِمہ تو صرف ہمارے پیغام کا (ان تک) پہنچا دینا ہے (اور بس)۔[٨٢]

یہ (کافر) جانتے ہیں کہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن پھر ماننے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ اکثر ان میں سے ناشکرے ہیں۔[٨٣]

ایک دِن آئیگا (یعنی یوم قیامت) کہ ہم **ہر قوم** میں سے ایک **گواہ کھڑا** کرینگے (یعنی اس قوم کا نبی) پھر کافروں کو کوئی عذر پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جائیگا اور نہ ہی انکو توبہ کی اجازت ہوگی۔[٨٤] (قوم کہے گی کہ ہمارے پاس کوئی ہدایت دینے کے لیے نہیں آیا۔ نبی کہے گا کہ میں آیا تھا، انہوں نے بات نہیں مانی)

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَا رَاَ
الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ
شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا
اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ
يَوْمَئِذِ ۨ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ
عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾

اور یہ ظالم (یعنی مشرکین) جب عذاب کو دیکھ لیں گے (یعنی عذاب ان پر شروع ہو جائیگا) تو اس میں کمی ہوگی اور نہ انکو مہلت دی جائیگی (قیامت کے روز)[٨٥]

اور جب وہ لوگ جو دُنیا میں شرک کرتے رہے تھے، وہاں (قیامت میں) اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رَبّ! یہ ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تجھے **چھوڑ کر پکارا** کرتے تھے اور وہ شریک اُلٹا ان کو کہیں گے کہ تم **جھوٹے** ہو [٨٦](مشرکین ہر زمانے میں اپنے نفس کی پوجا کرتا ہے اور منسوب اسکو شریکوں کی طرف کر دیتا ہے)

اس وقت یہ سب اللہ تعالیٰ کے آگے سرنگوں ہو جائیں گے اور جو جھوٹی سکیمیں بنایا کرتے تھے، وہ سب **گم جائینگی**۔[٨٧]

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، انہیں ہم عذاب پر عذاب دینگے کیونکہ وہ **فساد برپا** کرتے تھے۔[٨٨](ہر بُری چیز فساد ہے۔ ہر باطل فساد ہے۔ ہمارے ہاں احتجاج کرنا، سڑکیں بند کر دینا، املاک کو نقصان پہنچانا، ایک دوسرے کو گالی گلوچ اور کردار کشی کرنا، جھوٹے الزام لگانا، کارِ سرکار میں مداخلت، سڑکوں پر ٹائر جلانا، دھرنے دے کر عوام الناس کو بے پناہ تکلیفوں میں ڈال دینا سب فساد میں شامل ہے۔ یہ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

جمہوریت نہیں ہے، یہ فساد فی الارض ہے)

ایک دِن (یعنی یومِ قیامت) ہم ہر اُمت میں سے انہی کے اندر سے انکے مقابلہ میں ایک گواہ کھڑا کرینگے (یعنی انکا نبی) اوران لوگوں کے مقابلے میں شہادت دینے کیلئے ہم تجھے (اے نبی) لائینگے اور ہم نے تجھ پر ایک کتاب (قرآن کریم) نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کی صاف وضاحت کرنے والی ہے۔ جولوگ اسکی اطاعت کرنے والے ہیں، ان کو سیدھا راستہ دکھانے والی ہے اور باعثِ رحمت ہے اور بشارت دینے والی ہے (مغفرت اور جنت کی)۔[٨٩] (اس میں بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت میں ہدایت کے لیے نبی بھیجا ہے)

اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اس بات کا کہ **عدل واحسان سے کام** لو (تمام لوگ ایک دوسرے کیساتھ) اور خاص طور پر اپنے **قریبی رشتہ داروں** کیساتھ **صلہ رحمی** کا رویہ رکھو اور **بے حیائی** اور **ناپسندیدہ** باتوں اور کاموں سے اور **زیادتی** کے کاموں سے عوام کو **روکتے** رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔ (اور تم اس پر عمل کرسکو)[٩٠]

تشـــریح : اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے **ماحول** کا **تجزیہ** کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ اگر تم غور کرو تو تمہارے سامنے بیشمار ایسی نشانیاں ہیں جن سے تم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہو کہ اس کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اور ساری کائنات کا انتظام وہی کر رہا ہے کوئی اور ذات نہ اسکی تخلیق میں شریک ہے نہ اسکے انتظام میں شریک ہے تو پھر اگر اسکے ساتھ شریک ٹھہرائے جاتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اَور جہالت کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ بتا چکا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے **دیکھنے**، **سننے** اور **سوچ بچار** کرنے کے لیے قوتیں عطا کی ہیں۔ تم کیوں اندھوں کی طرح اپنے آباؤ واجداد کے قدموں پر چل رہے ہو جو کہ غلط تھے۔

یہاں خاص طور پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ذکر بھی فرماتا ہے کہ تم انکا شکر اَدا کرو تو ہم تمہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اچھا ٹھکانہ دینگے جبکہ اگر تم ان نعمتوں کا شکر اَدا نہیں کرو گے بلکہ اپنے بتوں، پیروں، درویشوں کا شکر ادا کرو گے جن کا اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کوئی حصہ نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تم کو **جہنم** میں بھیجے گا جس میں جانے کے بعد عذاب میں نہ تو کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی باہر نکلنے کا وہاں سے کوئی راستہ ہوگا۔

قیامت کے دِن یہی **بت** اور **پیر** اور **درویش** جن کو تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری حاجت روائیاں کرتے تھے، وہ وہاں صحیح بات بتا دینگے کہ یہ ہماری بندگی تو نہیں کرتے تھے، یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ اپنے نفس کی بندگی کرتے تھے اور ہماری طرف منسوب کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم ان لوگوں کیلئے **باعثِ ہدایت** اور **رحمت** ہے اور **اچھی زندگی** کی پیشین گوئی کرنے والی ہے جو اسکو **مانتے** ہیں اور اس پر **عمل** کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خاص طور پر اس بات کا ذِکر کرتا ہے کہ

(۱) اپنے درمیان عدل سے کام لو
(۲) ایک دوسرے پر احسان کرنے کا رویہ رکھو
(۳) قریبی رشتہ داروں سے رشتہ جوڑے رکھو
(۴) بے حیائی کو روکتے رہو

(۵) ناپسندیدہ اور زیادتی کی باتوں کو روکنے کی کوشش کرو

یہ چند ایک باتیں ہیں جو ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کرتی ہیں اگر کوئی قوم ان پر عمل کرے۔ عدل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسکے لیے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ عدل قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہر انسان کو **سچ بولنے** کی عادت نہ پڑ جائے لیکن موجودہ حالت ہماری یہ ہے کہ سچ کہیں نظر نہیں آتا۔ جھوٹ ہی جھوٹ نظر آتا ہے۔

جہاں تک ایک دوسرے کیلئے بھلائی کرنے کا جذبہ ہے، وہ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ ہر انسان اپنے فائدے کیلئے دوسرے کے نقصان کی پرواہ نہیں کرتا حتیٰ کہ بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں کہ مال و دولت کو ہڑپ کرنے کیلئے جھوٹے مقدمے اور ناحق قتل ہوتے رہتے ہیں۔

جہاں تک بے حیائی کو روکنے کا تعلق ہے، ہمارے علماء اور ہمارے حکمران سوئے ہوئے ہیں۔ بے حیائی اتنی بڑھ چکی ہے کہ ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ وغیرہ سوائے اس کام کے اَور کوئی دوسرا کام ہی نہیں کرتے۔

ظلم وستم تو ہر سطح پر دیکھا گیا ہے اور اسکو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ ظلم یہی نہیں ہے کہ کسی کو قتل کر دیا جائے۔ ایک گالی دینا بھی دوسرے پر ظلم ہے۔ چوری کرنا بھی ظلم ہے۔ جھوٹ بولنا بھی ظلم ہے۔ جھوٹی گواہی دینا بھی ظلم ہے۔ ہمارے سب حکومتی ادارے اور سب مدارس میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

[اقبال]

یہاں متاعِ کارواں کا مطلب قوم کیلئے قرآن حکیم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا علم ہے۔

۝.....۝.....۝

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ
كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ
تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ
اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ
وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ
﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

ترجمہ◄ (آیات ۹۱ سے ۱۰۹) اللہ تعالیٰ کا **عہد** پورا کیا کرو جب تم اس سے کوئی عہد کرو اور اپنی **قسمیں** پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ تعالیٰ کو قسم کھا کر **ضامن** بنا چکے ہو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔[۹۱]

ایسے نہ ہو جاؤ جیسے ایک عورت نے سوت کاتا اور پھر آپ ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(ہمیں معلوم ہے کہ) تم اپنی قسموں کو آپس میں معاملات کرتے وقت **دھوکہ دہی کا ہتھیار** بناتے ہو تاکہ ایک گروہ، دوسرے گروہ سے بڑھ کر فائدہ حاصل کر سکے۔ دَراصل اللہ تعالیٰ اس **عہد و پیمان** کے ذریعے تم کو **آزماتا** ہے اور وہ قیامت کے روز ہر اس بات کی حقیقت تم پر واضح کر دے گا جس میں تم اختلاف (حق سے) کیا کرتے تھے۔[۹۲] (یعنی تم جان بوجھ کر غلط کام کرتے تھے)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو **ایک ہی اُمت** بھی بنا سکتا تھا لیکن وہ جسے

يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ
عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ
دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا
السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا
قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ

چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور تم سے ضرور پوچھا جائیگا تمہارے اعمال کے متعلق۔[٩٣] (اعمال کا حساب ہوگا۔کوئی جنت میں جائے گا، کوئی جہنم میں۔کچھ لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے)

اے مسلمانو! اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالو۔اس سے تمہارے قدم اُکھڑ جائینگے اور تم اس بُرائی کے بدلے کہ تم نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا (دھوکہ دے کر)، **بُرا نتیجہ دیکھو گے** اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔(**ہر قسم کی دھوکہ دہی گناہِ کبیرہ ہے اور توبہ کے بغیر یہ معاف نہیں ہوگی**)[٩٤] (اگر قوم کی اکثریت میں دھوکہ غالب ہے تو وہ قوم ترقی نہیں کرسکتی)

اللہ تعالیٰ کے **عہد** کو تھوڑے سے فائدے کے بدلے نہ بیچ ڈالو (یعنی دُنیا کا فائدہ) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (یعنی آخرت میں) وہ تمہارے لیے بہتر ہے کاش کہ تم جانو۔ (اسلئے آخرت کے فائدے کو چھوڑ کر دُنیا کا **ناجائز فائدہ** حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو)[٩٥]

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
﴿٩٧﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا
سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ

جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ ختم ہونے والا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ جن لوگوں نے **صبر سے** کام لیا، ہم انکے اعمال کا **اَجر بہترین عطا** کرینگے۔ (صبر کی جزا بہت بہتر ہے)[٩٦]

جو بھی اچھے عمل کریگا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ ایمان لانے والے تو ہم اسے **دُنیا میں بھی پاکیزہ زندگی دینگے** (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پاک) اور **آخرت میں** تو انکے **اعمال کا بدلہ** بہترین جزا سے دینگے (یعنی جنت)[٩٧]

اے مسلمانو! جب تم قرآن حکیم پڑھو تو شیطان رجیم سے خدا تعالیٰ کی پناہ (حفاظت) مانگ لیا کرو۔[٩٨]

(لیکن یاد رکھو) اسکا زور (یعنی اختیار) ان پر نہیں چلے گا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رَبِّ کریم پر **اعتماد** (بھروسہ) رَکھتے ہیں بلکہ شیطان کا زور (اختیار) انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسکو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور جو اسکی وجہ (یعنی شیطان کے وسوسوں اور ترغیب دینے) سے **شرک** کرنے لگتے ہیں۔[٩٩-١٠٠]

مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ
مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى
وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ
اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ
اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ

جب ہم ایک آیت مبارکہ کی جگہ بدل کر دوسری آیت شریفہ لے آتے ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ہم کیا نازل کر رہے ہیں تو اس وقت یہ لوگ (مشرکین) کہتے ہیں کہ تم نے تو یہ آیت مبارکہ خود گھڑ لی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ صحیح بات کا علم حاصل کرنا نہیں چاہتے۔[۱۰۱]

انکو بتا دو کہ اسے تو **روح القدس** نے (یعنی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے قرآن کریم کی ہر آیت مبارکہ کو) بالکل ٹھیک ٹھیک میرے رَبِّ کریم کی طرف سے نازل کیا ہے تاکہ بتدریج (قرآن کریم کے نزول سے) ایمان لانے والوں کے **ایمان کو پختہ** کرتے رہیں اور **اس پر عمل کرنے** والوں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائیں اور انہیں کامیابی کی خوشخبری دیں۔[۱۰۲]

ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی پڑھاتا ہے۔ یہ جسکی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ تو عجمی (غیر عربی) ہے اور یہ قرآن کریم صاف صاف عربی زبان میں ہے۔[۱۰۳] (کیسے ممکن ہے کہ عربی نہ جاننے والا شخص ایک کتاب لکھے عربی زبان میں اور وہ اسکی تعلیم بھی دے)

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾
مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ
وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ
بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

بات یہ ہے کہ جو لوگ **ایمان لانا نہیں چاہتے**، اللہ تعالیٰ بھی انکو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا اور ایسے لوگوں کیلئے دَردناک عذاب تیار ہے۔[١٠٤]

(دَراصل جھوٹی آیات مبارکہ یعنی جھوٹی باتیں نبی نہیں گھڑا کرتے بلکہ) جھوٹ وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو نہیں مانتے۔ وہ تو پکے جھوٹے ہیں۔[١٠٥]

جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے **کفر** (شرک) **کیا**، وہ اگر مجبور کیا گیا ہے (کفر پر) لیکن اس کا دِل ایمان پر مطمئن ہے تو **قابل معافی** ہے لیکن جس نے **دِل** سے کفر قبول کیا (شرک کیا) تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ (مرتد کیلئے)[١٠٦]

یہ اسلئے کہ انہوں نے دُنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[١٠٧]

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

یہ کافر لوگ ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انکے **دِلوں**، انکے **کانوں** اور انکی **آنکھوں** پر مہر لگا دی ہے، اسلئے وہ (دین حق قبول کرنے میں) غفلت برت رہے ہیں۔[۱۰۸]

یہ پکی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ نقصان اُٹھانے والے ہونگے۔[۱۰۹]

تشریح: چند باتیں قابلِ ذِکر ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کیساتھ جو کوئی وعدہ کرتا ہے، اسکا پورا کرنا لازمی ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بھی آپ لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں، اسکا پورا کرنا بھی لازمی ہوتا ہے۔

(۳) جو ہم حلفیہ بیان یا حلفیہ اقرار نامہ لکھتے ہیں۔ اسکا پورا کرنا بھی لازمی ہوتا ہے۔

(۴) پھر اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ اپنی قسموں کو **کھیل تماشا نہ** بنالو۔ جو تم قسم کھا کر کسی سے بات کرتے ہو، اس بات کا پورا کرنا تم پر فرض ہے۔

(۵) قسمیں کھا کر ایک دوسرے کو دھوکہ مت دو جیسے ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ''قسم کھا کر اپنا مال نہ بیچو۔ مال تو بک جائیگا لیکن برکت جاتی رہے گی'' (مشکوٰۃ)

(۶) جو حکومت کے عہدہ دار اوپر سے لے کر نیچے تک، جب حلف لیتے، دیتے ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کیساتھ عہد اور پختہ قسم میں شامل ہے۔ اس پر عمل کرنا لازمی ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مثلاً عہد، قسم، حلف وغیرہ دُنیا کے فائدے کیلئے جو کہ ایک معمولی فائدہ ہے اور چند روزہ زندگی کا فائدہ ہے، بیچ نہیں دینا چاہیے۔ آخرت میں ایسے لوگ نقصان اُٹھانے والے ہونگے۔

یاد رکھو! دُنیا کا فائدہ ختم ہو جانے والا ہے اور آخرت کا فائدہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے جو بھی **مصیبتیں** آتی ہیں اور دُشمن جیسا

بھی بُرا رویہ برتتے ہیں، ان پر اگر صبر کیا جائیگا تو اللہ تعالیٰ اسکا **اَجرِ عظیم** عطا فرمائیگا۔

(۸) قرآن حکیم پڑھنے سے پہلے یہ پڑھا کرو، ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''۔ اس طرح قرآن حکیم کی تلاوت شروع کرنے سے شیطان کے وسوسے بھی ختم ہو جائینگے، قرآن حکیم کا سمجھنا بھی آسان ہو جائیگا اور اس پر عمل کرنا بھی آسان ہوگا لیکن اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شرط لگادی ہے کہ یہ فائدہ ان لوگوں کو ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی **باتوں پر پورا یقین** رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر پورا **بھروسہ رکھتے** ہیں کہ وہ ہمیں اس قرآن حکیم کی برکت سے اور تعلیم سے زندگی میں ہر کام پر ہماری رہنمائی فرمائیگا اور ہمیں مدد دیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ ''جو مجھے یاد کرتا ہے، میں اسے یاد کرتا ہوں۔ جو میری طرف ایک (۱) قدم آتا ہے، میں اس کی طرف دس (۱۰) قدم آتا ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۹) قرآن حکیم کی ہر آیت مبارکہ اور ہر حرفِ مقدس سو (۱۰۰) فیصد وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کیونکہ اسکی حفاظت کا ذِمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، فرمایا کہ ''**اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝**'' (الحجر ۱۵، آیت ۹) ترجمہ ''اس ذِکر (یعنی کتابِ نصیحت، قرآن حکیم) کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور خود ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے''۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ نمبر ۱۰۴ میں واضح طور پر فرمادیا ہے کہ جو قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ اسکو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ ہدایت کیلئے ضروری ہے کہ انسان پہلے اس بات پر ایمان اور یقین رکھے کہ جو کچھ مجھے ہدایت دی جا رہی ہے، یہ سو (۱۰۰) فیصد سچ ہے۔ اس میں ذرّہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہوسکتا، تب ہی اسکو ہدایت ملے گی۔ اگر شک وشبہ کی حالت میں وہ قرآن کریم پڑھتا ہے، بعض آیات مبارکہ کو مان لیتا ہے اور بعض کو نہیں مانتا تو پھر ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ مکمل ایمان لانے کی توفیق عطا نہیں کرتا۔

یہ اصول دُنیا میں ہر جگہ قابلِ عمل ہے، اسلئے انگریزی کا محاورہ ہے کہ '' Trust wins Trust ''، یعنی ''کسی کی بات مانو گے، اس پر یقین رکھو گے تو وہ بھی تمہاری بات

مانے گا اور تم پر یقین رَکھے گا''۔ یہی معاملہ انسان کا اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اسکے کلام کیساتھ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سچ مانو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سچائی کا راستہ دکھائیگا۔

ایک حدیث شریف میں **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے گمان کے قریب ہے۔ جیسا گمان اس سے باندھو گے ویسا ہی تم اللہ تعالیٰ کو پاؤ گے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۱۱) اگر کوئی مسلمان ایسے حالات میں گھر جائے کہ اس کو ایمان کی وجہ سے بہت تکلیفیں دی جارہی ہیں جو کہ اس کی طاقت سے زیادہ ہیں اور وہ ان کو برداشت نہیں کر پارہا اور اسکے یہ بھی علم میں آتا ہے کہ اگر وہ **کافروں** کا ساتھ دے لفظی طور پر نہ کہ عملی طور پر اور ایمان دِل میں مضبوط ہو تو یہ اللہ تعالیٰ نے مومن کیلئے ایک آسان راستہ بتادیا ہے۔

اگر غیر مسلم ایمان لاتا ہے اور اس کے رشتہ دار اور دوست احباب اس کو ہر طرح سے تنگ کرتے ہیں، طعنہ دیتے ہیں، معاشی مقاطعہ کرتے ہیں اور اس پر وہ صبر کر کے اپنے ایمان پر قائم رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اَجر ضائع نہیں کریگا اور اس کو اس مشکل سے بھی نکال دے گا۔

(۱۲) جو لوگ دُنیا کا فائدہ ڈھونڈتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اسکے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر ایمان نہیں لاتے یا ظاہراً ایمان لاتے ہیں لیکن دِل میں ایمان نہیں ہے تو یہ لوگ آخرت میں نقصان اُٹھانے والے ہیں یعنی جہنم میں جانے والے (یعنی منافقین)

اللہ تعالیٰ کی ان ہدایات کو اگر ہم مدنظر رکھیں اور اپنی شخصیت کی قرآن حکیم کے فرمودات کے مطابق تربیت کریں تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اس زندگی میں بھی برکت عطا فرمائیگا اور آخرت میں بھی اچھا ٹھکانہ دیگا انشاءاللہ تعالیٰ [النحل ۱۶، آیت ۹۷]

لیکن اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ قرآن کریم کو ہم سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، وعدوں کی ہم پرواہ نہیں کرتے، منصب اختیار کرنے پر جو حلف لیا جاتا ہے، اسکو جب چاہے ہم توڑ دیتے ہیں گویا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اور لوگوں سے دھوکہ کیا۔

ہم پر دُنیا داری کا غلبہ اس دَرجہ چڑھا ہوا ہے کہ ہم معمولی سے فائدے کی خاطر

اچھی بات کو بھول جاتے ہیں اور بُری بات کو اختیار کر لیتے ہیں۔

سود خوری، رشوت ستانی، اقرباء پروری، عہد کی ناپاسداری، قرضے کا ہڑپ کر جانا، وقت کی پابندی نہ کرنا، اپنی ڈیوٹی کو کھیل تماشا سمجھ لینا ہمارا روزمرہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے کہ ہم اسکے نام پر جو بھی قسمیں کھاتے ہیں، وعدے کرتے ہیں، انکو پورا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم کرے اور اُمت پر بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو جھوٹا دعویٰ کرے تا کہ اسکے ذریعے زیادہ مال سمیٹے تو اللہ تعالیٰ اسے قلت مال سے دوچار کر دے گا''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۲۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم قسم کھالو ''کسی کام کے نہ کرنے کی یا کرنے کی'' اور پھر بعد میں بہتری نظر آئے اسکے اُلٹ کرنے میں تو بہتر کام کو کرلو اور قسم کا کفارہ اَدا کردو''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۳۲۶۵

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قسم حلف اُٹھانے والے کی نیت پر ہے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۲۶۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قسم کھانے سے پرہیز کرو مگر جبکہ تم بالکل سچے ہو''۔ ([ابوداؤد] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۲۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور چیز کی قسم تو یقیناً اس نے شرک کیا''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۲۷۲)

وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلَاغُ الۡمُبِيۡن

۝.....۝.....۝

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا
ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١١٠ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ
عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ۝١١١ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً
مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ
فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ
وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝١١٢ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۰ سے ۱۲۸) (خسارہ اُٹھانے والے لوگوں کے برعکس جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ) جو **ایمان لانے کی وجہ** سے ستائے گئے پھر انہوں نے **ہجرت** کر لی اور راہِ خدا میں **سختیاں جھیلیں** اور **صبر کیا**، ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس **مغفرت** ہے اور **رحمت** ہے۔[۱۱۰]

ان دونوں گروہوں کا فیصلہ اس دِن (یعنی قیامت میں) ہوگا جبکہ ہر شخص اپنی دفاع کی فکر میں ہوگا اور ہر ایک کو اسکے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔[۱۱۱]

اللہ تعالیٰ **ایک بستی کی مثال** بیان کرتا ہے کہ وہ اَمن، اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اسکو رزق پہنچ رہا تھا پھر اس بستی نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی تب اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے باشندوں کو انکے بُرے اعمال کا یہ مزہ چکھایا کہ **بھوک** اور **خوف** ان پر مسلط کر دیئے گئے۔ (اشارہ عرب کے مشرکین کی طرف ہے۔ اس وقت کے حالات کے مطابق ہے)[۱۱۲]

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا

انکے پاس انہی میں سے ایک رسول آیا مگر انہوں نے اسکو جھٹلا دیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا **کیونکہ وہ ظالم** تھے۔[۱۱۳]

اے لوگو! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے **حلال پاکیزہ رزق** تم کو دیا ہے، اسکو کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی **نعمتوں کا شکر** اَدا کرو اگر تم واقعتاً اسکی بندگی کا دعویٰ کرتے ہو۔[۱۱۴]

اللہ تعالیٰ نے تم پر جو حرام کیا، وہ یہ ہے:

۱) مردار

۲) خون (بہتا ہوا)

۳) سور کا گوشت

۴) وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو مگر بھوک کی حالت میں مجبور ہو کر ان چیزوں کو کھا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے بشرطیکہ تم **حدِ ضرورت** سے تجاوز نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے **قانون کی خلاف ورزی** کی نیت نہ کرو۔[۱۱۵]

جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگاتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام،

حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ
قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ
هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا
ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ
اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ
حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا

اس سے پرہیز کرو کیونکہ اس طرح تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (حلال اور حرام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ کہ انسان کی مرضی سے)[۱۱۶]

دُنیا کی پونجی چند روزہ ہے پھر انکے لیے دَردناک عذاب ہے۔[۱۱۷]

وہ چیزیں جن کو ہم نے خاص یہودیوں کیلئے حرام کیا تھا، انکا ذِکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ **یہ ظلم** ہم نے ان پر نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔[۱۱۸]

جو لوگ جہالت کی وجہ سے بُرا کام کر بیٹھتے ہیں پھر **توبہ** کر لیتے ہیں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیتے ہیں تو یقیناً تیرا رَبّ کریم بعد میں ان کیلئے بخشش کرنے والا ہے اور ان پر رحم کرنے والا ہے۔[۱۱۹]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اپنی ذات میں ایک پوری اُمت تھا۔ اللہ

لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٢١﴾
وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٣﴾
اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ
وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ

تعالیٰ کا **فرمانبردار** اور وہ بھی **یکسو** ہو کے۔ اس نے کبھی **شرک** نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی **نعمتوں کا شکر** کرنے والا تھا۔ (اسی لیے) اللہ تعالیٰ نے اسکو منتخب فرمایا اور **سیدھا راستہ** دکھایا۔ اسکو ہم نے دُنیا میں بہترین زندگی عطا فرمائی اور آخرت میں وہ نیک لوگوں میں شامل ہے۔ [١٢٠-١٢٢] (حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے جدِامجد تھے۔)

اب ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی ہے کہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے پر **یکسو ہو کر چلنا** اور یاد رکھو کہ وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح یکسو ہو کر توحید پر قائم رہنا) [١٢٣]

ہم نے **یومِ سبت** ان لوگوں پر مسلط کیا تھا (یعنی بنی اسرائیل پر) جنہوں نے اسکے احکام میں اختلاف کیا۔ قیامت کے روز تیرا رَبِّ کریم ان باتوں میں فیصلہ سنا دیگا جن میں وہ (یہود) اختلاف کرتے تھے۔ [١٢٤]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اپنے رَبِّ کریم کے راستے کی طرف

هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٢٥﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾ ع

تبلیغ **حکمت** اور **عمدہ نصیحت** سے کرو اور لوگوں سے بحث ومباحثہ بہترین طریقے سے کیا کرو۔ تیرا رَبِّ کریم زیادہ جانتا ہے کہ کون اسکی راہ سے بھٹکنے والا ہے اور کون ہدایت اختیار کرنے والا ہے۔[١٢٥]

اگر **تم بدلہ لینا** چاہو تو اتنا ہی لو **جتنی تکلیف** انہوں نے تم کو دی ہے اور اگر تم صبر کرلو (اور بدلہ نہ لو) تو یہ صبر کرنے والوں کیلئے **بہتر بات** ہے۔[١٢٦]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! **صبر سے کام** لو اور تیرا صبر کرنا **اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق** سے ہے۔ ان لوگوں کی حرکات پر **غم نہ کھاؤ** اور جو یہ چالیں چل رہے ہیں، ان پر اپنا **دِل تنگ نہ کرو**۔[١٢٧]

اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہوتا ہے جو **تقویٰ سے** کام لیتے ہیں اور دوسروں سے **اچھا برتاؤ** کرنے والے ہیں۔[١٢٨] (اچھا اخلاق اور اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری)

تشریح : اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کو بہت پسند فرمایا ہے اور بدلہ لینے کی اجازت تو دی لیکن یہ بھی تاکید فرمادی ہے کہ ضرورت سے زیادہ بدلہ نہ لیا جائے بلکہ اگر بدلہ لینے کی بجائے تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔

صبر کی فضیلت بہت ہے۔ ''صبر تو صرف وہی معتبر ہوتا ہے جو صدمہ کے ابتدائی لمحات میں ہو''۔ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے یہ جملہ اس وقت فرمایا تھا جبکہ وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ وہ عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو''۔ وہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو پہچان نہ سکی اور کہنے لگی کہ ''پرے ہٹو! تمہیں میری جیسی مصیبت نہیں آئی، اسلئے کہہ رہے ہو''۔ بعد میں کسی نے اس عورت کو بتایا کہ وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تھے۔ چنانچہ وہ عورت بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی اور معذرت کرنے لگی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو پہچانا نہیں تھا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''صبر تو صرف وہی معتبر ہوتا ہے جو صدمہ کے ابتدائی لمحات میں ہو''۔ ([صحیح بخاری ۱۲۸۳، صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ] (حدیث انسائیکلو پیڈیا [بیت العلوم، نابھہ روڈ، لاہور] از مولانا محمد ظفر اقبال)

ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! مجھے مرگی کا دَورہ پڑتا ہے اور مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے''۔ (مطلب یہ تھا کہ تم اس بیماری کے بدلے جنت میں جاؤ گی) اس نے عرض کی کہ ''اچھا! میں صبر کرونگی'' اور وہ مرتے دَم تک صبر کرتی رہی۔ (تفہیم البخاری جلد ہشتم حدیث ۶۱۹۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اپنے آپ پر **زبردستی کر کے صبر** کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے صبر و استقلال دے دیتا ہے اور کسی کو صبر سے بہتر اور زیادہ بے پایاں **خیر نہیں** ملی''۔ (صحیح بخاری، الزکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ترکِ عجلت (یعنی بے صبری نہ کرنا گویا کہ صبر کرنا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور عجلت (یعنی تیزی، بے صبری) شیطان کی طرف سے ہے''۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پہلوان وہ نہیں جو کشتی لڑنے میں غالب آ جائے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے **جو غصہ** کی حالت میں اپنے آپ پر **قابو رکھے**''۔ (**یعنی صبر کرے**) (صحیح بخاری، کتاب الادب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن کے ہر کام میں بھلائی ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اسے خیر پہنچے تو وہ شکر اَدا کرتا ہے جو کہ اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر اسکو تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو اس کیلئے بھلائی ہے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۰۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''طاقتور مومن بہتر ہے ضعیف مومن سے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یوں نہ کہو کہ میں اگر ایسا کرتا تو ایسا ہو جاتا بلکہ جو ہوا، تقدیر پر بھروسہ رَکھو اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا، کِیا کیونکہ اگر تم لفظ ''اگر'' استعمال کرو گے تو یہ شیطانی اعمال کو کھول دے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۰۶۶)

نوٹ: تقدیر پر یقین رَکھنا چاہیے اور یہ الفاظ بولیں کہ تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (دیکھیں سورہ آلِ عمران ۳، آیت ۱۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر رزق حلال کماؤ گے تو تم جنت کے قریب اور دوزخ سے دُور ہو جاؤ گے اور اگر تم حرام کماؤ گے تو تم دوزخ سے قریب اور جنت سے دُور ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈَرو (اور صبر کرو)۔ رزق کی تلاش میں اچھا (حلال) طریقہ اختیار کرو اور رزق کی تاخیر تمہیں مجبور نہ کر دے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے حرام کمانے لگو''۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۰۶۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ''جو (صبر کرے اور) اللہ تعالیٰ سے ڈَرے (کہ روزی حلال کمائے) تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اسکا گمان بھی نہ ہو (طلاق ۶۵، آیات ۲-۳)''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۰۷۳)

○.....○.....○

بَنِیۡ اِسۡرَآءِيۡل ۱۷

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۱۱ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ① وَاٰتَيۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنٰهُ هُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَكِيۡلًا ؕ② ذُرِّيَّةَ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۸) پاک ہے وہ ذاتِ اقدس (ہر کمزوری سے پاک ہے) جو لے گئی ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ تک جسکے گرد ونواح میں ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم دکھائیں اسکو اپنی بعض نشانیاں۔ وہ یکتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جو سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔[۱]

ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی (یعنی تورات) اور اسکو بنی اسرائیل کیلئے ذریعہ ہدایت بنایا (اسکی بنیادی تعلیم یہ تھی کہ) میرے سوا کسی

مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳
وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ
فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا
جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ
بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ
وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ
وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ

دوسرے کو اپنا وکیل (یعنی رَبّ اور کارساز) مت بناؤ۔[۲]

اے بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ)! تم ان لوگوں کی اولاد ہو جنہیں ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کیساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) ایک **شکر گزار** بندہ تھا۔ (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح مومن تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والے تھے)[۳]

اور ہم نے اس کتاب (یعنی تورات) میں لکھ دیا تھا کہ بنی اسرائیل ملک میں دو (۲) مرتبہ **فساد مچائیں** گے اور بڑی **سرکشی** دکھائیں گے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرینگے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کیخلاف سرکش ہو جائینگے)[۴]

پھر جب فسادِ اوّل کا موقع آیا تو ہم نے اے بنی اسرائیل! تم پر اپنے وہ بندے بھیجے جو سخت جنگجو تھے اور تمہارے ملک میں داخل ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جو کہ ہر صورت پورا ہونا تھا (جب باطل پر زندگی بسر کی تو مغلوب ہو گئے)[۵]

پھر ایک وقت آیا کہ ہم نے یہی حالت تمہارے حق میں بدل دی (یعنی تمہیں ان پر غلبہ دیا) اور ہم نے تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے

نَفِيْرًا ۝٦ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ قف وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝٧ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ج وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝٨

سے زیادہ کردی۔ (جب حق پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں برکتیں دیں)[۶]

(ذرا سوچو!) **جب تم نے اچھے کام کیے تو اپنی ذات کیلئے اچھے کام کیے اور جب تم نے بُرے کام کیے تو بھی تمہیں ہی نقصان پہنچا۔**

پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دُشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا اور انہوں نے تمہارے **چہرے تک بگاڑ دیئے** اور **مسجدِ بیت المقدس** میں اسی طرح گھس گئے جس طرح پہلے دُشمن گھسے تھے اور جس پر بھی انکا ہاتھ پڑا، اسکو تباہ و **برباد کر** کے رَکھ دیا۔ (قتل عام کیا) (یہ دو دَور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں)[۷]

(نزولِ قرآن کریم کے وقت مدینہ طیبہ میں یہودیوں سے خطاب ہے) اب قریب ہے کہ تمہارا رَبّ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے لیکن اگر تم نے پہلی حرکتوں کا اعادہ کیا تو ہم بھی اپنی سزا کا اعادہ کرینگے (یعنی پھر دوسرے دُشمنوں کو تم پر مسلط کر دینگے) اور یاد رکھو کہ جو نافرمانی کا طریقہ اختیار کریگا، اسکے لیے ہم نے جہنم کا قید خانہ تیار کیا ہوا ہے۔ (یہاں نافرمانی کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں لاؤ گے)[۸]

تشریح: یہ آیات مبارکہ **مشرکینِ مکہ** کیلئے خاص طور پر اور **تمام دُنیا کے** انسانوں کیلئے عام

طور پر بیان کی گئی ہیں۔اس میں سبق یہ ہے کہ جوقوم بُرے کام کریگی،ہم اسکوسزا دینگے اور جب وہی قوم اچھے کام کریگی تو ہم اسکی مدد کرینگے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ''**اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ** ''(الرعد۱۳،آیت۱۱)ترجمہ''حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم جب تک خود اپنی حالت نہ بدلے،اللہ تعالیٰ اسکی حالت نہیں بدلتا''۔یعنی پستی سے نکلنے کیلئے اگر تم اچھے کام کروگے تو ہم تمہاری ضرور مدد کرینگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اگر میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں اسکی طرف دَس قدم جاتا ہوں۔اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف بھاگ کر جاتا ہوں''۔(مشکوٰۃ شریف)اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ جوانسان خود نیکی کی طرف آئے گا تو میں اسکی مدد کرونگا اور اسکو برکت دونگا دَس گنا تک لیکن اگر وہ خود ہی نیکی کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا تو میں اسکی مدد سے بری الذِمہ ہوں تو پھر شیطان اسکو اپنا ساتھی بنالیتا ہے اور اس سے بُرے کام کرواتا ہے۔

فساد فی الارض کیا ہے؟

ہر وہ کام جوانسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رَضا کیلئے کرتا ہے، اسکا نتیجہ زمین پر اَمن کی صورت میں نکلتا ہے اور ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس اور بدنیتی سے کرتا ہے،اسکا انجام بُرا نکلتا ہے گویا کہ حق اَمن ہے اور باطل فساد ہے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ہمارے اکثر کام باطل پر چل رہے ہیں تو ہم اپنی زمین پر اَمن کی توقع کیسے رَکھ سکتے ہیں؟

نزولِ قرآن کریم کے وقت اللہ تعالیٰ نے پھر بنی اسرائیل کو وارننگ دی کہ اگر اب بھی تم اس نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اور قرآن کریم پر ایمان نہیں لاؤ گے تو ہم پہلے کی طرح تمہیں پھر سزا دینگے۔اکثر ان میں سے ایمان نہیں لائے اور انکو یہ سزا دی گئی کہ خطہ عرب سے انکو ذلیل کر کے نکال دیا گیا۔

پھر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فلسطین کی

حکومت بھی انکے ہاتھ سے نکل گئی اور اب انکے ہاتھ میں اس زمین پر انکا اپنا کوئی ملک نہیں رہا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد اتحادیوں نے زبردستی انکی ایک ''ریاست'' بنا دی جن کو اکثر ممالک نے تسلیم نہیں کیا۔ اب یہ ''ریاست'' بھی اپنے ہمسایوں سے جو کہ مسلمان ہیں، مسلسل برسرِ پیکار رہتی ہے۔ اس میں ہمارے لیے عبرت کا سامان موجود ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اسکے احکامات پر مضبوطی سے عمل کرنا چاہیے اور اس بات کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مشرک کی غلامی سے آزاد کروا کر ایک اسلامی سلطنت عطا فرمائی۔

''وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ج صلے وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○'' (الاعراف ۷، آیت ۱۶۷) ترجمہ ''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو انکے رَبِّ کریم نے اطلاع فرمائی کہ) تیرا رَبِّ کریم ان بنی اسرائیل کو قیامت تک بُرے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رکھے گا کیونکہ تیرا رَبِّ کریم بہت جلد عذاب دینے والا ہے لیکن وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے''۔

ان آیات مبارکہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا سفر اسلئے بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہود و نصاریٰ کو اشارہ مل جائے کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ختم ہونے والی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شریعت تمام دُنیا کے لیے بشمول مکہ اور مدینہ نافذ ہونے والی ہے۔

اے مکہ اور مدینہ والو! تمہارا فائدہ اسی میں ہی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا نبی مان لو اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مان لو اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ پہلے دو دفعہ ہو چکا ہے لیکن نہ ہی مکہ والوں نے اور نہ ہی مدینہ کے یہود و نصاریٰ نے اس آیت مبارکہ کی پرواہ کی اور نتیجہ وہی نکلا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکہ والے بھی بالآخر مغلوب ہو گئے اور یہود و نصاریٰ بھی بالآخر مسلمانوں سے مغلوب ہو کر دُنیا کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور ان کا ملک اور عزت بھی ہاتھ سے جاتے رہے۔

○.....○.....○

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ
اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾ وَاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ
دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾
وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ
وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ

ترجمہ◄ (آیات ۹ سے ۱۵) **یہ قرآن حکیم یقیناً وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے** (جو قرآن کریم پر عمل نہیں کرتا، وہ ایسی راہ پر چل رہا ہے جو ہرگز سیدھی نہیں ہے)۔ جو لوگ اس پر ایمان لے آئیں اور اچھے کام کرنے لگیں، انکو اس بات کی بشارت سنا دو کہ انکے لیے **بڑا اَجر** ہے اور یہ بھی بتا دو کہ جو لوگ **آخرت** پر ایمان نہیں رَکھتے، ان کیلئے ہم نے **دَردناک عذاب** تیار کر رَکھا ہے۔ (یعنی آخرت کے حساب پر ایمان نہیں رَکھتے۔ آخرت کا خوف انسان کو بُرائی سے روکتا ہے اور اچھے کام کی طرف راغب کرتا ہے)[۹-۱۰]

(حیرانی کی بات ہے کہ) انسان بُرائی کو اتنی جلدی طلب کرتا ہے جتنی جلدی اسکو نیکی طلب کرنی چاہیے (ترجیحاً وہ بُرائی کو جلدی قبول کرتا ہے بہ نسبت اچھائی کے) انسان ہے ہی بڑا جلد باز۔[۱۱]

ہم نے رات اور دِن اپنی دو (۲) نشانیاں بنائی ہیں۔ رات کی نشانی کو بے

شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ
طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا
يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ
الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ

نور (یعنی تاریک) بنایا اور دِن کی نشانی کو روشن بنایا تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا **رزق تلاش** کر سکو (اور **رات کو آرام** کر سکو) اور ماہ و سال کا **حساب** معلوم کر سکو (یعنی نمازوں، رمضان المبارک کے روزوں اور حج وغیرہ وغیرہ کا حساب رَکھ سکو)۔ اس طرح ہم نے ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ (سورج، زمین اور چاند جنکی گردشوں سے ہفتے، مہینے اور سال بنتے ہیں، رات اور دِن پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائے ہیں) [۱۲]

ہم نے ہر انسان کے گلے میں اسکا (مقدر، قسمت) شگون لٹکا رَکھا ہے (یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے، وہ لکھا جا رہا ہے) اور اسکے اعمال کا یہ **رجسٹر** قیامت کے روز ہم اسکے سامنے کھول دینگے۔ [۱۳] (اسکے اعمال ہی اسکا مقدر ہیں۔ وہی اسکی قسمت ہے)

(اور ہم کہیں گے کہ) **اپنا اعمال نامہ پڑھ لو۔ آج تم اپنا حساب خود ہی کر لو**۔ [۱۴]

اے انسان! جان لے کہ جو بھی کوئی **ہدایت** کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اسکا **فائدہ** اسی کو ہے اور جو کوئی گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے، اسکا نقصان بھی اسی کو ہے (اور قیامت کے دِن) کوئی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا (ہر انسان اپنا ہی بوجھ اُٹھائے گا۔ کوئی اسکی مدد کیلئے نہیں آئے گا)۔ ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دینے والے

حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

جب تک کہ ہم اس میں **اپنا رسول** نہ بھیج چکے ہوں۔ (جو ان کو نیکی کی ترغیب کرتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے)[۱۵]

تشریح : یہ قرآن کریم **ہدایت** کیلئے بھیجا گیا ہے۔ جو لوگ اسکی ہدایات پر عمل کرینگے، وہ اس دُنیا میں بھی کامیاب ہونگے اور آخرت میں بھی اور جو انسان **اسکے قوانین** کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان پر عمل نہیں کرتے، انکے لیے **اس دُنیا** میں بھی اور **آخرت** میں بھی اللہ تعالیٰ نے **عذاب** کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اس میں نیکی اور بدی کی تمیز رَکھ دی۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''**وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ** ○'' (البلد ۹۰، آیت ۱۰) ترجمہ ''اور ہم نے دونوں راستے دِکھا دیئے''۔ (یعنی نیکی کا راستہ بھی اور بُرائی کا راستہ بھی)

جو شخص نیکی کرنا چاہتا ہے، وہ تو نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور قرآن کریم کے احکامات پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

اور جو انسان بُرائی کی طرف مائل ہے، وہ بُرائی کو بہت جلدی اختیار کرتا ہے اور اپنے آپکو عذابِ الیم (دَردناک عذاب) کی طرف لے جاتا ہے۔

نیکی اور بُرائی کے چناؤ کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو دے رَکھا ہے۔ یہ اب اسکی مرضی ہے کہ وہ نیکی کو اختیار کرتا ہے یا بُرائی کو لیکن اسکے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اگر وہ بُرائی کو اختیار کرتا ہے تو **شیطان** اسکی مدد کرتا ہے مزید بُرائی کرانے میں اور اگر وہ نیکی کی طرف مائل ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسکے لیے **فرشتے مقرر** کیے ہوئے ہیں جو اسکو نیکی کی طرف مدد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر انسان کیساتھ دو ساتھی ہیں، ایک نیکی کی طرف لے جانے والا اور دوسرا بُرائی کی ترغیب دینے والا''۔ (مشکوٰۃ)

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا: (انسان جلد باز ہے)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنا کر اس میں **نورانیت** بھی رَکھ دی اور **شیطانیت** بھی اور انسان کو اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہو، اختیار کرلو۔

آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے پر اللہ تعالیٰ اکثر انسانوں کا رویہ بتا رہا ہے کہ اکثر انسان عجلت کرتے ہیں اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''ترکِ عجلت (تحمل، بُردباری، وقار) **اللہ تعالیٰ** کی طرف سے ہے اور عجلت (یعنی جلدی کرنا، تیزی کرنا) شیطان کی طرف سے''۔(جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن سرجس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اچھی طبیعت، ترکِ عجلت اور میانہ روی نبوت کے **چوبیس** (۲۴) حصوں میں سے ایک حصہ ہے''۔(جامع ترمذی)

حضرت اشج العصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ **عبدقیس قبیلہ** کے ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زیارت کیلئے آئے۔ دورانِ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے **اشج عبدقیس**! تیرے اندر دو (۲) عادتیں ایسی ہیں جو **اللہ تعالیٰ** اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو **محبوب** ہیں''۔ اس نے پوچھا کہ ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! وہ دو (۲) عادتیں کون سی ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**ترکِ عجلت** اور **بُردباری**''۔(مسند ابی یعلیٰ، حدیث ۶۸۴۹)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب **نماز کھڑی** ہو جائے تو **دوڑ کر مت آؤ** بلکہ **سکون** اور **وقار** سے آؤ۔ جو نماز پالو، اَدا کرلو۔ جو رہ جائے، اسے پورا کرلو **کیونکہ جو نماز کی نیت سے آ** رہا ہے، **وہ نماز ہی میں شامل ہوتا ہے**''۔ [یعنی بھاگنے کی ضرورت ہی نہیں۔ آپکو پوری نماز کا ثواب مل رہا ہے] (صحیح مسلم، کتاب المساجد والصلوٰۃ)

وَجَعَلۡنَا الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيۡنِ:

رات اور دِن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی، اسکی قدرت کی، اسکی خلّاقی کی، اسکی توحید کی دو (۲) ایسی **عظیم نشانیاں** ہیں جو کوئی انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ یہ نظام اللہ تعالیٰ واحد کے سوا کسی اَور کا بنایا ہوا ہے۔

اگر ہمیشہ رات رہتی تو زمین کی مخلوق سورج کی توانائی سے محروم رہ جاتی اور اس پر

نہ نباتات اُگتیں، نہ کوئی ذی روح زندہ رہتی، نہ ہی بارش کا کوئی نظام ہوتا اور نہ ہی زمین کے پہاڑوں اور زمین کی تہہ میں جو خزانے اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھے ہیں، انکو کوئی نکال سکتا روشنی کی غیر موجودگی میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا اور انسان اپنے روزگار کا بندوبست کرنے سے محروم رہ جاتا۔ زندہ رہنے کیلئے حلال روزی کا کمانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جنت میں جانے کیلئے انسان کا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا ضروری ہے۔

اگر ہر وقت دِن ہی رہتا تو سورج کی توانائی ہر چیز کو بھسم کر دیتی۔ نباتات خشک ہو کر جل جاتیں۔ ذی روح پیاس سے مر جاتے، نباتات نہ ہونے کی وجہ سے کھانے کو کچھ نہ ملتا۔ یا تو سمندر سب خشک ہو جاتے یا ہر وقت بارش ہوتی رہتی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ زمین پر دِن اور رات کے اَدل بدل میں زندگی کی بقا اسی تبدیلی میں ہے۔

زمین اور سورج کا نظام اتنا آسان نہیں ہے کہ اسکو چند لفظوں میں ہم یہاں بیان کر سکیں۔ پورے نظام کو سمجھنے کیلئے ہمیں آسٹرانومر (Astronomer) کی ضرورت ہے۔ جیالوجسٹ (Geologist) کی ضرورت ہے۔ ایکالوجسٹ (Ecologist) کی ضرورت ہے۔ سیسموگرافی (Seismography) کی ضرورت ہے۔ یہ چند ایک علوم کا ہم نے نام لیا ہے ورنہ زمین کے نظام کو سمجھنے کیلئے سینکڑوں نہیں، ہزاروں علوم کی ضرورت ہے اور ان سب علوم کا منبع بذاتِ خود ایک ہی ذاتِ اقدس ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر **اللہ تعالیٰ واحد** کے علاوہ **اَور خدا** ہوتے تو **ان علوم** میں گڑبڑ ہو جاتی اور زمین پر بسنا ممکن نہ ہوتا۔

زیادہ گہرائی میں جانے کی بجائے اب ذرا دِن اور رات کے چند ایک فائدے دیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے پیدا فرمائے ہیں۔

آیت مبارکہ میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دِن کو انسان کی روزی کیلئے بنایا ہے تاکہ وہ دِن کے وقت روزی کے وسائل جو بیشمار زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، تلاش کر سکے لہٰذا یہ اصول نکلتا ہے کہ انسان دِن کے وقت کو ضائع نہ کرے۔ اس میں اپنے متاع الحیٰوۃ کو حاصل کرنے کیلئے کوشش کرے۔ یہ متاع الحیٰوۃ ''دُنیا'' نہیں۔ یہ عین آخرت کا سامان ہے۔ بات **صرف نیت** اور **طریقے** کی ہے۔ **نیت** یہ کرے **جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا** کہ ''فرائض اَدا کرنے کے بعد حلال روزی کا تلاش کرنا انسان پر

فرض ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۱) اور روزی کو حلال بنانے کیلئے انسان اللہ تعالیٰ کے **دِین کا علم حاصل** کرے اور **اس پر عمل** کرے۔

جب اللہ تعالیٰ کے دِین پر عمل کرتے ہوئے روزی حاصل کی جائیگی تو وہ روزی **آخرت کا سامان** ہوگی۔ اسکے برعکس اگر دِین کے اصولوں کی **پرواہ نہ کرتے** ہوئے روزی کمائی جائیگی تو وہ **روزی حرام** ہوگی اور **وہ دُنیا کا مال ہوگا**۔

حلال روزی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی **برکات** ہیں جو **اس دُنیا** میں بھی انسان کو ملتی ہیں اور **آخرت** میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

حرام روزی کے متعلق حضرت **ابوبکر صدیق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام روزی سے پلا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''جس نے دَس (۱۰) درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک (۱) درہم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ اسکے جسم پر ہے''۔ پھر **اپنی دو** (۲) انگلیاں اپنے **دونوں کانوں** میں داخل کر کے فرمایا کہ ''یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یہی فرماتے نہ سنا ہو''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی کہ ''اے اللہ تعالیٰ! میری اُمت کی **صبح میں برکت فرما**''۔ (الطبرانی الاوسط) [یعنی میری اُمت کو صبح سویرے اپنے رزق کی فکر کرنے کی اور کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یہ نہ ہو کہ صبح کو سوئے رہیں۔ نہ نمازِ فجر اَدا کریں، نہ اپنے کام پر جائیں اور جب دوپہر ہو جائے تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا شروع کر دیں]

صبح سویرے کام شروع کرنا زیادہ منافع بخش ہے بہ نسبت دیر سے کام شروع کرنے کے۔ اسی لیے فجر کی نماز کے بعد جب ہم مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو ہمیں یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ ''**اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ**''۔ یہاں فضل کا مطلب حلال رزق ہے یعنی اب نماز کے **بعد میرا کام سونا نہیں ہے، گپیں مارنا نہیں** ہے، **غلط کاموں میں ملوث** ہونا نہیں ہے، **بے کار وقت** ضائع کرنا نہیں ہے بلکہ اب

میں نے اپنے خاندان کیلئے اور **اپنے لیے** اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **ہدایات** کے مطابق **روزی کا بندوبست** کرنا ہے۔

جہاں تک دِن اور رات کے فوائد کا تعلق ہے، اس میں ہم نے دِن کے کچھ فوائد گنا دیئے ہیں۔ رات کے چار (۴) بہت بڑے فائدے ہیں:

(۱) رات کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے بہت اَجر رَکھا ہے جیسے **لَیْلَۃُ القدر**۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہمارے رَبّ تعالیٰ ہر رات کو **آخری تہائی** میں آسمانِ دُنیا پر آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ 'کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اسکی دُعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اسکو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے کہ میں اسکو معاف کردوں''۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد)

(۲) انسان دِن کے وقت اپنی توانائی خرچ کر بیٹھتا ہے۔ اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے رات کا **آرام بنایا** ہے۔ **نیند** تھکان کا بہترین علاج ہے جس میں انسان کی توانائی واپس آجاتی ہے اور صبح کو تازہ دَم ہوکر پھر متاع الحیٰوۃ کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

(۳) قرآن کریم اور احادیث شریف اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے علوم رات کے وقت حاصل کرنا **زیادہ فضیلت** رَکھتے ہیں۔

رات کے وقت **صدقہ** دینا، دِن کے وقت صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ رات کو انسان پوشیدہ طریقے پر جسکو چاہے، دے سکتا ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''بہترین صدقہ وہ ہے کہ اتنا چھپ چھپا کر دیا جائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے''۔ (تفہیم البخاری، جلد دہم، حدیث ۶۴۰۵)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک آدمی نے رات کے وقت ایک آدمی کو صدقہ دیا۔ صبح کو پتہ چلا کہ وہ تو چور تھا۔ اس نے دوسری رات پھر صدقہ کیا اور پتہ چلا کہ وہ عورت جسکو صدقہ دیا تھا، وہ زانیہ تھی۔ تیسری رات پھر اس نے ارادہ کیا اور صبح کو پتہ چلا کہ جسکو صدقہ دیا، وہ تو مالدار آدمی تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا اللہ تعالیٰ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ میں نے جو صدقہ کیا وہ تو غیر مستحقین کے پاس پہنچ گیا۔ خواب میں بتایا گیا کہ تیرا

صدقہ قبول کرلیا گیا ہے اور ممکن ہے کہ تیرے صدقے کی وجہ سے چور، چوری سے باز آ جائے۔ زانیہ زِنا سے باز آ جائے اور مالدار صدقہ وخیرات کرنے لگے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

(۴) رات کا وقت خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے انسانی نسل کی بقا اور افزائش کیلئے مقرر کیا۔ رات کے وقت مخصوص ہارمونز (Hormones) کی جسم میں پیدائش دِن کے وقت سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ رات کو ہم نے تمہارے لیے لباس بنایا ہے (دیکھیں سورۃ نباء ۷۸، آیت ۱۰) یعنی رات تمہارے لیے پردے کا کام کرتی ہے جس سے تم اولاد حاصل کرتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص صبح کو مسجد کی طرف نکلا، وہ ''رحمٰن'' کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر نکلا۔ جو مسجد کی بجائے بازار کو نکلا (اپنے کاروبار کے لیے) وہ شیطان کا جھنڈا لے کر نکلا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم یہ دُعا فرماتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ! میری اُمت کے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما۔ **حضرت صخر غامدی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک تاجر آدمی تھے۔ وہ اپنے ملازموں کو تجارت کے لیے ہمیشہ صبح کے وقت بھیجتے تھے جس کے نتیجے میں ان کے پاس مال ودولت کی اتنی ریل پیل ہوگئی کہ انہیں یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اپنا مال ودولت کہاں رکھیں۔ (مسند احمد، ۱۵۵۲۲،۱۵۵۱۷، مسند طیالسی از حدیث انسائیکلو پیڈیا [بیت العلوم، نابھہ روڈ، لاہور] از مولانا محمد ظفر اقبال)

۝.....۝.....۝

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۶ سے ۲۱) جب ہماری مشیت (ارادہ) میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں بستی کو ہلاک کرنا ہے (کیونکہ وہ ہلاکت کے مستحق ہو چکے ہیں) تو اس کے **خوشحال لوگوں** کو ڈھیل دے دیتے ہیں کہ **نافرمانیاں** کرتے رہیں جبکہ اس بستی پر عذاب کا فیصلہ (ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے) صادق ہو جاتا ہے تو پھر ہم اسے برباد کر کے رَکھ دیتے ہیں۔[۱۶]

(اے انسان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ) ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کے بعد کتنی نسلیں ہلاک کر دیں (اسلئے کہ وہ گنہگار تھے) تیرا رَبّ کریم اپنے بندوں کے گناہوں کو پوری طرح جانتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ (ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں)[۱۷]

جو کوئی **عاجلہ** (یعنی دُنیا) چاہتا ہے، ہم اسکو دُنیا میں ہی جتنا ہم چاہیں، جو وہ چاہتا ہے، دے دیتے ہیں پھر آخرت میں وہ **جہنم** میں ڈالا جائیگا جس میں وہ سڑے جلے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائیگا۔[۱۸]

مَّشۡكُوۡرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ
رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحۡظُوۡرًا ﴿۲۰﴾ اُنۡظُرۡ
كَيۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ وَلَلۡاٰخِرَةُ
اَكۡبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكۡبَرُ تَفۡضِيۡلًا ﴿۲۱﴾

اور جو آخرت چاہتا ہے اور وہ اسکے لیے **کوشش** بھی کرتا ہے بشرطیکہ وہ ہو **مومن** تو پھر اسکی کوشش کی ہم قدر کرتے ہیں (ہم آخرت میں اسکو بھرپور انعام دینگے)[۱۹]

اِنکو بھی (یعنی آخرت چاہنے والے) اور اُنکو بھی (یعنی دُنیا چاہنے والے)، دونوں فریقوں کو دُنیا میں ہم دیئے جا رہے ہیں۔ یہ تیرے رَبِّ کریم کا عطیہ (Gift) ہے اور تیرے رَبِّ کریم کی اطاعت کو روکنے والا کوئی نہیں۔[۲۰]

(صراطِ مستقیم کی فضیلت) ذرا دیکھو کہ ہم نے دُنیا میں کیسے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رَکھی ہے اور آخرت میں تو اسکے دَرجے اَور بھی بلند ہونگے اور اسکی فضیلت اَور بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی۔ (یہ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کی دُنیا اور آخرت کی فضیلت کے متعلق آیات مبارکہ ہے)[۲۱]

تشریح: اللہ تعالیٰ کے قانون میں قوم اس وقت تباہ ہوتی ہے جب اسکی **اکثریت** بُرے کاموں میں لگ جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''کیا جب اوپر کے **چند لوگ بُرے ہوں** تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جاتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں! جب اکثریت قوم کی بُری ہو تو اللہ تعالیٰ کا عذاب تب آتا ہے'' (بخاری)

ایک عورت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو ہوئی۔ پوچھنے لگی کہ ''ہم کب تک دِین اسلام پر رہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جاہلیت کے بعد عطا فرمایا ہے؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''اس وقت تک تم اس دِین پر

صحیح طور پر قائم رہو گے **جب تک تمہارے حاکم درست رہیں گے**''۔اس نے کہا کہ ''حاکم کون ہیں؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''کیا تیری قوم میں سردار اور بڑے لوگ نہیں ہیں جو لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور لوگ انکی اطاعت کرتے ہیں؟'' وہ کہنے لگی کہ ''ہاں! ایسے لوگ تو ہیں'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''پس یہی لوگ، لوگوں کے حاکم ہیں''۔(صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر معاشرے کے بڑے لوگ (خوشحال اور سردار اور افسران) ٹھیک ہوتے ہیں تو معاشرہ بھی ٹھیک رہتا ہے۔اگر یہ لوگ گمراہ ہوتے ہیں تو یہ معاشرہ کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فرمان بھی درج بالا حدیث شریف کے مطابق یہی ہے کہ اگر صرف حکمران بُرے ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آئے گا لیکن جب وہی حکمران بُرائی سارے معاشرے میں پھیلانے کا سبب بنیں گے اور اکثریت بُری ہو جائیگی تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔[آمین]

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ:

عاجلہ کا مطلب ''دُنیا'' ہے۔جلدی حاصل ہو جانے والی چیز

''دُنیا'' کیلئے ایک دوسرا لفظ عربی میں ''دَنا'' ہے۔دَنا سے ''ادنیٰ'' اور ادنیٰ سے ''دُنیا'' (مونث) ہے۔اسکا مطلب ''قریب'' ہے۔

ان دونوں پر غور کرنے سے لفظ ''دُنیا'' کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز جلدی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، وہ دُنیا ہے۔ **جو چیز صبر کیساتھ اپنے وقت پر** حاصل کی جائے، **وہ آخرت** ہے۔جلدی حاصل کرنے میں انسان غلط ذرائع اختیار کرتا ہے، جو حرام ہے۔اسی لیے **ہر وہ چیز جو حرام ہے، دُنیا کہلائے گی** اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے، **آخرت کہلائے گی۔**

روزمرہ کی زندگی میں ہم بہت جلدی کرتے ہیں کہ ہمارے رزق میں جلدی ترقی ہو۔ہماری ملازمت میں جلدی ترقی ہو یا میں جلدی فلاں منصب حاصل کر لوں یا میں

الیکشن میں جلدی جیت کر کوئی اعلیٰ عہدہ اختیار کرلوں۔ یہ سب باتیں بغیر حلال طریقے اختیار کیے جلدی نہیں حاصل کی جاسکتیں، اسلئے یہ سب چیزیں دُنیا کہلائیں گی۔

اسکے برعکس آپ حلال طریقے اختیار کرتے ہیں اور صبر سے اپنی تجارت، اپنی ملازمت، اپنی صنعت وحرفت، اپنی سیاست وغیرہ حاصل کرنے کیلئے جائز طریقوں پر لگے رہتے ہیں خواہ کتنی ہی مدت لگ جائے۔ تو یہ طریقہ چونکہ حلال ہے، اسلئے جو آپ حاصل کرینگے، وہ آخرت کا ذخیرہ ہوگا یعنی وہ حلال ہوگا۔

اسلئے حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ

(۱) تجارت میں سچ بولنے والا قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہو گا۔ (جنت کی کنجی)

(۲) عادل حکمران قیامت کے دِن عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔ (جنت کی کنجی)

(۳) سلطانِ عادل کی نیک نیتی سے خدمت کرنے والا بھی عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہو گا۔ (جنت کی کنجی)

(۴) حرام مال سے صدقہ وخیرات قبول نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک دفعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کیساتھ جارہے تھے تو راستے میں ایک مری ہوئی بکری پڑی ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کون اس بکری کو خریدے گا؟'' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کہا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اسکو تو کوئی بھی نہیں خریدے گا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دُنیا کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی کم ہے''۔ (مسند احمد ۳۰۴۸)

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال سے پلنے والا جسم جنت میں نہیں جائیگا''۔ (مشکوٰۃ)

(۷) جو کوئی منصب (خود) حاصل کرتا ہے (رشوت یا سفارش سے) جسکا وہ اہل نہیں ہے، یہ بھی دُنیا کا مال ہے اور اسکے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

(۱) اللہ تعالیٰ اسکی مدد نہیں فرماتا۔

(۲) یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ قیامت کے قریب زمانہ میں امانت کا ضیاع ہوگا کیونکہ نااہل لوگوں کو منصب دیئے جائیں گے۔ اسکو امانت کا ضائع ہونا کہا گیا ہے۔ [دیکھیں تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۵۶]

وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ:

دُنیا میں جو کچھ حلال ہے، وہ آخرت ہے۔ بعض چیزیں حرام کردی گئی ہیں، اگر انکو استعمال کیا جائیگا تو اسکی سزا جہنم ہے۔

دُنیا کی جو چیزیں حلال کی گئی ہیں، اگر انکو حلال طریقے سے استعمال کیا جائیگا تو آخرت میں اسکا ثواب ملے گا اور اگر ان حلال چیزوں کو حرام طریقے سے استعمال کیا جائیگا تو **وہ دُنیا ہے** اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہے جیسے دکھاوے (**ریا**) کی خاطر نیک کام کرنا جہنم ہے

اسی طرح دُنیا میں کچھ اعمال حلال ہیں اور کچھ حرام ہیں جیسے سود حرام ہے، تجارت حلال ہے۔ کسی کی مدد کردینا حلال ہے۔ کسی کو تکلیف دینا حرام ہے۔

تو دُنیا میں حلال کو حلال طریقے سے استعمال کرنا اور حرام سے اپنے آپکو بچاتے رہنا اور حلال عمل کو سنت کے طریقے پر اَدا کرنا اور کسی دوسرے طریقے سے بچتے رہنا آخرت ہے۔

اس بحث سے ظاہر ہے کہ دُنیا کا کوئی کام یا عمل یا نیت یا ارادہ انسان کے رویے پر منحصر ہے کہ وہ دُنیا کمارہا ہے یا آخرت کمارہا ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''حرام بھی واضح ہے اور حلال بھی واضح ہے''۔ (دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲) حرام سے بچنے کیلئے جو چیز واضح نہیں ہے، اسکو چھوڑ دو۔ جو واضح حلال ہے، **اسکو اختیار کرلو** ورنہ اس سے بچو۔ **اس طرح انسان امورِ دُنیا کو یا تو آخرت میں جہنم کا ٹھکانہ بنالیتا ہے یا جنت کا ٹھکانہ۔**

اس طرح اللہ تعالیٰ دُنیا میں رزق دونوں کو دیتا ہے۔ ایک نے حرام طریقے سے کمایا، وہ جہنم کی آگ بنا۔ دوسرے نے حلال طریقے سے کمایا، اسکو جنت کا ٹھکانہ ملا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حلال اور حرام میں پہچان کرنے کی تمیز عطا فرمائے اور حلال کو اختیار کرنے اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا کرے۔ [آمین]

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا
مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا
تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا
جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ

ترجمہ◄ (آیات ۲۲ سے ۳۹) مت بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی دوسرا رَبّ ورنہ تم **ملامت زدہ** اور **بے یار و مددگار** ہو جاؤ گے۔ (یعنی تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں ملے گی)[۲۲]

تیرے رَبّ کریم نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ

۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرو گے

۲) والدین کیساتھ انتہائی اچھا رویہ رَکھو گے

اگر تمہارے ساتھ ان میں سے ایک یا دونوں (والد/ والدہ) بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اُف'' تک بھی نہ کہو، نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے انتہائی نرمی **کیساتھ بات** کرو اور **نہایت نرمی** اور مہربانی کیساتھ انکے سامنے اپنے **آپکو جھکا** دیا کرو اور یہ دُعا کیا کرو کہ ''**اے میرے رَبّ کریم! ان دونوں پر اپنی رحمتیں نازل فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں رحمت کیساتھ پالا**''۔[۲۳-۲۴]

جان رَکھو کہ تمہارا رَبّ جلیل خوب جانتا ہے کہ تمہارے دِلوں میں کیسی نیت ہے۔ اگر تم (دِل سے) ان (یعنی اللہ تعالیٰ اور والدین) سے مخلص ہو اور اگر تم اللہ

نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا

تعالیٰ کے ان احکامات پر توجہ دینے والے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف فرمانے والا ہے۔[۲۵]

۳) رشتہ داروں کو انکا پورا پورا حق دیا کرو

۴) مساکین کو بھی انکا حق (یعنی زکوٰۃ اور صدقہ اور عام مدد) دیا کرو

۵) مسافر کو بھی اسکا حق دو (یعنی سفر کے دوران اگر اسے کوئی تکلیف، مال کی کمی یا بیماری آ گئی ہے تو وہاں کی آبادی کو چاہیے کہ اسکو ہر طرح کی مدد فراہم کریں حتیٰ کہ اگر وہ امیر بھی ہو تو زکوٰۃ سے بھی آپ اسکی مدد کر سکتے ہیں)

۶) ہرگز ہرگز فضول خرچی مت کرو۔ فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رَبّ کا ناشکرا ہے۔ (اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ فضول خرچی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ناشکرے ہیں)[۲۶-۲۷]

اگر ان حاجت مندوں کے حقوق اَدا نہیں کر سکتے، اس بنا پر کہ تم ابھی اللہ تعالیٰ کی رحمت (یعنی رزق) کو جسکے تم اُمیدوار ہو، تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دے دیا کرو۔[۲۸]

تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ
رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ
قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ
كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا

۷) نہ ہی تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لو اور نہ ہی بالکل کھلا چھوڑ دو (دوسرے لوگوں کی مالی امداد کرنے میں) ورنہ تم خود ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ گے۔ (خرچ اعتدال سے کرنا چاہیے ورنہ تم خود دوسرے لوگوں کے محتاج بن جاؤ گے)[۲۹]

تیرا رَبّ کریم جسکے لیے چاہتا ہے، رزق وسیع کر دیتا ہے اور جسکے لیے چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے پوری طرح باخبر ہے اور انہیں مکمل طور پر دیکھ رہا ہے۔[۳۰] (اسلئے وہ اپنی حکمت سے عطا کرتا ہے)

۸) غربت کے خوف کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی انہیں بھی روزی دینے والے ہیں اور تم کو بھی۔ یاد رکھو کہ انکا قتل ایک بہت بڑا گناہ ہے۔[۳۱]

۹) زِنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ وہ بہت ہی بُرا کام ہے اور بڑا ہی بُرا طریقہ ہے۔[۳۲]

۱۰) کسی شخص کو قتل مت کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مگر حق کیساتھ اور جو

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا
الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ

شخص مظلومانہ (یعنی بغیر حق کے) قتل کر دیا گیا تو اسکے سرپرست (وارثوں) کو ہم نے قصاص (قتل کا بدلہ قتل) لینے کا حق عطا کیا ہے۔ پس اسکے وارث کو چاہیے کہ وہ قاتل کے معاملہ میں حد سے نہ گزرے۔ (خود قتل نہ کرے۔ عدالت فیصلہ کرے گی)

اگر وارث اپنی حدود کے اندر رہے تو انکی مدد کی جائیگی۔ (یعنی حکومت انکی پوری پوری مدد کریگی اور اتنا ہی بدلہ دلوائے گی جو جائز ہے۔)[۳۳]

۱۱) یتیم کے مال کے پاس بھی مت جاؤ مگر اچھے طریقہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔

۱۲) اپنے عہد (حلفیہ بیانات، شہادت، حلفیہ اقرار نامے وغیرہ) پورے کیا کرو۔ انکے متعلق قیامت کے دِن پوچھا جائیگا۔[۳۴]

۱۳) ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور تولو تو پورا تولو اور ترازو کی ڈنڈی کو سیدھا رکھو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔[۳۵]

۱۴) جس چیز کا علم نہ ہو، اسکے پیچھے مت لگو (یعنی پہلے علم حاصل کرو پھر اس چیز کے متعلق اپنی رائے اور فیصلہ دو) یقیناً **کان**، **آنکھ** اور **دِل**، سب سے

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي
الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ
رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ
مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

بازپُرس کی جائیگی۔ (یعنی علم حاصل کرنے کی یہ تین (۳) چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں۔ پہلے انکے استعمال سے انسان کسی چیز کی حقیقت کا علم حاصل کرے پھر اسکے متعلق زبان کھولے)[۳۶]

۱۵) زمین پر **اکڑ** کر مت چلو (یعنی تکبر مت کرو)۔ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی اپنے آپ کو اونچا کر کے **پہاڑ** کی بلندی تک پہنچ سکتے ہو۔[۳۷]

یہ تمام بُرے کام تیرے رَبِّ جلیل کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔[۳۸]

یہ **حکمت کی باتیں** تیرے رَبِّ کریم نے ہی تیری طرف وحی کی ہیں۔

(ہم پھر تاکیداً عرض کرتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی اَور کو رَبّ مت بناؤ ورنہ تم جہنم میں پھینکے جاؤ گے اور ہمیشہ کیلئے تم پر ملامت رہے گی اور ہر مدد سے محروم رہو گے۔[۳۹]

تشریح : یہ تمام بُرائیاں جو اوپر کی آیات مبارکہ میں بیان کی گئی ہیں، ہمارے اندر بکثرت موجود ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈَرنا چاہیے اور اپنے اعمال کو درست کر لینا چاہیے پیشتر اسکے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر زمین کو اَور **زیادہ تنگ کر دے**۔ ابھی بھی کافی تنگ کی جا چکی ہے

لیکن ہمارا حال وہ ہو چکا ہے جو بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''**ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ**''۔(البقرۃ ۲، آیت ۷۴) ترجمہ''(ہم نے تمہیں ہر دفعہ معاف کیا) لیکن اسکے باوجود بھی تمہارے دِل سخت ہو گئے اور ایسے سخت ہوئے جیسے چٹان بلکہ چٹانوں سے بھی زیادہ سخت کیونکہ بعض چٹانیں ایسی ہیں جن سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں (یہ استعارہ ہے چٹانوں کے نرم ہونے کا اللہ تعالیٰ کے خوف سے) بعض چٹانیں **پھٹ** جاتی ہیں اور ان میں سے **پانی نکل آتا** ہے (نرم دِل جو کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو بہاتی ہیں) اور بعض **خدا تعالیٰ کے خوف سے** (لرز کر) **گر پڑتی ہیں** (جیسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کوہِ طور گر پڑا)۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں رہتا''۔

ہم مانیں یا نہ مانیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مصیبتوں اور عذابوں سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور ہر بات پر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف کرتے جا رہے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔''اے اللہ تعالیٰ! ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما'' لیکن اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کو سخت محنت و مشقت اور خلوصِ نیت سے مشروط کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [الرعد ۱۳، آیت ۱۱]

حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم جب تک خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی حالت نہیں بدلتا (یعنی اللہ تعالیٰ اسکی حالت بدلنے میں مدد نہیں کرتا جب وہ خود کوشش نہیں کرتے)

؎ تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو!

؎ دیا اقبال نے مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ
صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ
اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ
اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ
وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ

(مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ کے کئی قسم کے شریک بنا رکھے تھے)
(ان میں فرشتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ انکو فرماتا ہے کہ)

ترجمہ◄ (آیات ۴۰ سے ۵۴) (اے مشرکو!) اپنے لیے تو تم بیٹے مانگتے ہو اور اللہ تعالیٰ کیلئے کہتے ہو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یقیناً تم بہت بڑے گناہ کی بات کر رہے ہو (یعنی شرک جسکی معافی ہی نہیں ہے، باقی تمام گناہوں کی معافی ہوسکتی ہے۔ مزید یہ کہ کم صلاحیت والی مخلوق میرے لیے اور زیادہ صلاحیت والی مخلوق اپنے لیے منسوب کرتے ہو) [۴۰]

ہم نے اس قرآن حکیم میں (عقیدۂ توحید کو) طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ (آپ لوگ) اچھی طرح سمجھ لیں لیکن (مشرک) لوگ حق (یعنی عقیدۂ توحید) سے دُور ہی بھاگے جا رہے ہیں۔ [۴۱]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اَور رَبّ بھی ہوتے جیسا کہ یہ (مشرک) لوگ کہہ رہے ہیں تو انہوں نے عرش والے (اللہ تعالیٰ) تک کا راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا۔ [۴۲]

پاک ہے (ہر قسم کے شرک سے) وہ ذاتِ اقدس (یعنی اللہ تعالیٰ) اور وہ بہت ہی **بلند و بالا** (یعنی عظیم) ہے ان تمام (مشرکانہ) باتوں سے جو یہ مشرکین کر رہے ہیں۔ اسکی پاکی بیان کرتے ہیں (یعنی کہ وہ ہر شرک سے پاک ہے) ساتوں آسمان اور زمین اور وہ تمام مخلوقات جو ان میں بَس رہی ہیں۔ (سوائے تمہارے)

السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی تعریف کیساتھ تسبیح (یعنی پاکی بیان) نہ کر رہی ہو مگر تم لوگ **اسکے ذِکر** (یعنی تسبیح) **کیے جانے کی** کیفیت نہیں سمجھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ (تمہارے شرک کی وجہ سے تمہیں اس دُنیا میں بھی سخت عذاب دیتا لیکن) وہ بڑا ہی بُردبار اور معاف کرنے والا ہے۔ (اسلئے ایک وقت تک وہ تمہیں مہلت دیئے جا رہا ہے کہ شاید تم توحید پر ایمان لے آؤ۔ جو نہیں لائیں گے ان پر سخت عذاب آخرت میں ہوگا) [۴۳-۴۴]

(اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین!) جب تم قرآن حکیم پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور ان (مشرک) لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رَکھتے، ایک **غیبی** پردہ ڈال دیتے ہیں اور انکے دِلوں (یعنی عقلوں) پر غلاف چڑھا دیتے ہیں تاکہ وہ کچھ نہ سمجھ سکیں اور انکے کانوں میں بوجھ (سیسہ) بھر دیتے ہیں (تاکہ وہ سن نہ سکیں) اور جب تم قرآن حکیم میں اپنے **رَبِّ واحد** کا ذِکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ [۴۵-۴۶]

يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ
نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا
رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ
الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا
جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ
خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ج فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ
يُّعِيْدُنَا ط قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج

ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ (یعنی مشرکین) تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو دَراصل کیا سنتے ہیں؟ (وہ تم پر تنقید کرنے کیلئے سنتے ہیں) اور پھر جب بیٹھ کر باہم خفیہ مشورے کرتے ہیں تو یہ ظالم (مشرکین) آپس میں کہتے ہیں کہ وہ جسکے پیچھے تم لگے ہوئے ہو، ایک آسیب زدہ آدمی ہے۔ (جس پر جادو کیا گیا ہے)[۴۷]

ذرا دیکھو کہ وہ تم پر کیسی کیسی (جھوٹی) مثالیں گھڑتے ہیں۔ یہ تو بھٹک چکے ہیں، اسلئے یہ سیدھا راستہ ہرگز نہیں پا سکتے۔[۴۸]

(یہ مشرکین کہتے ہیں کہ) جب ہم ہڈیاں ہو گئے اور خاک بن گئے تو کیا ہم دوبارہ پیدا کر کے اُٹھائے جا سکیں گے۔[۴۹]

ان سے کہہ دو کہ تم ضرور دوبارہ زندہ اُٹھائے جاؤ گے خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا ہو جاؤ یا اس سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز جو تمہارے دِل سوچ سکتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہیں گے کہ ہمیں دوبارہ زندہ کون کریگا؟ ان سے کہہ دو کہ تمہیں زندہ وہ کریگا جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر وہ سر ہلا ہلا کر پوچھتے ہیں کہ اچھا! تو یہ ہوگا کب؟ انکو

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ
قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ
فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ
الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ
اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ
يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾

کہہ دو کہ شاید اسکا وقت قریب ہی آ لگا ہو۔[۵۰-۵۱]

اس (یعنی قیامت کے) دِن جب وہ تمہیں پکارے گا تو تم اسکی حمد کیساتھ اسکی پکار کا جواب دو گے۔ اس وقت تم خیال کرو گے کہ ہم تو بہت تھوڑی دیر ہی اس حالت (یعنی قبروں) میں پڑے رہے ہیں۔[۵۲]

اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! میرے (فرمانبردار) بندوں سے کہہ دو کہ جو بات بھی وہ کریں، اچھی (یعنی سچی) بات کریں کیونکہ شیطان انکے درمیان فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے (یعنی جھوٹ بلوا کر)۔ شیطان تو انسان کا بلاشک وشبہ واضح طور پر دُشمن ہے۔[۵۳]

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔ وہ چاہے تم پر رحم کرے (اور بخش دے) چاہے تمہیں عذاب دے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ہم نے تم کو ان لوگوں کا وکیل (یعنی ذِمّہ دار) بنا کر نہیں بھیجا۔ (یعنی تمہارا کام تو صرف پیغام کا پہنچا

دینا ہے۔تم انکی ہدایت کے ذِمّہ دار نہیں ہو۔وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں،تم ذِمہ دار نہیں ہو)[۵۴]

تشریح : مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔یہ ایک واضح شرک کی قسم ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں سوائے شرک کے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری کئی مخلوق کو بھی مشرکین ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس بات کی نفی فرماتا ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور انکے درمیان ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اسکی تعریف کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی دوسرا رَبّ ہوتا تو یہ کائنات قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ایک دوسرے کی دخل اندازی سے نہ کائنات بنتی اور اگر بنتی تو تباہی کی طرف فوراً ہی چلی جاتی۔اسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارے ملک میں مغربی جمہوریت کیوں کامیاب نہیں ہو رہی۔آئین کے مطابق اس میں ہمیشہ ہی دو فریق ہونگے۔ایک حکومت اور دوسری حکومت کے مخالف (یعنی اپوزیشن)

اسلام نے اپوزیشن کو تسلیم نہیں کیا۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک جتنے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام آئے، انہوں نے قوموں کو اختیار دیا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام مانو گے تو سب ایک ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہو گی۔اگر مخالفت کرو گے (یعنی اپوزیشن) تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسکی سزا دیگا۔''اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے'' کہ تمام مسلمان ایک دیوار کی طرح متحد ہوں (حدیث شریف سے ماخذ) اگر ہم نے اپنے آئین میں یہ لکھ دیا ہے کہ ایک اپوزیشن ہوگی اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اپوزیشن نہیں ہوگی تو اس سے زیادہ ثبوت کیا ہے کہ ہمارے دِل سخت ہو گئے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی اعلانیہ طور پر نافرمانی کر رہے ہیں۔

ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ اسلام میں اپوزیشن کا کوئی وجود نہیں ہے۔

غور کریں آیت مبارکہ نمبر ۴۲ پر

جو بُرائی کی طرف جانا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکو انکے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔جو نیکی کا چناؤ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکو براہِ راست اور فرشتوں کے ذریعے اور انسانوں کے ذریعے اور دوسری مخلوقات کے ذریعے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ پہلا قدم انسان نیکی کی طرف اُٹھائے گا

پھر اللہ تعالیٰ اسے اسی راستے پر مدد فرمائے گا۔ حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انسان دِل میں میرا ذِکر کرتا ہے تو میں بھی اسکا اپنے دِل میں ذِکر کرتا ہوں۔ اگر وہ بندوں کی مجلس میں میرا ذِکر کرتا ہے تو میں اس سے **اعلیٰ** مخلوق فرشتوں کی مجلس میں اسکا ذِکر کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں اسکی طرف دَس قدم چل کر جاتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ کا دوسرا اصول یہ ہے کہ جو بُرائی کی طرف جانا چاہتا ہے اور اپنا قدم بُرائی کی طرف بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے دُور ہو جاتا ہے پھر شیطان اسکا ساتھی بن جاتا ہے اور اس سے بُرے کام کراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ○**'' (الزخرف ۴۳، آیت ۳۶) ترجمہ ''جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتا (یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا اور اسکے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا)، اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط فرما دیتا ہے پھر وہ اسکا دوست بن جاتا ہے''۔ (یعنی جو اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے رُوگردانی کرتا ہے تو شیطان فوراً اس کے ساتھ ہو جاتا ہے)

زیرِ بحث آیات مبارکہ میں یہی اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ جو انسان یا قوم نیکی کی طرف **سبقت کریں** گے تو اللہ تعالیٰ پھر انکی مدد کریگا۔ اگر وہ نیکی کی طرف خود سبقت نہیں کرینگے تو ہم انکو شیطان کے حوالے کر دینگے اور یاد رہے کہ شیطان انسان کا دُشمن ہے۔ وہ اس سے ہر غلط کام کروانے کی کوشش کرے گا۔

؎ گنوا دی ہم نے جو اسلام سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اسلاف کی میراث یہ تھی کہ اپنی زندگیوں میں توحید کو مکمل طور پر نافذ کرنا اور اپنے نفس کو شرک سے مکمل طور پر پاک کرنا۔ فی زمانہ ہم یہ وراثتِ توحید گم کر کے شرک کی وراثت کو اپناتے جا رہے ہیں۔ بزرگوں کی قبروں پر حاضری، اللہ تعالیٰ کے حکموں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر نفس پرستی اور بدعت پرستی عام ہو چکی ہے۔ ابھی بھی موقع ہے کہ ہم واپس خالص توحید پر آئیں اور شرک کو مکمل طور پر اپنی زندگی سے نکالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا کہ ''رِیا (دکھاوا اور نفس پرستی) شرک ہے''۔ (جامع ترمذی)

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا

ترجمہ ◄ (آیات ۵۵ سے ۶۰) ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسکے متعلق پوری خبر رَکھتے ہیں۔ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے ہی (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کو ''زبور'' دی تھی۔[۵۵]

اے مشرکو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے (جھوٹے) خداؤں کو پکارتے ہو، وہ نہ تمہاری کسی تکلیف کو رَفع کر سکتے ہیں اور نہ ہی (تکلیف کو) بدل سکتے ہیں۔ (انکو پوجنے اور پکارنے کا کیا فائدہ)[۵۶]

جن (جھوٹے خداؤں مثلاً بزرگ، درویش، نبی، علماء جو قبروں میں پڑے ہیں) کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود اپنے رَبّ کے سامنے رَسائی حاصل کرنے کا **وسیلہ** تلاش کرتے ہیں کہ کون ان میں سے اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہوتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اسکے عذاب سے ڈَرنے والے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ **تیرے رَبّ تعالیٰ کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے ڈَرا جائے**۔[۵۷]

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ
كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ
نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ
وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا
نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ
رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ
اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي
الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا

اگر ہم کسی بستی کو قیامت سے پہلے ہلاک کریں یا انہیں سخت عذاب میں مبتلا کر دیں تو یہ سب کچھ تقدیرِ الٰہی میں لکھا ہوا ہے۔[۵۸]

ہم نشانیاں (یعنی معجزات جنکا یہ مشرک مطالبہ کر رہے ہیں) اسلئے نہیں بھیج رہے کہ ان سے پہلے جو قومیں آئی ہیں وہ (ایسی نشانیوں) کو جھٹلا چکی ہیں۔ (تو یہ بھی جھٹلائیں گے)

مثلاً ثمود کو ہم نے واضح طور پر ایک اونٹنی نشانی کے طور پر بھیجی اور انہوں نے اسکے ساتھ ظلم کیا۔ نشانی بھیجنے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ اسکو دیکھ کر (اللہ تعالیٰ سے) ڈریں۔ (لیکن پہلے لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے ان نشانیوں کا مذاق اُڑایا)[۵۹]

(ایک اَور مثال ہم آپکو بتائے دیتے ہیں کہ) ہم نے تم کو بتا دیا تھا کہ تیرے رَبّ کریم نے تمام انسانوں کو اپنے حلقۂ اقتدار میں قابو کر رکھا ہے۔ جو نشانیاں ابھی ہم نے تمہیں دکھائی ہیں (معراج کے موقع پر) انکو اور اس درخت کو جس پر قرآن حکیم میں لعنت کی گئی ہے (یعنی زقوم کا درخت) ہم نے لوگوں کیلئے ذریعہ

كَبِيۡرًا ۝ع ۶۰

امتحان بنادی ہیں۔ہم انہیں ڈرائے جارہے ہیں لیکن انسان سرکشی میں اَور زیادہ بڑھتا جارہاہے۔[۶۰]

تشریح : اللہ تعالیٰ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، ہر چیز کے حالات سے واقف ہے۔ جو توحید پر یقین رَکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہے حالانکہ وہ شریک انکی کسی طرح مدد نہیں کرسکتے لیکن وہ اپنی ضد کی وجہ سے انکو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔

انکے جتنے بھی شریک ہیں (مثلاً نبیوں کو شریک بنایا، نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو، اسی طرح ان قوموں نے اپنے علماء کو، درویشوں کو، بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر رَبّ بنالیا ہے (دیکھیں سورۃ التوبہ ۹، آیات ۳۰-۳۱) حالانکہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرمارہا ہے کہ وہ تو خود اسکی بندگی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈَرتے رہتے ہیں)

ہم نے جس قوم میں بھی کوئی نشانی بھیجی (یعنی معجزہ بھیجا)، لوگوں نے اس کو جھٹلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی حتیٰ کہ معراج کے بعض واقعات جو بہت ہی خوفزدہ کرنے والے ہیں اور ''زقوم'' کا درخت جو جہنمیوں کو کھانے کے لیے ملے گا، انتہائی تکلیف دہ ہیں۔ان باتوں کے باوجود بھی مشرکین سیدھے راستے پر نہ آئے اور آج بھی اس زمانہ میں لوگ موجود ہیں جو ان باتوں پر یقین نہیں رَکھتے۔لیکن ہمارا کام قرآن حکیم کو لوگوں تک پہنچادینا ہے۔توحید اور آخرت پر ایمان لانا، یہ ان کا اپنا ذِمّہ ہے۔اس میں مبلّغ کا کوئی ذِمّہ نہیں ہے۔

؎ زمانہ اپنے حوادث (نشانیاں) چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی
؎ یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

[اقبال]

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ
اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾
قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ
جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ
اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ
بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

ترجمہ ◄ (آیات ۶۱ سے ۶۵) ہم [یعنی اللہ تعالیٰ] نے ملائکہ سے کہا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے سامنے جھک جاؤ۔ سب فرشتے جھک گئے سوائے ابلیس کے (لیکن یاد رہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا، وہ جن تھا) کہنے لگا کہ کیا میں اسکے سامنے جھکوں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔[۶۱]

پھر بولا کیا یہ ہے وہ (مخلوق) جسکو تو نے مجھ پر فضیلت دی۔ اگر تو مجھے مہلت دے دے تو میں قیامت تک اسکی پوری نسل کو گمراہ کرونگا سوائے چند ایک کے۔[۶۲]

اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ کر کہا، نکل جا یہاں سے۔ جو بھی تیرے پیچھے لگے گا، تیرے ساتھ ان سب کیلئے جہنم ہی موزوں سزا ہوگی۔[۶۳]

اور تو پھسلا انکو جہاں تک تیری طاقت ہے جس جس کو تو پھسلا سکتا ہے اپنی دعوت سے اور اپنے گھوڑے اور پیادے ان پر چڑھا لا۔ مال اور اولاد میں انکے ساتھ شریک بھی بن جا اور انکو اپنے وعدوں کے جال میں پھنسا لے **لیکن شیطان کے**

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

وعدے دھوکہ دینے والے ہیں۔[۶۴]

لیکن یاد رَکھ (اے شیطان) کہ **میرے مخلص بندوں** پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ان کا سرپرست تیرا رَبِّ کریم ہے۔(اللہ تعالیٰ ان کو شیطان سے اپنی حفاظت میں رَکھتا ہے)[۶۵]

تشریح : ابلیس اور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ قرآن حکیم میں کئی دفعہ دہرایا گیا ہے۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا لہٰذا اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی سزا مقرر کر دی۔ ابلیس نے اس سزا کی وجہ (بنیاد) انسان کی تخلیق کو ٹھہرایا، اسلئے اس نے اعلانیہ کہہ دیا کہ میں بھی اسکو گمراہ کر کے رہونگا اور اپنا بدلہ اس سے ضرور لونگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے **مخلص** بندے ہیں، وہ میری ہی عبادت کرینگے۔تو انکو گمراہ نہیں کر سکتا لیکن تو صرف انکو ہی گمراہ کر سکے گا جو مجھ سے خلوص نہیں رَکھتے ہوں گے۔ وہ میرے باغی ہونگے اور وہ تیرے ساتھی بن جائینگے اور تیری فوج میں شامل ہو جائینگے خواہ وہ فوج جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔(دیکھیں سورۃ الناس)

اے دُنیا کے تمام انسانو! ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو خبردار کر دیا ہے کہ ابلیس تمہارا دُشمن ہے اور وہ اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ تمہیں گمراہ کرے۔ اس سے بچنے کا طریقہ صرف اللہ تعالیٰ کی **مخلص اطاعت** میں ہے۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے **نقش قدم** پر چلنے میں ہے۔اس لیے قرآن حکیم کے علم کے ساتھ **حدیث شریف** کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حدیث مبارکہ میں فرمایا، اس پر عمل کر کے دکھایا۔

اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم پر نہیں چلیں گے تو شیطان آپ کو اپنے نقش قدم پر چلائے گا۔شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔آپ بھی اللہ

تعالیٰ کے نافرمان بن جائیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم [یعنی سنت] کو چھوڑ بیٹھیں گے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن جائیں گے پھر انجام جہنم کا ٹھکانہ ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''میرے بعد امام ہونگے جو میرے راستے پر نہیں چلیں گے اور نہ میرا طریقہ اختیار کرینگے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہونگے کہ انسانی جسموں کے اندر انکے دِل شیطانوں جیسے ہوں گے''۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۴۷)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے دُنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایسے دِن نہ آجائیں کہ قاتل نہیں جانے گا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا''۔ لوگوں نے عرض کی کہ ''ایسا کیوں ہوگا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قتل عام کے باعث۔ قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوں گے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۲۱۵۵)

حضرت ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ''میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسے یہ نام دیا ہے اور عنقریب اسکی نسل سے ایک آدمی پیدا ہوگا جسکا نام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نام پر ہوگا۔ وہ اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے مشابہت رکھے گا اور صورت میں مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا''۔ ([ابوداؤد] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۲۲۶)

(شیطانی قوت)

؎ اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک
تاریخ اُمم کا یہ پیام ازلی ہے !
''صاحب نظراں ! نشہ قوت ہے خطرناک''

۝.....۝.....۝

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾
وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ
اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ
وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ
بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا
تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ

ترجمہ ◄ (آیات ۶۶ سے ۷۰) تمہارا رَبِّ کریم وہ ہے جو سمندر میں **تمہاری کشتی چلاتا** ہے تا کہ تم اسکا رزق تلاش کرو کیونکہ (باوجود اسکے کہ تم مشرک بھی ہو، کافر بھی ہو) وہ تم سب پر انتہائی مہربان ہے۔[۶۶]

(تمہارا رویہ تو یہ ہے کہ) جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو سوائے اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کے جن (یعنی شریکوں) کو تم پوجتے ہو، سب غائب ہو جاتے ہیں (یعنی تمہارے ذہن سے اور تم اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو) پھر جب ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) تم کو بچا کر خشکی پر لے آتے ہیں تو تم اس (یعنی اللہ تعالیٰ) سے (پہلے کی طرح) بے نیازی برتتے ہو (اور انہی شریکوں کا پھر شکریہ اَدا کرنے لگتے ہو جن کو تم مصیبت میں بھول گئے تھے)۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ (**صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم**)[۶۷]

کیا تم ڈرتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی پر ہی زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے اور پھر تم کو اس سے بچانے والا کوئی مددگار نہ ہو۔[۶۸]

کیا تمہیں اس بات کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ (دوسری دفعہ) پھر کسی وقت سمندر میں تم کو لے جائے اور تمہاری **ناشکری** کی وجہ سے تم پر **سخت طوفانی**

تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

ہوا بھیجے اور تمہیں غرق کر دے اور پھر تم کو کوئی **ایسا** (مددگار) **نہ** ملے جو تمہارے اس انجام کے متعلق اس سے پوچھ گچھ کرے۔ (سوائے اللہ تعالیٰ کے)[۶۹]

(باوجود ان تمام اقدامِ ناشکری کے) ہم نے بنی آدم کو **عزت بخشی** اور انکے لیے **خشکی** اور **تری** پر چلنے کیلئے وسائل پیدا کیے اور انکو **پاکیزہ** (حلال) رزق عطا فرمایا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انکو فضیلت بخشی۔ (لیکن پھر بھی انسان ہمارے ان احسانات کو بھلا کر غیر اللہ کی بندگی پر ہی قائم رہتا ہے)[۷۰]

تشریح : انسان مصیبت کے وقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دُور کر دیتا ہے تو پھر انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے مخلوق جھوٹے خداؤں (یعنی بت، پیر، بزرگ اور علماء وغیرہ جو قبروں میں پڑے ہیں) کا شکر ادا کرتی ہے اور انہی کو ہی نجات دہندہ سمجھتے ہیں حالانکہ بچانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرے سب بے کار ہیں۔ وہ اپنے آپکو نہیں بچا سکتے تو دوسروں کو کیسے بچائیں گے۔ لوگ تو نجات دہندہ پھر اپنے بتوں کو، پیروں کو، درویشوں کو جو کہ قبروں میں ہیں سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خود نجات کیلئے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

مخلوق کا شکریہ اَدا کرنا تو ایک اچھا فعل ہے جیسے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جو انسان کسی بندے کا شکریہ اَدا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا''۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ کسی دوسرے بندے کی مدد کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی کرتا ہے۔ اسلئے اس بندے کا شکریہ اَدا کرنا اللہ تعالیٰ کا شکریہ اَدا کرنا ہے۔

قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا کہ میں بھوکا تھا، تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تو وہ بندہ عرض کریگا کہ یا اللہ تعالیٰ! آپ تو کھانے کے محتاج نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا ایک بھوکا بندہ تمہارے پاس گیا تھا اور تم نے اسکی بھوک مٹانے سے انکار کردیا۔[الحدیث]

جو انسان زندہ ہے اور جس نے عملی طور پر دوسرے انسان کی مدد کی ہے، اسکا شکریہ اَدا کرنا عین دِین اسلام ہے لیکن جو بندے قبروں میں پڑے ہیں، دُعا میں انکا واسطہ دینا دِین اسلام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں اپنی عنایات کا ذِکر کرکے انسان کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ شرک کے راستے سے ہٹ کر مکمل توحید کی طرف پلٹ آئے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

۱) اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں سمندر میں کشتی چلانے کا فن اور روزی تلاش کرنے کے وسائل دیئے۔

۲) جب مصیبت آتی ہے تو تم اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو۔ جب وہ تمہیں سمندر سے بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر **اپنے جھوٹے خداؤں کے شکرگزار** ہوتے ہو۔ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں بچایا ہے اور کوئی کائنات میں تمہیں بچا نہیں سکتا تھا۔

۳) اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں سمندر کی لہروں میں غرق کردیتا، تیز ہوا کے طوفان سے کشتی اُلٹ دیتا۔

۴) باوجود تمہارے شرک کے اور مشرکانہ زندگی کا راستہ اختیار کرنے کے اللہ تعالیٰ تمہیں ہر قسم کی نعمتیں دیئے جارہا ہے۔ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جو میرا شکر اَدا کرتے ہیں، میں انکو زیادہ دیتا ہوں''۔ (دیکھیں سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت ۷) اور کسی دوسرے جھوٹے خداؤں کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مت شامل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا**''۔ (الجن ۷۲، آیت ۱۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی اَور کو مت پکارو''۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو۔ وہی تمہارا بہترین مولا اور بہترین کارساز ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ
كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا
يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى
فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ
كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا
﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ
شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ

ترجمہ ◄ (آیات ۷۱ سے ۸۸) ایک دِن آئیگا (یعنی قیامت کا دِن) کہ ہم ہر انسانی گروہ کو اسکے **لیڈر** [پیشوا، حکمران اور علماء] کیساتھ بلائیں گے اس وقت جن لوگوں کو انکا نامہِ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔ (یہ لوگ جنتی ہونگے)[۷۱]

(اسکے برعکس) جو اس دُنیا میں اندھا بن کر رہا، وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور راستہ تلاش نہیں کر سکے گا۔ (جو راستہ جنت کو جا رہا ہے)[۷۲]

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) بہت قریب تھا کہ یہ لوگ (یعنی مشرکین) تمہیں **فتنے** میں (یعنی غلط راستے پر) ڈال دیتے اور اس وحی سے **پھیر دیتے** جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے تا کہ تم **ہمارے نام** پر اپنی طرف سے **کوئی بات گھڑ** لاتے (اگر تم ایسا کرتے تو) وہ ضرور تمہیں اپنا دوست بنا لیتے[۷۳]

اگر ہم تجھے **ثابت قدم نہ رکھتے** تو تُو انکی طرف مائل ہو ہی چکا تھا لیکن اگر تو ایسا کرتا تو ہم دُنیا میں بھی **دہرا** عذاب دیتے اور آخرت میں بھی اور تو ہمارے

وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾
وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ
مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ
مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا
تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى
غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ
كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ
ق عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتا۔[۷۴-۷۵]

اور قریب تھا کہ وہ تجھے ڈرا دھمکا کر اس زمین سے نکال دیتے لیکن اگر یہ ایسا کر بیٹھتے تو تیرے بعد یہ خود بھی زیادہ دیر (زندہ) نہ ٹھہر سکتے۔(ان پر عذاب آتا جو کہ انکو صفحۂ ہستی سے ختم کر دیتا)[۷۶]

یہ ہے **ہمارا طریقہ** اور **اصول** ان رسولوں کیساتھ جنہیں تجھ سے پہلے ہم نے بھیجا تھا اور ہمارے طریقہ اور اصول میں تُو کبھی کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔[۷۷]

نماز قائم کرو **زوالِ آفتاب** سے لے کر رات کے **اندھیرے** تک اور **فجر** کے وقت بھی نماز پڑھو کیونکہ فجر کی نماز کا پڑھنا **مشہود** ہوتا ہے۔[۷۸] (کیونکہ اس وقت فرشتوں کی کثیر تعداد موجود ہوتی ہے)

اور رات کو **تہجد پڑھو**، یہ تیرے لیے نفل ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارا رَبِّ کریم تمہیں **مقامِ محمود پر فائز** فرما دے۔[۷۹] (نماز کتنا عظیم عمل ہے کہ انسان کو مقامِ محمود تک پہنچا دیتا ہے یعنی ہر ذی روح نمازی کی تعریف کرتی ہے)

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ
مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا
نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ
شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ
اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ
اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ج وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا
﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ

اور **دُعا کرو** کہ پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جائے، سچائی کیساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکالے، سچائی کیساتھ نکال اور مجھے ایسا **اقتدار عطا** فرما جس میں تیری **مدد میرے ساتھ رہے**۔[۸۰]

اور اعلان کردو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو ہے ہی مٹنے والا۔[۸۱]

ہم نے اس قرآن حکیم میں جو کچھ اُتارا ہے، وہ مومنین کیلئے (اخلاقی بُرائیوں کی) **شفا ہے** اور **رحمت** ہے۔ (جہاں تک ظالموں یعنی کافروں کا معاملہ ہے) ان کیلئے یہ قرآن حکیم **باعثِ خسارہ** ہے جو کہ (خسارے میں) اضافے پر اضافہ کرتا رہتا ہے۔ (نافرمانیاں کرنے پر ہر روز سزا میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)[۸۲]

جب ہم انسان پر اپنی **نعمت** بھیجتے ہیں تو وہ اس سے **بے نیازی** کا رویہ اختیار کرتا ہے اور شکر بجالانے سے **کتراتا** ہے اور جب ذرا **مصیبت** آتی ہے تو **مایوس** ہو جاتا ہے۔ (چاہیے تھا کہ نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کیا جائے اور مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دُعا کی جائے)[۸۳]

بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان کو بتا دو کہ ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا جائے کیونکہ تمہارا رَبّ کریم ہی جانتا ہے کہ کون سیدھی راہ پر ہے اور کون نہیں ہے۔ (یعنی مطلب یہ ہے کہ سیدھی راہ تو اسکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چل رہا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین ہیں۔ باقی سب غلط راستے پر ہیں بشمول منافقین)[۸۴]

لوگ پوچھتے ہیں روح کے متعلق۔ انکو بتا دو کہ روح میرے رَبّ جلیل کا بس حکم ہے لیکن تمہیں تو علم ہی بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے۔[۸۵]

(اور اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) اگر ہم چاہیں تو وہ سب کچھ ہم تمہارے ذہن سے محو کر دیں جو تجھ پر وحی کے ذریعے بھیجا گیا ہے۔ پھر تم ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پا سکو جو اسے واپس لا سکے سوائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر بہت ہی زیادہ ہے۔[۸۶-۸۷]

ان سے کہہ دو کہ اگر **انسان** اور **جن** سب مل کر اس قرآن حکیم جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے خواہ وہ سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد ہی

يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ج وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝۸۸

کیوں نہ کریں۔[۸۸]

تشریح: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِهِمْ:

مختلف مفسرین نے اس آیت شریفہ کے متعلق دو (۲) آراء کا اظہار کیا ہے:

۱) ''امام'' کا مطلب کتابِ اعمال ہے۔

۲) ''امام'' کا دوسرا مطلب کسی گروہ کا پیشوا یا لیڈر یا حکمران ہے۔

یہ دونوں ہی درست معلوم ہوتے ہیں۔ پہلے مطلب کا ثبوت اسی آیت شریفہ کا آخری حصہ ہے کہ ''**فَمَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا**''۔(بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۷۱)

دوسرے مطلب کا ثبوت قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ہے کہ ''**وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا**''۔(البقرۃ ۲، آیت ۱۲۴) ترجمہ ''جب ہم نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو بعض باتوں میں آزمالیا اور وہ ان میں کامیاب ہوئے تو ہم نے کہا کہ اے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام)! میں نے تمہیں تمام لوگوں کا پیشوا بنادیا''۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا:

اے فرزندانِ توحید! کیا آپکو کوئی شک ہے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لفظ بہ لفظ سچی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ○**''(النساء ۴، آیت ۸۷) ترجمہ ''اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا ہے''۔

اگر یہ بات درست ہے تو پھر اس آیت مبارکہ پر آپ غور کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن حکیم میں اُتارا ہے، وہ انسان کی اخلاقی بُرائیوں کیلئے **نسخہ شفا** ہے۔ کیا اسکی مثال ایسے نہیں ہے کہ آپ ایک ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور **جسمانی بیماری کا نسخہ**

لے کر آتے ہیں۔ اگر آپ اس نسخے کو استعمال نہیں کرینگے تو کیا آپکی بیماری ختم ہو جائیگی؟ ظاہر ہے کہ ختم نہیں ہوگی اور آپ کو موت کے منہ میں لے جائیگی۔ اسی طرح یہ قرآن کریم جو **نسخہِ شفا** ہے اگر آپ اس پر عمل نہیں کرینگے تو آپکی **اخلاقی بُرائیاں** از خود دُور نہیں ہونگی۔ یہی نہیں بلکہ وہ اخلاقی بُرائیاں زیادہ سے زیادہ شدت پکڑتی جائینگی اور پھر آپکو **جسمانی موت** کیساتھ ایسی جگہ لے جائینگی جہاں پھر کبھی موت نہیں آئیگی۔ (جہنم میں)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ جسمانی بیماری سے ڈاکٹر کے نسخے سے شفایاب ہونا چاہتے ہیں تاکہ آپ **زندگی کا مزہ لوٹیں**۔ اسی طرح قرآن حکیم کا **نسخہِ شفا** بھی اگر آپ **استعمال کرینگے** تو آپ اخلاقی طور پر **صحت یاب** ہو کر آخرت میں **جنت کا مزہ لوٹیں** گے۔

ذرا سوچیے! اختیار اللہ تعالیٰ نے آپکے ہاتھ میں رَکھ دیا ہے۔

اب ایک حدیث شریف بھی سن لیجئے۔ **حضرت ابو ہریرۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر بد بخت''۔ پوچھا گیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! بد بخت کون ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کے **احکام کے مطابق عمل نہ کرے** اور **اسکی نافرمانی نہ چھوڑے**''۔ (ابن ماجہ)

؎ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے

[اقبال]

اے رَبّ العالمین! ہمیں اپنے محبوب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما تاکہ ہم تیرے بھیجے ہوئے نسخہ شفا سے صحت یاب ہو جائیں۔ [آمین]

○.....○.....○

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا

ترجمہ ◄ (آیات ۸۹ سے ۱۰۰) ہم نے اس **قرآن کریم میں** ہر قسم کی مثال انسان کو سمجھانے کیلئے بیان کر دی ہے لیکن لوگوں کی **اکثریت** نے ہر **مثال کا انکار** کیا اور ہر **دفعہ** اللہ تعالیٰ کی **ناشکری** کی۔[۸۹]

انہوں (یعنی مشرکین مکہ) نے کہا کہ ہم تیری بات نہیں مانیں گے جب تک تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ نہ نکال دے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے جس میں ندی نالے رواں دواں ہوں یا تو آسمان کو ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے رُوبرُو لے آئے یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان تک چڑھ جائے اور تیرے آسمان پر چڑھنے کا بھی ہم یقین نہیں کرینگے جب تک کہ تو ہمارے لیے ایک ایسی کتاب (آسمان سے ثبوت کے طور پر) نہ لے آئے جسکو ہم پڑھ سکیں۔

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ان سے کہو! اللہ تعالیٰ **پاک ہے**۔ انکو بتا دو کہ میں تو صرف پیغام لانے والا انسان ہوں۔ (**یعنی** میری ڈیوٹی تو یہی ہے۔ میں معجزے دکھانے کیلئے تو نہیں آیا) (**یعنی** اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر کمزوری اور نقص سے۔ کوئی کام کرنا اس کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ اے کافرو! وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو تم مطالبہ کر رہے ہو۔ وہ تمہارے تمام مطالبات پورے کر سکتا ہے لیکن پورا نہ کرنے میں حکمت ہے) [۹۰-۹۳]

زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى
فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ
عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ
اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ
جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا
رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ
يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ
مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

لوگوں کو ایمان لانے سے اس بات نے روکا کہ جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا کہ کیا **انسان کو رسول بنا کر بھیجا گیا** ہے۔ (یہ تو حیرانی کی بات ہے کہ انسان رسول بن کر آئے)[۹۴]

انکو بتاؤ (عقل سے کام لو) اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اطمینان سے تو ہم آسمان سے انکے لیے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ (یعنی رسول ہمیشہ اسی مخلوق میں سے ہوگا جس مخلوق میں وہ بھیجا گیا ہے۔ انسانوں میں سے انسان رسول ہیں۔ جنات میں سے جنات رسول ہیں [دیکھیں سورۃ الانعام ۶، آیت ۱۳۰] فرشتوں میں رسولوں کا سلسلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ براہِ راست ان سے بات کرتا ہے)[۹۵]

اور انکو یہ بھی بتا دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہی دینے کیلئے کافی ہے (کہ آیا میری باتیں سچی ہیں یا تمہاری باتیں۔ فیصلہ تو آخر اللہ تعالیٰ نے ہی

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ

کرنا ہے) کیونکہ وہ اپنے تمام بندوں سے باخبر بھی ہے اور انکو دیکھ بھی رہا ہے۔[۹۶]

جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہی میں ڈال دے تو پھر کوئی دوسرا اسکو ہدایت دینے والا نہیں مل سکتا اور ہم (**ایسے کافروں کو**) قیامت کے روز **اُلٹے منہ** چلائیں گے (کیونکہ دُنیا میں وہ سچ کے اُلٹی سمت ہی چل رہے ہیں) اور وہ **اندھے، گونگے** اور **بہرے** ہونگے (جیسے آج دُنیا میں وہ اندھے ہیں کہ سچ کو نہیں پہچانتے، بہرے ہیں کہ سچ کو نہیں سنتے، گونگے ہیں کہ سچ نہیں بولتے) انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اسکی آگ جب بھی دھیمی ہوگی، ہم اسے اَور بھڑکا دینگے۔ یہ سزا اسلئے ہے کہ انہوں (یعنی کافروں) نے ہماری آیات (نصیحتیں، ارشادات، قوانین اور احکامات وغیرہ) کا انکار کیا اور کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور خاک بن جائیں گے تو نئے سرے ہم کو پیدا کر کے اُٹھایا جائیگا۔ (یعنی وہ دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کا حساب کتاب کیے جانے پر ایمان نہیں رَکھتے تھے)[۹۷-۹۸]

کیا انکو یہ عقل نہ آئی کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، وہ

لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾

کیا اس بات کی طاقت نہیں رَکھتا کہ ان جیسا دوبارہ پیدا کر دے (وہ ضرور دوبارہ پیدا کیے جائیں گے) اور انکو جمع کرنے کیلئے ایک وقت مقرر کر رَکھا ہے (یومِ قیامت) جسکا آنا یقینی ہے لیکن ظالم (کافر) اس بات کا انکار ہی کرتے جا رہے ہیں۔[۹۹]

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) ان سے کہو کہ اگر میرے رَبِّ کریم کی رَحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے ڈَر سے انکو روکے رَکھتے۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان تنگدِل ہے۔ (کہ انسان کنجوس ہے)[۱۰۰]

(تمہارے کفر کے باوجود وہ تمہیں اپنی رحمت سے وقت دیئے جا رہا ہے اور تمہیں وسیع رزق دیئے جا رہا ہے)

تشریح: حیات بعد الموت، جنت دوزخ، قیامت اور حساب کتاب کا عقیدہ اتنا ضروری ہے کہ اسکے بغیر انسان سیدھے راستے پر آ ہی نہیں سکتا کیونکہ دُنیا میں بھی اگر کسی انسان کو اپنی کرتوتوں کا حکومت کے سامنے جواب دہی کا خوف نہ ہو تو یہ زمین فساد سے بھر جائے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کے حالات بتائے تا کہ بعض انسان جنت کے شوق کیلئے نیکی کریں گے اور بعض انسان اللہ تعالیٰ اور جہنم کے خوف سے نیکی کریں گے۔

جو انسان آخرت کے حساب کتاب پر یقین نہیں رَکھتا اور جنت دوزخ پر بھی یقین نہیں رَکھتا تو وہ دُنیا میں جو فساد مچانا چاہے، وہ مچا کر رہتا ہے اور اسکی زندگی **بے مقصد** ہی نہیں ہو جاتی بلکہ وہ دُنیا میں دوسرے لوگوں کو بھی فساد پیدا کرنے پر ابھارتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ **اس دُنیا پر عدل وانصاف** اور **اَمن** قائم کیا جائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم لائی جائیگی اوراس روز اسکی ستر ہزار لگامیں ہونگی۔ ہر لگام کیساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے جو اسے کھینچ رہے ہونگے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر (۷۰) حصوں میں سے ایک (۱) حصہ ہے''۔ (یعنی جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ تکلیف دینے والی ہے) ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۰)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کا ہوگا جسکو آگ کے دو (۲) جوتے پہنائے جائینگے۔ ان سے اسکا دماغ ہانڈی کی طرح کھولے گا۔ وہ سمجھے گا کہ سب سے سخت عذاب اسی کو دیا جا رہا ہے حالانکہ اسکا عذاب سب سے ہلکا ہو گا''۔ (تو اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ دوسرے لوگوں کا عذاب کتنا شدید ہو گا) ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''**میں تمہیں جہنم سے ڈراتا ہوں**''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم **بار بار یہی فرماتے رہے** اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اوپر جو چادر مبارک تھی، وہ مقدس قدموں پر گر پڑی۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لوگوں کو جہنم سے ڈرانے میں اتنی گہری سوچ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو احساس ہی نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چادر جسم سے ڈھلک رہی ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر گر پڑی) ([دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۲)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں ایک وادی ہے جسکو ''**ھَب ھَب**'' کہا جاتا ہے۔ ہر **متکبر** شخص اسی میں رہیگا''۔ (اے حکمرانو! ''**ھَب ھَب**'' سے ڈرو) ([دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۴)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے جنت میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دِل میں انکا خیال گزرا''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۳۰) مزید دیکھیں **سورۃ السجدۃ ۳۲، آیت ۱۷۔**

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں اونٹوں جیسے سانپ ہیں۔ ان میں سے ایک ڈَسے گا تو چالیس سال تک اسکے زہر کو محسوس کیا جائے گا اور جہنم میں بچھو ہیں جیسے خچر ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی ڈَسے گا تو اسکے زہر کا اَثر بھی چالیس سال تک محسوس کیا جائے گا''۔ ([احمد] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۶)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر بد بخت''۔ پوچھا گیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! بد بخت کون ہے؟ فرمایا ''جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق عمل نہ کرے اور اسکی نافرمانی کو نہ چھوڑے'' ([ابن ماجہ] مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث ۵۴۴۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبروں اور جابروں (ظالموں) کے لیے بنایا گیا۔ جنت نے کہا کہ مجھے کمزور، گرے پڑے، سیدھے سادے لوگوں کے لیے بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے۔ میں تیرے ذریعے اپنے جس بندے پر چاہوں، رحم کرتا ہوں اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے۔ تیرے ذریعے میں اپنے جس بندے کو چاہوں، عذاب دیتا ہوں''۔ (ماخذ از [متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے لوگو! بہت رویا کرو (اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی مغفرت کیلئے) اور نہ ہو سکے تو رونے کی کوشش کیا کرو کیونکہ جہنم میں جہنمی بہت روئیں گے یہاں تک کہ انکے آنسو انکے چہروں پر نالوں کی طرح بہیں گے۔ جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہنے لگے گا اور آنکھیں زخمی ہو جائیں گی۔ (آنسو اور خون) اتنا بہے گا کہ ان میں اگر کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۰)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا

ترجمہ◄ (آیات ۱۰۱ سے ۱۱۱) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کونو (۹) واضح نشانیاں (معجزات) عطا کی تھیں۔ اب تم خود بنی اسرائیل سے پوچھ لینا جب وہ تمہارے پاس آئیں۔ فرعون نے (ان نشانیوں کو جادوگری ہی سمجھا) یہی کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! میں سمجھتا ہوں کہ تو ایک **سحر زدہ** (جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہو) آدمی ہے[۱۰۱]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اے فرعون! **تو خوب جانتا** ہے (دِل میں) کہ یہ سبق آموز نشانیاں اس رَبّ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اے فرعون! میں تو اپنی جگہ یہ سمجھتا ہوں کہ تو جلد تباہ و برباد ہونے والا ہے۔[۱۰۲]

پھر فرعون نے ارادہ کیا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور بنی اسرائیل کو زمین سے اُکھاڑ پھینکے (یعنی ختم کر دے) (پیشتر اسکے کہ وہ بنی اسرائیل کو ختم کرتا، اللہ تعالیٰ نے اسکو ختم کر دیا) اور پھر ہم نے اسکو اور جو بھی اسکے ساتھ تھے، سب کو غرق کر دیا۔[۱۰۳]

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝۱۰۴ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۱۰۵ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝۱۰۶ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور اسکے بعد بنی اسرائیل کو کہا کہ اب سکون سے زمین میں بسو پھر جب آخرت کے وعدے کا وقت پورا ہوگا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لا حاضر کرینگے۔[۱۰۴] (اور دیکھیں گے کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو)

ہم نے اس قرآن کریم کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور **حق ہی** کے ساتھ یہ نازل ہوا ہے۔ (جو کچھ اس میں ہے سراسر سچ ہے۔ ایک ذرّہ بھر بھی باطل [جھوٹ] نہیں ہے)

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) ہم نے تو صرف تمہیں بشارت دینے والا (جنتیوں کو خوشخبری دینے والا) اور (جہنمیوں کو) خبردار کرنے والا بنا کر ہی بھیجا ہے۔ (لوگوں کو زبردستی مومن بنانے کیلئے نہیں بھیجا)[۱۰۵]

اس قرآن کریم کو ہم نے **تھوڑا تھوڑا کر کے** نازل کیا ہے تاکہ تم **وقفے وقفے پر لوگوں** کو سناؤ اور اسے ہم نے (موقع اور محل کے مطابق) بتدریج اُتارا ہے۔[۱۰۶]

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) ان لوگوں (یعنی مشرکین) سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو جن لوگوں کو پہلے سے علم دیا گیا ہے (اہلِ کتاب جو اپنی کتابوں پر پورا ایمان رکھتے تھے اور عمل کرتے تھے جنکی تعداد بہت کم رہ گئی تھی) جب یہ قرآن حکیم انکو سنایا جاتا ہے تو وہ پیشانی کے **بل سجدے** میں گر جاتے

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ
لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ
كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ
يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ
ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا
وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ہیں۔[۱۰۷] (کہ یہ قرآن کریم تورات اور انجیل سے مطابقت رکھتا ہے اور بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوا ہے)

اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! تو پاک ہے۔ ہمارے رَبّ تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔ (وہ وعدہ جو تورات اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کے متعلق بتایا ہوا تھا)[۱۰۸]

اور وہ پیشانی کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اس قرآن حکیم کو سن کر انکا خشوع (عاجزی اور انکساری) اَور بڑھ جاتا ہے۔[۱۰۹]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) لوگوں سے کہو کہ ''**اللہ**'' کہہ کر ذِکر کرو، پکارو یا دُعا مانگو یا ''**الرحمٰن**'' کہہ کر۔ جو نام بھی استعمال کرو، اسکے لیے سب نام اچھے ہی نام ہیں اور اپنی آواز نماز میں (یا دُعا میں) زیادہ بلند نہ کرو اور نہ بہت ہی پست کرلو۔ انکے درمیان معتدل آواز اختیار کرو۔[۱۱۰]

اور اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اعلان کردو کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے نہ کسی کو **بیٹا** بنایا، نہ کوئی اسکی **بادشاہت**

الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡهُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

میں شریک ہے اور نہ وہ **عاجز** ہے کہ کوئی اسکا **پشت پناہ** بنے اور اسکی **کبریائی** بیان کرو بلندترین دَرجے کی **کبریائی**۔[۱۱۱]

تشریح : وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا:

قرآن حکیم ایک عظیم کتابِ ہدایت ہے جو کہ قیامت تک آنے والے **تمام اقوام عالم** اور **تمام انسانوں** کیلئے نازل فرمائی گئی ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، اسلئے قرآن حکیم کے بعد کوئی نئی کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوگی۔

ایمان لانے کے بعد قرآن حکیم کا **علم حاصل** کرنا اور اس پر **عمل کرنا** ہر انسان پر فرض ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب دُنیا میں (قرآن حکیم کے) عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنے **سردار** (حکمران) جاہل لوگوں کو بنالیں گے اور جب ان سے کوئی رائے طلب کی جائیگی تو وہ **بغیر علم** کے رائے دینگے اور خود بھی گمراہ تھے اور **دوسروں** کو بھی گمراہ کرینگے''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۵)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص (قرآن حکیم کا) علم حاصل کرنے کیلئے کسی راستے پر چلے، اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے'' اور فرمایا کہ ''جب لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں جمع ہو کر اسکے **کلامِ پاک** کا علم حاصل کرتے ہیں اور **دوسروں کو**

سکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر **سکون واطمینان** نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی **رحمت** ان پر چھا جاتی ہے اور **فرشتے** انکے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو فرشتے موجود ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تلاوت کرنے والوں کا ذِکر ان سے فرماتا ہے''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۳)

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں جناب حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ''میں مدینہ طیبہ سے صرف ایک حدیث شریف سننے کیلئے آیا ہوں جسکے متعلق مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے صرف آپ ہی روایت کرتے ہیں اور یہی غرض مجھے یہاں لائی ہے''۔(اور کوئی دوسری غرض نہیں ہے) یہ سن کر حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ

۱) جس نے (قرآن حکیم کا) علم حاصل کرنے کیلئے کسی راستہ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر ڈال دیگا۔

۲) فرشتے طالبعلم کیلئے اپنے بازو (پَر) بچھا دیتے ہیں (احترام اور رَضا کیلئے)

۳) آسمان اور زمین کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں **عالم** کیلئے مغفرت طلب کرتی ہیں۔[عالم باعمل]

۴) عالم [باعمل] کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔

۵) علماء [باعمل] انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام سونا چاندی وراثت میں نہیں چھوڑتے۔ وہ اپنی وراثت میں علم (**دِین اسلام**) چھوڑ کر جاتے ہیں۔ جس نے اس علم سے حصہ حاصل کیا، اس نے بہت بڑا فائدہ اُٹھایا''۔(کیونکہ وہ جنت میں جائیگا)([احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۱)

اَلۡكَهۡفِ ۱۸

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۱۰ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ وَلَمۡ
يَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ؕ سکتۃ ۝۱ قَيِّمًا لِّيُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِيۡدًا مِّنۡ
لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ۝۲ مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ
اَبَدًا ۙ۝۳ وَّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ؕ۝۴ مَا

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۷) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی پیچیدگی (مشکل بات) نہیں رکھی۔[۱]
سیدھی سادی بات کہنے والی کتاب ہے تاکہ لوگوں کو (جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے) سخت عذاب (یعنی نارِ جہنم) کی خبر دے دے اور جو ایمان رکھتے ہیں، انکے نیک اعمال کے اچھے بدلے (یعنی جنت) کی بشارت سنا دے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔[۲-۳]

لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً
تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵
فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ
يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى
الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷
وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸ ؕ اَمْ

اوران لوگوں کوخبردار کردو (کہ اللہ تعالیٰ یکتا ہے) جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ **اولاد** رکھتا ہے (یعنی مشرکین اور یہود ونصاریٰ) اس بات کا نہ انہیں کوئی علم ہے، نہ انکے آباؤ واجداد کو تھا۔ بہت بڑے گناہ کی بات ہے جو انکی زبانوں سے نکلتی ہے۔ وہ بہت جھوٹ بول رہے ہیں۔[۴-۵]

شاید تم (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) انکے غم میں اپنی جان کھو بیٹھو گے اگر یہ اس قرآن حکیم پر ایمان نہ لائیں۔[۶] (تمہارا کام صرف ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے۔ وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں، آپ کو فکر نہیں ہونی چاہیے۔ وہ ہمارا کام ہے کہ کس کو توفیق دیں اور کس کو توفیق نہ دیں)

جو کچھ **زمین** پر ہے، اسکو ہم نے **خوشنما** بنایا ہے (یعنی پُر لذت اور پُر کشش بنایا ہے) تا کہ لوگوں کو **آزمائیں** کہ کون (نیک) اچھے عمل کرنے والا ہے۔[۷] (کہ اس زمین کی پُر لذت اور پُر کشش چیزوں میں جو کہ باطل ہیں، پھنس جاتا ہے اور کون بچ کر اچھے عمل کرتا ہے)

ایک وقت آئے گا کہ اس (زمین) کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دیں گے۔ (قیامت کے روز)[۸]

کیا تم سمجھتے ہو کہ **غار** اور **کتبے والے** ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے۔[۹]

حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ
اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا
رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا
رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ
سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ
اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ
نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ
هُدًى ۝۱۳ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا

وہ چندنوجوان تھے (ایمان والے) جو غار میں (اللہ تعالیٰ کی) پناہ لینے کیلئے داخل ہوگئے (اپنی کافر قوم سے بھاگ کر) اورانہوں نے دُعا کی کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں اپنی رحمت سے نواز اور ہمارے کام کو درست کردے۔ (یعنی ہمیں ہماری قوم سے بچا)[۱۰]

پھر ہم نے غار میں انکے **کان بند کردیئے کئی سال** تک (اور وہ سو گئے)۔ پھر ہم نے انکو جگا اُٹھایا کہ دیکھیں انکے دو (۲) گروہوں میں سے کون اپنی مدت کا صحیح اندازہ لگاتا ہے۔[۱۱-۱۲] (سوئے رہنے کی مدت کا اندازہ)

ہم انکا اصل واقعہ تجھے سناتے ہیں۔ وہ چندنوجوان تھے جو اپنے رَبِّ جلیل پر ایمان لے آئے تھے (جبکہ باقی سارا ملک مشرک تھا) اور ہم نے انکو ہدایت میں ترقی دی۔ (توحیدی تھے اور سیدھے راستے پر عمل کرنے والے تھے)[۱۳]

ہم نے انکے دِل اس وقت مضبوط کردیئے جب (انہوں نے منصوبہ بنایا غار میں پناہ لینے کا اور) وہ اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا رَبِّ جلیل تو بس وہی رَبِّ

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ
بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ؕ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا
اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ
رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى
الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ

کریم ہے جو آسمانوں اور زمین کا رَبّ تعالیٰ ہے۔ ہم تو اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو رَبّ بنانے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے **ظلم کیا**۔[۱۴]

لیکن یہ ہماری قوم ایسی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کئی دوسرے رَبّ بنا لیے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو رَبّ بنانے پر کوئی واضح ثبوت نہیں رَکھتے۔ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ (یعنی جھوٹے خداؤں پر یقین رَکھے)[۱۵]

اب جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا انکے دوسرے معبودوں (جھوٹے خداؤں) سے لاتعلق ہو چکے ہیں تو چلو اب کسی غار میں چل کر پناہ لے لیں۔ تمہارا رَبّ کریم تم پر اپنی رحمت کا دامن پھیلائے گا اور تمہارے کام کو آسان کر دیگا۔ (توحید پر ثابت قدم رہو گے اور اپنی رحمت سے مشرکین سے ہمیں بچالے گا)[۱۶]

(اے انسان!) اگر تم دیکھتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ جب سورج طلوع ہوتا تھا تو انکی غار کے دائیں جانب سے چڑھتا تھا اور جب غروب ہوتا تھا تو ان سے بچ کر

الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

بائیں جانب اُتر جاتا تھا اور وہ غار کے اندر ایک کھلی جگہ میں پڑے تھے۔ **یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے**۔ جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، وہی ہدایت پا سکتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اسکو راہ دکھانے والا کوئی مرشد نہیں مل سکتا۔ (نشانی دونوں طرز کے لوگوں کے سامنے وہی نشانی ہے۔ ایک اس سے سبق لے کر سیدھی راہ تلاش کر لیتے ہیں اور دوسرے اس سے بے پرواہی برت کے گمراہی کے راستے پر رہتے ہیں) [۱۷]

تشریح: یہ واقعہ چند نوجوانوں کا ہے جو توحید پر ایمان رَکھتے تھے جبکہ انکی ساری قوم مشرک تھی۔ اپنی قوم کی اذیتوں سے بچنے کیلئے انہوں نے ایک غار میں پناہ لے لی اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حفاظت اور اپنے ایمان کی حفاظت کی دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی لیکن آنکھیں کھلی رَکھیں اور کان بند کر دیئے اور غار کے منہ پر انکا کتا چوکیدارہ کرنے کی حالت میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی نیند طاری کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہری اسباب انکی حفاظت کیلئے کیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

حفاظت کے تین ظاہری اسباب مندرجہ ذیل تھے:

(۱) سورج غار کے رُخ کی وجہ سے غار کے منہ کو روشن نہیں کرتا تھا بلکہ غار چوبیس گھنٹے اندھیرے میں رہتی اسلئے کسی انسان کا وہاں جانا ممکن نہیں تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انکے کان بند کیے تاکہ باہر کے شور سے وہ جاگ نہ اُٹھیں لیکن انکی آنکھیں کھلی رَکھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جب سوتا ہے (سونے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عارضی موت سے تشبیہ دی ہے) اور جب انسان واقعتاً

مردہ ہوتا ہے اگر آنکھیں کھلی ہوں تو دیکھنے والوں کو اس سے بہت خوف آتا ہے، اسلئے اگر کسی انسان کا اتفاقاً وہاں سے گزر بھی ہو گیا اور غار میں جھانک بھی لیا تو وہ ان سے ایسا خوفزدہ ہوگا کہ وہ وہاں سے بھاگ جاتا اور کسی سے بات بھی نہ کرتا۔ (ہسپتال میں انسان جب مرتا ہے۔ اگر مرتے وقت اس کی آنکھیں کھلی ہوں تو ڈاکٹر اس کی آنکھیں ٹیپ سے خود بند کر دیتا ہے)

(۳) اللہ تعالیٰ نے انکے کتے کو اسی طرح نیند میں غار کے منہ پر بٹھا دیا اور دیکھنے والوں کو یوں لگتا تھا کہ کتا اپنے ہوش وحواس کے ساتھ بیٹھا ہے اور کوئی انسان اسکی طرف جانے کی جرات نہیں کرتا تھا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے **مومن بندوں** کی مدد کرتا ہے۔

اگر ہماری اکثریت اور ہمارے حکمران اور ہمارے علماء صحیح مومن بن جائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن حکیم میں پکا وعدہ ہے کہ وہ مومنین کی مدد کریگا۔ چونکہ ہمارا ایمان کمزور ہے اور ہم میں لاکھوں میں سے کوئی ایک ہی مومن ہے، اسلئے ہمارے روزمرہ کے مسائل ایسے ہیں گویا کہ جیسے ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ''فتنے تسبیح کے دانوں کی طرح آسمان سے گریں گے''۔ آج کل صورتحال کچھ یہی ہے کہ ایک فتنہ ختم نہیں ہوتا، دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہر شخص اپنا محاسبہ کرے اور جو جھوٹ اور باطل ہے، اسکو چھوڑ دینے کا تہیہ کرے اور جو حق اور سچ ہے، اس پر زندگی بسر کرنے کا پختہ ارادہ کرے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

؎ نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

؎ وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

[اقبال]

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى

ترجمہ◄ (آیات ۱۸ سے ۲۹) تم انہیں خیال کرتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے تھے (انکی آنکھیں کھلی تھیں)۔ ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے اور انکا کتا غار کے منہ پر **اپنے پاؤں پھیلائے** ہوئے بیٹھا تھا۔ اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ جاتے اور تم پر انکا رُعب چھا جاتا۔[۱۸]

اسی حالت سے ہم نے انکو اُٹھایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں۔ ایک نے پوچھا کہ کتنی دیر تم اس حالت میں رہے؟ باقیوں نے جواب دیا کہ **ایک دِن یا اس سے کچھ کم**۔ پھر سب نے کہا کہ دَراصل اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم کتنی مدت اس حالت میں رہے ہیں؟ پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک کو سکہ دے کر بھیجا کہ شہر سے پاکیزہ کھانا لائے (انکی قوم مشرک تھی اور مشرک کا کھانا پاکیزہ نہیں ہوتا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اب وہ ایمان لا چکے ہیں) اور اسکو چاہیے کہ ہوشیاری سے کام کرے اور دوسرے لوگوں کو ہمارے حال کا پتہ نہ چلے۔[۱۹]

طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ
بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ
يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ
تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ
فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا
عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ
غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾
سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

اگر انہوں نے ہم پر قابو پالیا تو ہمیں سنگسار کر دینگے یا اپنے دِین (شرک) کی طرف واپس لے جائینگے پھر ہم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکیں گے۔ (وہ غار میں بیٹھے سمجھ رہے تھے کہ ہماری قوم ابھی تک مشرک ہے)[۲۰]

(جب ان میں سے ایک شخص کھانا لینے بازار گیا تو) اس طرح ہم نے لوگوں پر انکے حالات سے مطلع کیا تا کہ وہ جان لیں کہ **اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا** ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے (قیامت میں ہر ایک کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا)۔ پھر لوگوں نے اس بات پر جھگڑا کیا کہ انکے ساتھ کیا کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو (یعنی مقبرہ)۔ انکا رَبِّ کریم ہی انکے متعلق بہتر جانتا ہے۔ جو لوگ غلبہ رَکھتے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم تو ان پر ایک مسجد بنائینگے۔[۲۱]

کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ تین تھے اور چوتھا انکا کتا تھا۔ کچھ کہیں گے کہ یہ پانچ تھے اور چھٹا انکا کتا تھا۔ یہ سب اندھیرے میں پتھر پھینک رہے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ج
وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ
بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۵ قف فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا
مِرَآءً ظَاهِرًا ص وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع
وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ لا اِلَّآ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ز وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ
عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا
﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ

یہ سات تھے اور آٹھواں انکا کتا تھا۔ اے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! انکو بتا دو کہ میرا رَبِّ کریم ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے؟ انکے متعلق کوئی نہیں جانتا سوائے چند ایک کے۔ انکے بارے میں لوگوں سے سرسری بحث کے سوا کوئی بات نہ کرو اور نہ انکے متعلق کسی سے کچھ پوچھو۔ [۲۲] (جو کچھ تمہیں بتا دیا گیا ہے، یہی سچ ہے۔ لوگوں کی باتیں جھوٹی ہیں)

اور کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں کل یہ کام ضرور کر دونگا (لیکن تم کچھ نہیں کر سکتے) جب تک اللہ تعالیٰ کا **منشا نہ ہو** جب تم **بھول جاؤ** تو **فوراً اپنے رَبِّ کریم کا ذِکر کرو** (جب یاد آئے تو کہہ دو ان شاء اللہ) اور کہو کہ اُمید ہے کہ میرا رَبِّ کریم **سچ کے قریب تر** میری رہنمائی فرما دیگا۔ (جب بھی کسی کام کے متعلق کرنے کا کہو تو ان شاء اللہ ضرور کہو) [۲۳-۲۴]

وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو سال زائد (یہ لوگوں کے قول ہیں)

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ
غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ
مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ
حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ
كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ
مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ

تم کہو کہ **اللہ تعالیٰ** ہی **زیادہ جانتا** ہے کہ **کتنی مدت** وہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے غیب کی خبریں رکھتا ہے۔ کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے والا۔ آسمانوں اور زمین کی **مخلوق کا نگہبان**، اسکے سوا کوئی دوسرا نگہبان نہیں ہے اور وہ کسی کو اپنے فیصلوں میں شریک نہیں کرتا۔ [۲۵-۲۶] (اس لیے ایسا مت کہو کہ میں یہ کام ضرور کروں گا بلکہ کہو ''ان شاء اللہ'' اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو یہ کام میں کرلوں گا۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے، تمہارا نہیں ہے)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جو کتاب تمہاری طرف تمہارے رَبِّ کریم نے نازل فرمائی ہے، اسکی **تلاوت** کرو۔ کوئی اسکے **فرمان کو بدل نہیں** سکتا اور (پھر) اللہ تعالیٰ سے بچ کر بھاگنے کیلئے کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے۔ [۲۷] (اگر کوئی اس کے احکام بدلے گا تو ہم اس کو عذاب دیں گے)

صبر کو لازم پکڑو ان لوگوں کیساتھ جو اپنے رَبِّ کریم کو **صبح وشام** پکارتے ہیں اسکی **خوشنودی** کیلئے اور ان سے اپنی آنکھیں مت پھیرو۔ تم (لوگ) **دُنیا کی زینت چاہتے** ہو۔ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جسکے دِل کو ہم نے **اپنے ذِکر سے غافل** کر دیا ہے اور **وہ اپنے نفس** کی ہی پیروی کر رہا ہے اور اسکا کام ہی **افراط وتفریط** پر

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ
فَلْيَكْفُرْ ۟ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ
سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ
يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ
مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

چل رہا ہے۔ (مشرکین مکہ بے فائدہ بحث ومباحثہ میں پڑ جاتے تھے۔ نبی کو اسکے متعلق خبردار کیا گیا ہے کہ تم ان لوگوں کی طرف توجہ دو جو ایمان لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں نہ کہ ان لوگوں کی طرف جو دُنیا کی زینت چاہتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے غافل ہیں)[۲۸]

کہہ دو کہ **حق** میرے رَبِّ کریم کی طرف سے آ چکا (اس واقعہ میں جو مطلوب تھا کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، وہ ہم نے بیان کر دیا)۔ اب جو چاہے، اس پر ایمان لائے اور جو چاہے، اس سے انکار کرے۔ ہم نے ظالموں (یعنی مشرکین /کافر) کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ اسکے شعلے انکو گھیر لینگے اور جب وہ پانی مانگیں گے تو انکو ایسا پانی دیا جائیگا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور وہ انکا منہ جلا ڈالے گا۔ بدترین پینے کی چیز ہے اور بدترین انکے لیے آرام گاہ ہے۔[۲۹] (یعنی جہنم)

تشریح: اصحابِ کہف کئی سو سال تک سلائے رکھے گئے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہ انکی تعداد کا علم ہے، نہ انکے سوئے رہنے کی مدت کا علم۔ نیند ایک قسم کی موت ہے جس میں اللہ تعالیٰ انسان کو واپس اُٹھالاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو حقیقی موت دیتا ہے تو وہ اپنی قبر میں اسی طرح قیامت تک بے خبر لیٹا رہے گا اور قیامت کو اصحابِ کہف کی طرح دوبارہ اُٹھایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا یہ ہے کہ اے لوگو! اس پر یقین کرلو کہ تمہارا دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا ہی آسان ہے جتنا نیند سے انسان کو دوبارہ اُٹھانا۔

اگر انسان اس پر یقین کرلے تو پھر اسکے لیے نیکی کی طرف مائل ہونا اور نیک عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے اور انسان جب قیامت میں اپنا حساب دینے کے خیال سے ڈرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ راغب ہوجاتا ہے۔

اے انسان! بار بار اپنے دِل میں اس بات کو دُہراتے رہو کہ آخرت میں مَیں نے اپنے ہر فعل اور ہر قول کا حساب دینا ہے، یہ روزانہ کی پریکٹس سے ہی ہوسکتا ہے۔ جب آپ قرآن حکیم کا روزانہ مطالعہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا روزانہ ذِکر کریں گے، نماز کی پابندی بھی اسی نیت سے کریں گے تو آہستہ آہستہ آپکے دِل میں آخرت کے حساب کا خوف اور آخرت میں دوبارہ زندہ ہوجانے کا یقین مضبوط ہوتا چلا جائیگا اور آپکے لیے نیک اعمال کرنا اور بُرے اعمال سے بچتے رہنا آسان ہوجائیگا۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی رحمت آپکے قریب ہوجائیگی اور آپکی بخشش آسان اور جنت کا دخول آسان تر ہوجائیگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ تعالیٰ کا ذِکر ہوتا رہے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۲۸۰)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مرنے کے بعد انسان کی ایک ہڈی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہوگی اور قیامت کے روز اس پر دوبارہ تخلیق مکمل کردی جائے گی''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۲۸۵)

وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلَاغُ

○.....○.....○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ
اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ
عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ
اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ
سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ
ط نِعْمَ الثَّوَابُ ط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱ ع وَاضْرِبْ
لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ
اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝۳۲ ط

ترجمہ ◄ (آیات ۳۰ سے ۴۴) (جولوگ یہ یقین نہیں رکھتے کہ دوبارہ زندہ اُٹھنا ہے اور حساب ہونا ہے، وہ تو جہنم میں جائینگے) وہ لوگ جو (اس بات پر) ایمان لائیں اور نیک عمل کرنے لگیں تو یقیناً ہم انکے اعمال کا اَجر ضائع نہیں کرینگے۔ ایسے لوگوں کیلئے ہی جنتِ عدن ہے جس میں دریا بہہ رہے ہیں۔ وہاں وہ سونے کے کنگن پہنیں گے۔ باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے زیبِ تن کریں گے اور شاہانہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھیں گے۔ یہ کیسا بہترین بدلہ ہے اور کیسی اعلیٰ دَرجے کی آرام گاہ ہے۔[۳۰-۳۱]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) دو آدمیوں کی لوگوں کو مثال بیان کرو۔ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور انکے گرداگرد کھجور کی باڑ لگائی اور انکے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ دونوں باغ خوب پھل لائے اور کسی چیز کی کمی نہ چھوڑی اور انکے درمیان ایک دریا جاری کیا اور اسے خوب نفع حاصل ہوا۔

ایک دِن یہ شخص اپنے دوست سے باتیں کررہا تھا۔ بولا! میں تجھ سے زیادہ

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ
وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ
لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ
نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ
اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ
قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا
مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ

مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ نفری (Man Power) رکھتا ہوں (گویا اس نے تکبر کیا) پھر وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور خود اپنے حق میں وہ ظالم بن کر کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی ضائع ہو جائیگی اور مجھے یقین نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئیگی۔ اگر میں کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔[۳۲-۳۶] (آخرت کا یقین نہیں۔ مالدار ہونے کی وجہ سے تکبرانہ رویہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں)

اسکے دوست نے اپنی گفتگو میں اس سے کہا کہ کیا تو اس ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کی **ناشکری** کر رہا ہے (متکبر انسان اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتا) جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے (پانی کے قطرے) سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا دیا۔[۳۷]
لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے، میرا ربّ کریم تو وہی اللہ تعالیٰ ہے اور میں

بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ
مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ
مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا
مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ
فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا
فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ
يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ
عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ

اپنے رَبِّ کریم کیساتھ **کسی کو شریک نہیں** کرتا۔ (متکبر انسان اپنے نفس کو رَبّ بنالیتا ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتا ہے) جب تو اپنے باغ میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے کیوں نہیں نکلا کہ ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہے۔ اگر تو دیکھتا ہے کہ میں تیری نسبت مال اور اولاد میں کم ہوں تو ممکن ہے کہ میرا رَبِّ کریم مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے اور تیرا باغ صاف میدان بن کر رہ جائے یا اللہ تعالیٰ اسکا پانی (یعنی دریا کا پانی) زمین میں اُتار دے اور پھر تو دیکھے کہ کیسے نکالے۔ [۳۸-۴۱] (اور اپنے باغ کو کیسے سیراب کرے)

آخر اسکا سارا **کام تباہ** ہو گیا اور اپنے انگوروں کے باغ کو دیکھا کہ وہ تباہ ہوا ہوا ہے اور اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملنے لگا اور کہا کہ کاش! **میں نے اپنے رَبّ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا**۔ [۴۲]

اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

پھر نہ ہوئی کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اسکی مدد کرنے والی اور نہ خود وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ کر سکا۔ اس طرح اسے یقین ہوا کہ **سب اختیارات خدائے برحق ہی کے پاس** ہیں۔ اَجر وہی بہتر ہے **جو وہ عطا کرے اور انجام وہی اچھا** ہے جو **وہ دکھائے**۔ [۴۳-۴۴]

تشریح: مشاہدہ ہے کہ دولت اور اولاد کی محبت میں اکثر انسان گمراہ ہو جاتے ہیں۔

ان دو شخصوں کی مثال یہی بات ثابت کرنے کیلئے بیان کی گئی ہے۔

ایک دولتمند ہے۔

دوسرا غریب آدمی ہے۔

دونوں آپس میں دوست ہیں۔

امیر آدمی اپنی دولت پر گھمنڈ اور فخر کرتا ہے اور اپنی دولت کی بازیابی کیلئے جو کچھ اس نے کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق نہیں سمجھتا بلکہ خود اپنی اہلیت پر بھروسہ کر رہا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ صلاحیتیں اسکو دی گئی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہیں۔ وہ اس دَرجہ خودسر ہو گیا کہ آخرت کا بھی انکار کرنے لگا۔

دوسرا شخص غریب تھا۔ اس نے اسکو نصیحت کی کہ اپنی دولت پر گھمنڈ نہ کر بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کر کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و اولاد میں دوسروں سے فضیلت دی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے لیکن وہ مسلسل کفرانِ نعمت کرتا رہا حتیٰ کہ ایک وقت آیا، اللہ تعالیٰ نے اسکے باغوں پر ایک عذاب بھیجا اور اسکے باغ تباہ ہو کر رہ گئے۔

یاد رہے کہ **تکبر شرک ہے** اور ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جسکے ''دِل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائیگا''۔ (ابنِ ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے، عظمت میری تہبند ہے۔ جو شخص ان میں سے میری ایک شے بھی چھینے گا، میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا''۔ (سنن ابن ماجہ، جلد دوم، حدیث ۱۹۷۷)

ثعلبہ نامی مدینہ منورہ میں ایک انصاری تھا۔ اسکے پاس چند بھیڑ بکریاں تھیں۔ دولت سے محبت رکھتا تھا۔ ایک دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے مال میں زیادتی فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! جو تمہارے پاس ہے، وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ ثعلبہ چلا گیا۔ ایک دِن پھر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر تیسری دفعہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اچھا! تم بار بار آ رہے ہو، میں تمہارے لیے دُعا کر دیتا ہوں لیکن جو تمہارے پاس ہے، وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی۔ ثعلبہ کا مال بڑھنے لگا۔ سال کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زکوٰۃ کے اہلکار اسکے پاس زکوٰۃ لینے کیلئے گئے تو اس نے کہا کہ زکوٰۃ کس چیز کی، یہ تو سب میری محنت ہے۔ اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی دُعا کا کفران کیا۔ پھر ایک دِن اسے احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ پھر وہ اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسکی زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا۔

یاد رکھیے! جس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم قبول نہیں فرماتے، اسکو اللہ تعالیٰ بھی قبول نہیں فرماتا۔

پھر اسکے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آتا ہے۔ وہی شخص اپنی زکوٰۃ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے کر جاتا ہے۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قبول نہیں فرمائی، میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ قابیل کی قربانی کی طرح ثعلبہ کی زکوٰۃ بھی ردّ کر دی گئی یعنی وہ جہنمی ٹھہرا۔

یہ ہے نتیجہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے کا اور تکبر کرنے کا۔

اسکے برعکس جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، آخرت کا حساب کتاب اسکی نظر میں ہوتا ہے تو وہ شخص تقوے والا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی غلطیوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○**'' (الزمر ۳۹، آیت ۵۳) ترجمہ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اعلان کر دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے **اپنے اوپر ظلم** کیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، شرک کیا)، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ اگر تیرا ربّ تعالیٰ سب کو پیٹ بھر کر روزی دے تو زمین پر فساد برپا ہو جائے۔ **یہی حکمت** ہے اللہ تعالیٰ کے اس فقرے کی، ''**اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ**''۔ (الرعد ۱۳، آیت ۲۶) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، زیادہ رزق دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے، اسکی روزی تنگ کر دیتا ہے''۔ (اپنی حکمت سے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''بہترین کھانا وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام غذا سے دُعا قبول نہیں ہوتی''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ حرام کھا رہا ہے یا حلال''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۱)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ
مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ
هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى
الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ
اَحَدًا ﴿۴۷﴾ ۚ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ

ترجمہ ◄ (آیات ۴۵ سے ۴۹) لوگوں کو ایک مثال بتاؤ کہ **دُنیا کی زندگی** ایسے ہے کہ ہم نے آسمان سے پانی اُتارا (یعنی بارش) تو زمین کی پیداوار خوب گھنی ہوگئی۔ پھر وہی پیداوار بُھس بن کر رہ گئی (اور بُھس اتنی ہلکی ہوتی ہے) کہ ہوائیں اسے اُڑاتی پھریں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[۴۵]

مال اور **اولاد** دُنیا کی زندگی کی **زینت** ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں، تیرے رَبِّ کریم کے نزدیک اَجر میں بہتر اور اُمید میں بھی بہتر ہیں۔[۴۶] (اگر انسان مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ترجیح دیتا ہے تو بیشمار گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے کیونکہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''دُنیا سرسبز اور میٹھی ہے''۔ قیامت کے دن اسکے اعمال بھوسی کی طرح بے وزن ہونگے۔ دُنیا کی زندگی میں یہ بُرائیاں سرسبز نظر آتی تھیں)

ایک دِن ہم پہاڑوں کو **چلائیں گے** اور تم زمین کو بالکل **برہنہ** دیکھو گے اور ہم تمام لوگوں کو جمع کرینگے (پہاڑ زمین کے برابر کر دیئے جائیں گے اور زمین کی روئیدگی خشک ہو جائے گی۔ جنگلات، باغات زراعت کا نام ونشان مٹ جائے گا)

جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ز بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ج وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع

ایک بھی ان میں سے نہیں چھوڑیں گے اور تیرے رَبِّ کریم کے سامنے وہ **قطار در قطار** پیش کیے جائینگے۔ (اس وقت ہم کہیں گے کہ) اب آ گئے ہو ناں تم ہمارے سامنے اسی طرح جیسے ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی ملاقات کے وقت کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ [۴۷-۴۸] (قیامت کا آنا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ دُنیا میں سرسبز کھیتی کا بھوسی بن جانا)

اعمال نامہ سامنے رَکھ دیا جائیگا اور اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنے اعمال نامہ سے ڈَر رہے ہونگے اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی! یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ ہمارا کوئی چھوٹا بڑا گناہ ایسا نہیں رہا جو اس میں دَرج نہ ہو۔ جو جو کچھ وہ کرتے رہے تھے، وہ سب انکے سامنے حاضر ہو جائیگا اور تیرا رَبِّ کریم کسی پر ظلم نہیں کریگا [۴۹]

تشریح: ذرا اپنے ماحول پر نظر دوڑائیں کہ کسی چیز کو بھی یہاں قیام نہیں ہے۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

جاندار، نباتات، ریگستان، پہاڑ سب بدلتے رہتے ہیں۔ ہمارے سامنے ہر کوئی موت کو چکھ رہا ہے۔ آج کی سرسبز فصلیں کل کو بُھس بن جاتی ہیں۔ آج کی بڑی بڑی عمارتیں کل کو کھنڈرات میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ آج کی بڑی بڑی تہذیبیں کل کو افسانہ پارینہ بن جاتی ہیں جبکہ آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہاں نہ کوئی خوف ہے، نہ غم

ہے اور نہ ہی موت ہے۔اس گھر کو خریدنے کیلئے انسان کو محنت کرنی چاہیے۔

عقلمندی اسی میں ہے کہ انسان ان نشانیوں سے آخرت کے آنے کا علم حاصل کرے اور آخرت کیلئے اپنے آپکو تیار کرے۔ ہماری کوئی حرکت ایسی نہیں جو کراماً کاتبین لکھنے میں غفلت کر رہے ہوں۔ ہر چھوٹی بڑی نیکی یا بُرائی اس روز ہمارے سامنے حاضر ہو گی اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیگا۔

اللہ تعالیٰ **عادل** ہے اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے اس دُنیا میں کمایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِ نْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝**''(النجم۵۳،آیت۳۹)ترجمہ''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے(یا ملے گا) جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔

جس نے دُنیا میں رہ کر دُنیا کی سرسبز اور پُرکشش لذات کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا، آخرت میں اسکے وہ اعمال بے وزن ہوں گے بھُس کی طرح۔ جو دُنیا کی لذتوں سے مستفید ہوا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھلا دیا تو وہ آخرت میں نقصان اُٹھائے گا۔

اس وقت آپ کو بہت سا مال اکٹھا کر لینا اور وہ بھی جھوٹ، کرپشن کر کے جو کہ حرام ہے یا دوسری صورت میں مال تو آپ نے حلال کمایا لیکن جو اس میں غرباء کا حق بنتا ہے کہ زکوٰۃ نہیں دی، صدقہ نہیں کیا تو یہ سب کوششیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وزن میں ہلکی ہوں گی جیسے خشک فصل ہلکی ہوتی ہے۔اگر ان چیزوں کو اہمیت نہ دیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہر وہ عمل کریں جس میں محنت و مشقت بھی آپ کو تنگ کرتی ہے، غربت بھی آپ کو تنگ کرتی ہے، سچ بولنے سے بھی آپ کو مصیبتیں آتی ہیں، جہاد کرنے سے بھی آپ کو جان کا خطرہ ہوتا ہے تو پھر آپ کے یہ اعمال جو تم نے ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کے راستے میں کیے اور اعمال بھی از خود حلال تھے تو پھر آپ کے یہ اعمال وزنی ہوں گے۔

ہلکے اعمال آپ کو جہنم میں لے جائینگے۔ وزنی اعمال آپ کو جنت میں لے جائینگے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ''پھر جسکے وزن بھاری ہونگے، وہ خوشگوار زندگی میں ہونگے اور جسکے پلڑے ہلکے ہونگے تو اسکا ٹھکانہ گہری کھڈ ہوگا۔تم کیا جانو کہ وہ گہری کھڈ کیا ہے؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے''۔(دیکھیں سورۃ القارعہ۱۰۱،آیات ۶ تا ۱۱)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ
اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ
لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَآ
اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ
اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱
وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ
فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۵۰ سے ۵۹) ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے فرشتوں کو حکم دیا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو اور انہوں نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ اپنے رَبّ تعالیٰ کے **حکم کو نہ** مانا۔ اے لوگو! کیا **تم اب مجھے چھوڑ کر اسکو اور اسکی نسل کو اپنا دوست بناتے ہو** حالانکہ **وہ تمہارے دُشمن ہیں** (ابلیس اور اسکی نسل)۔ جو ظالم ہیں (یعنی باطل پر چل رہے ہیں) انکے لیے یہ بہت ہی بُرا بدل ہے۔ (کہ اللہ تعالیٰ کے بدلے اپنے دُشمن شیطان کو دوست بناتے ہیں)[۵۰]

میں نے جب آسمان اور زمین پیدا کیے تو انکو نہیں بلایا (یعنی شیاطین کو) اور نہ خود انکی اپنی تخلیق میں انہیں شامل کیا۔ میں ایسا نہیں ہوں کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بناؤں۔[۵۱]

جس روز انکا رَبّ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ بلاؤ اب ان چیزوں کو جنہیں تم میرا شریک ٹھہراتے تھے تو پھر **یہ کیا کریں گے**۔ یہ انکو بلائیں گے مگر وہ انکی مدد کو

مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ وَلَقَدْ
صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ
وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ
النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى
وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ
يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا
مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

آئیں گے نہیں اور ہم انکے لیے ایک ہی ہلاکت کا گڑھا مشترک کر دینگے۔ (مشرک اور انکے جھوٹے خداؤں کیلئے)[۵۲]

مجرم (کافر) لوگ اس روز آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کیلئے کوئی جائے پناہ بھی نہیں ملے گی۔[۵۳]

اس قرآن حکیم میں ہم نے لوگوں کیلئے ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے مگر **انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ثابت ہوا ہے**۔[۵۴] (وہ مثال سے ہدایت لینے کی بجائے اپنی جاہلانہ عقیدے پر بحث کرتا رہتا ہے)

کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو ایمان لانے سے جب انکے پاس ہدایت آ چکی ہے اور (کس چیز نے انکو روکا ہے) اپنے رَبِّ کریم کے حضور معافی مانگنے سے۔ وہ تو اُلٹا اس بات کے منتظر ہیں کہ انکے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو (یعنی ان پر عذاب آئے) جو پچھلی قوموں کیساتھ ہو چکا ہے [یعنی عذاب سے تباہ کر دی گئیں] یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتا دیکھ لیں۔[۵۵]

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ
وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ
رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا
جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ
اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ
يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ
لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ

ہم تو رسول اسلئے بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری سنائیں (اچھے انجام کی جو ایمان لائے) اور تنبیہ کریں (جو ایمان نہیں لاتے) لیکن ایمان نہ لانے والے (یعنی کافر) جھوٹے جھگڑے کرتے ہیں کہ وہ حق کو پست کر دیں اور ہماری آیات (یعنی نصیحتوں) کو اور جس چیز سے انکو ڈرایا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) **مذاق سمجھتے** ہیں۔[۵۶]

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسکے سامنے اسکے رَبّ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ ان سے منہ پھیر لیتا ہے اور وہ اس **انجام** (جہنم/ عذاب) **کو بھول** گیا ہے جسکا سامان (یعنی بُرے اعمال) **اسکے ہاتھوں** نے آگے بھیجا ہے (آگ کا عذاب یعنی جہنم)۔ ہم نے ایسے لوگوں کے دِلوں پر پردہ ڈال دیا ہے تاکہ وہ قرآن حکیم کی بات کو سمجھ نہ پائیں اور انکے کان ہم نے (سننے سے) بند کر دیئے ہیں اور جب تم انکو ہدایت کی طرف بلاتے ہو تو وہ ہرگز اس حالت میں کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔ (یعنی مشرکین)[۵۷]

تیرا رَبِّ کریم بڑا دَرگزر کرنے والا اور رحمت والا ہے۔ وہ انکے گناہوں پر

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾
وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا
لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

انہیں پکڑنا چاہتا تو جلدی ہی عذاب بھیج دیتا مگر انکے لیے ایک وقت مقرر ہے اور اس سے بچ کر نکلنے کی یہ کوئی راہ نہیں پائیں گے۔[۵۸]

اور یہ ہیں بستیاں جنہوں نے جب ظلم کیا (یعنی شرک کیا) تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے ہر ایک کے لیے (ہلاکت کا) وقت مقرر کر رکھا ہے۔ (ان کو سزا دینے کا جو نافرمان ہیں)[۵۹]

تشریح: انسان کو سجدہ کرنے میں جنات کے ایک گروہ نے انکار کیا۔ یوں لگتا ہے کہ یہ گروہ پہلے سے ہی کافر تھا اور اسکا سردار ابلیس تھا اور جو مسلمان جنات تھے، انہوں نے انسان کو سجدہ کیا اور کائنات کی سب مخلوق نے فرشتوں کیساتھ انسان کو سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں فرمایا کہ ''**سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ**''۔ (لقمان ۳۱، آیت ۲۰) ترجمہ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، ہم نے تمہارے تابع کر دیا''۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ**''۔ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۴۴) ترجمہ ''تسبیح (یعنی سجدہ) کرتے ہیں (سوائے منکرین حق کے یعنی کافر جنات اور کافر انسان) ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے''۔ (مزید دیکھیں سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۳۰)

ابلیس جو کہ پہلے سے ہی کافر تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم کو یہاں بھی نہیں مانا۔ وہ اپنے آپکو انسان سے بڑا سمجھتا تھا، اسی وجہ سے اس نے تکبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اور تمام کافر جنات کو ہمیشہ کیلئے لعنت زدہ کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد کافر جنات جسکا سردار ابلیس تھا، انسان کے دُشمن بن گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**جیسے ہی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو**

ابلیس ایک شیطان اسکے ساتھ لگا دیتا ہے''۔ (**مشکوٰۃ شریف**) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا کہ ''**اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ**''۔ (یوسف۱۲، آیت ۵) ترجمہ ''یقیناً شیطان انسان کا کھلا دُشمن ہے''۔

شیطان اور اسکا ٹولہ اس دُشمنی میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکاتے رہتے ہیں۔ اس طرح بھٹکے ہوئے انسان شیطان کے دوست بن جاتے ہیں اور شیطان انکا دوست بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیاطین انسان اور شیاطین جن (دیکھیں سورۃ الناس ۱۱۴، پارہ ۳۰) سے بچانے کیلئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اپنی کتابیں بھیجیں اور انسان کو یہ اختیار دیا کہ اگر ہمارے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی باتیں مانو گے تو ہم تمہیں ہدایت دینگے اور ہم تمہارے گناہ معاف کر دینگے۔ اسکے برعکس اگر تم شیطان اور اسکے ساتھیوں کی باتیں مانو گے تو ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کا اختیار انسان کو دیا ہے۔ اب اسکا کام ہے کہ وہ بدی کو اپنی زندگی کا محور بناتا ہے یا نیکی کو۔ دونوں کا انجام مختلف ہے۔ جو شیطان کے دوست ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی آیات، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں اور بدی پر مرتے دَم تک قائم رہتے ہیں اور ان کا انجام جہنم کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔

جو (انسانوں اور جنات میں سے) اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں وہ نبیوں کی باتوں کو اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو سنجیدگی سے لیتے ہیں اور ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہیں اور اللہ تعالیٰ انکو نیک کاموں میں مدد کرتا ہے اور آخرت کا ٹھکانہ جنت ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہم ہر قسم کی بُرائی تو کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں پکڑتا کیوں نہیں۔ اسکا مطلب ہے کہ ہم ٹھیک کام کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہر فرد اور ہر قوم کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جاتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس وقت کا کسی کو علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو خواہ نیک ہے یا بد ہے، ایک وقت مقرر تک عمل کرنے کی مہلت دیتا رہتا ہے۔

○.....○.....○

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ
مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا
مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي
الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا
لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ
اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ
وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ
سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا

ترجمہ◄ (آیات ۶۰ سے ۷۴) (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں اپنا سفر ختم نہ کرونگا جب تک کہ دونوں سمندروں (یا دریاؤں) کے ملاپ پر نہ پہنچ جاؤں ورنہ ایک طویل مدت تک چلتا رہوں گا۔[۶۰]

جب وہ انکے ملنے کی جگہ پر پہنچے تو وہ دونوں (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکے ساتھی) اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے اور مچھلی نکل کر دریا میں سرنگ بناتی ہوئی چلی گئی۔[۶۱]

انہوں نے پھر آگے کا سفر شروع کیا اور (جب بھوک لگی تو) اپنے ساتھی سے کہا کہ لاؤ ہمارا ناشتہ۔ آج کے سفر میں تو ہم نے بڑی مشقت اُٹھائی ہے۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ آپ نے نہیں دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے تو اس وقت مجھے مچھلی (کے متعلق بتانے) کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو غافل کر دیا کہ میں اس کا ذِکر آپ سے کروں۔ مچھلی تو (زندہ ہو کر) عجیب طرح سے دریا (یا سمندر) میں چلی گئی۔[۶۲-۶۳]

نَبْغِ صلق فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا
عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ
اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾
قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ
تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ
سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ
اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اسی جگہ کی تو ہمیں تلاش ہے۔ پھر وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے اور وہاں انہوں نے ہمارے ایک بندے کو پایا جسے **ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا** اور اپنی طرف سے **علم عطا فرمایا** تھا۔ (یہ وہ خاص علم تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے سیکھنے کے لئے آئے تھے)[۶۴-۶۵]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا کہ کیا میں آپکے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے **دانشمندی** کا وہ **علم سکھائیں** جو آپکو سکھایا گیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)[۶۶]

اس نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔[۶۷]

آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس چیز پر جسکی آپکو خبر نہیں۔[۶۸] (آپ اس ملک کے رہنے والے نہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ اس ملک کا انتظام کیسے کیا جا رہا ہے)

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ **ان شاء اللہ** آپ مجھے صابر

حَتّٰىٓ اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا وقفة
حَتّٰىٓ اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ
اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾
قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ
اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰىٓ اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا
فَقَتَلَهٗ لا قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً م بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ

پائیں گے اور میں آپکی نافرمانی نہیں کرونگا۔[۶۹]

اس شخص نے کہا کہ اگر آپ نے میرے ساتھ چلنا ہے تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اسکا آپ سے ذِکر نہ کردوں۔[۷۰]

اب دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اس شخص نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے۔[۷۱-۷۲]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ مجھے بھول چوک پر نہ پکڑیئے اور آپ مجھ پر سختی سے کام نہ لیں۔[۷۳]

پھر وہ دونوں آگے چلے یہاں تک کہ انکو ایک لڑکا ملا تو اس شخص نے اسے قتل کردیا۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ آپ نے ایک **بے قصور** کی جان

جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۝۷۴

لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا۔ یہ کام آپ نے بہت بُرا کیا۔[۷۴]

تشریح:

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا:

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا کہ کیا میں آپکے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے دانشمندی کی وہ تعلیم سکھائیں جو آپکو سکھائی گئی ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس آدمی سے ملاقات کر رہے ہیں، بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کے مطابق انکا نام خضر ہے۔ حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انکے ایک اُمتی نے پوچھا کہ ''کیا آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے؟'' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں سب سے بڑا عالم ہوں''۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی کیونکہ علوم بیشمار ہیں اور کوئی انسان سارے علوم بیک وقت حاصل نہیں کر سکتا حتیٰ کہ سارے علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جو سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، انکو بھی عطا نہیں فرمائے گئے۔ قرآن حکیم میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۲۵۵) ترجمہ ''(میری ساری مخلوق میں ہر نفر) صرف اتنا ہی علم رکھتا ہے، جتنا میں اسکو دینا چاہتا ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک سال حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کھجور کی زرپاشی سے منع فرمایا۔ جب پکنے کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اندازہ لگایا کہ اس سال گذشتہ سالوں کی نسبت کھجوروں کی پیداوار کم ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس بات کا ذِکر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کیا۔ زمیندار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کھجوریں زرپاشی کے بغیر پرورش نہیں پاتیں۔ آپ صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے منع کرنے پر ہم نے اس سال زر پاشی نہیں کی''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سنو! میں امورِ دُنیا کیلئے نہیں بھیجا گیا، میں دِین کیلئے بھیجا گیا ہوں، زراعت جیسے تم کرتے ہو، اپنی سمجھ سے کرتے رہو۔ مجھے اسکا علم نہیں ہے''۔ (بخاری)

یہاں ذرا آپ غور کریں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع علم عطا فرمایا تھا، خود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرما رہے ہیں کہ زراعت کا علم تم بہتر جانتے ہو، میں نہیں جانتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ کہ مجھ سے بڑا دُنیا میں کوئی عالم نہیں ہے، حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دو لاکھ سے چھ لاکھ تقریباً بنی اسرائیل کو لے کر لق و دَق صحرا میں مصر سے ہجرت کر کے گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عملی زندگی میں **انتظامی امور** (Public Administration) کی کوئی ٹریننگ نہیں ہوئی تھی کیونکہ شہزادوں کی طرح پرورش پانے کی وجہ سے ان پر کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی تھی۔ بنی اسرائیل کیساتھ ہجرت سے تقریباً دس سال پہلے جب انہیں ایک قبطی کے قتل کی وجہ سے مصر سے بھاگ کر مدائن میں پناہ لینی پڑی تو انہوں نے ایک نیک آدمی کے گھر بھیڑوں کے چرانے کی ملازمت کی۔

جب وہ مصر سے مدائن پہنچتے ہیں تو انہیں کچھ عرصے کیلئے بھیڑوں کی دیکھ بھال کرنے کا جو تجربہ ہوا، وہ ایک قوم کی دیکھ بھال کیلئے کافی نہیں تھا، اسلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکمرانی کی ٹریننگ کی ضرورت تھی۔

میری دانست میں (لیکن اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اگر میں غلط ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔ اگر میں صحیح ہوں تو اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرما لے [آمین]) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انتظامی امور کی کچھ سوجھ بوجھ دینے کیلئے ایک ایسے **ایڈمنسٹریٹر** یا **حکمران** کے پاس بھیجا گیا جو کہ اپنے کام میں مہارت رَکھتا تھا تا کہ واپس صحرا میں آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے **انتظامی امور** کو کامیابی سے چلا سکیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر میں تین واقعات آتے ہیں جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اختلاف رَکھنے کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام سے حقیقت جاننے کی کوشش کی، اسکی تفصیل سولہویں پارے میں دیکھیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ
صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾
فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ اسْتَطْعَمَآ
اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا
يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ
عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا

ترجمہ ◄ (آیات ۷۵ سے ۸۲) [حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا قصہ جاری ہے]

کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اسکے بعد اگر میں تجھ سے کوئی سوال کروں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ بیشک آپ میری طرف سے حدِ عذر کو پہنچ گئے ہیں۔[۷۵-۷۶]

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ وہ ایک بستی میں پہنچے۔ ان سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے انکار کیا کہ انکی مہمان نوازی کریں۔ پھر (حضرت) خضر (علیہ السلام) نے ایک مکان کی دیوار دیکھی جو کہ گرا چاہتی تھی۔ اس شخص نے اس دیوار کو درست کر کے کھڑا کر دیا۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اگر تم چاہتے تو اس پر تم اُجرت لے سکتے تھے۔[۷۷]

(حضرت) خضر (علیہ السلام) نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی کا اور (حضرت) خضر (علیہ السلام) نے کہا کہ اب میں تمہیں ان باتوں کی حکمت بتاتا ہوں جس پر تم صبر نہیں کر سکے۔[۷۸]

السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ
فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ
كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ
مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً
وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا
وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ

(۱) کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ غریب آدمیوں کی ملکیت تھی اور سمندر میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسکو عیب دار کر دوں کیونکہ دوسری طرف ایک بادشاہ ایسا رہتا ہے جو ہر صحیح سالم کشتی کو زبردستی پکڑ لیتا ہے[۷۹]

(۲) اس لڑکے کا معاملہ یہ ہے کہ اسکے والدین نیک ہیں۔ہمیں خوف ہوا کہ وہ اپنی **سرکشی** اور **کافرانہ** رویے سے اپنے والدین کو تنگ کریگا۔ہم نے ارادہ کیا کہ رَبّ تعالیٰ انکو اس (بچے) کا نعم البدل عطا فرمائے جو اخلاق اور صلہ رحمی میں بہتر ہو۔[۸۰-۸۱]

(۳) جہاں تک اس (مکان کی) دیوار کا تعلق ہے،اس میں دو یتیموں کا خزانہ پڑا تھا اور انکا باپ نیک آدمی تھا تو تیرے رَبِّ کریم نے ارادہ کیا کہ جب یہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں۔

اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

یہ سب کچھ میں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت (اور دیئے ہوئے علم) سے کیا اور میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ یہ ہے حکمت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔[۸۲]

تشریح : ان تین واقعات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا سیکھا، اسکے متعلق مجھے کوئی مربوط تفسیر اور تشریح کسی قرآن حکیم میں نہیں ملی۔ جو کچھ میں لکھنے لگا ہوں، میں اس پر اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتا ہوں اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اگر میری تشریح میں نقص ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے۔ **اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا**

حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ افراد کو لے کر صحرائے سینا میں پہنچے جہاں زندگی کے کوئی وسائل نظر نہیں آتے تھے۔ مصر کے قیام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شہزادگی میں زندگی گزاری۔ ملکی امور کا کوئی انتظام انکے ہاتھ میں نہیں دیا گیا۔ شاید اسلئے کہ فرعون کو اپنی فراست سے اور ماحول سے یہ یقین ہو چکا تھا کہ یہ بچہ اسرائیلی ہے۔ اب جو اپنے ہاتھوں جبکہ ہم نے اسکو اپنا بیٹا بنا لیا ہے، قتل کرنا درست نہیں ہے لہٰذا اسکو اس ڈر سے انتظام سے دُور رکھا گیا کہ کہیں اسرائیلی پہلے کی طرح جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں ہوا، مصر کے حکمران نہ بن بیٹھیں۔ اسی خوف سے اسرائیلیوں کو معاشرے میں گھٹیا ترین اور ذِلت آمیز سلوک سے دَبا کر رکھا گیا اور اسی وجہ سے انکے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کرنے کا ایک خفیہ نظام چل رہا تھا۔ اس نظام سے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچایا۔

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انتظامی امور Public Administration کا کوئی تجربہ نہیں تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک راستہ نکالا کہ وہ ایک ایسے بندے کے پاس جائیں جو متقی بھی ہے اور بہترین انتظام کی صلاحیتیں بھی رکھتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ امیر

المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''**سردار (حکمران)** بننے سے **پہلے علم حاصل کرو**'' یعنی **انتظام کرنے کی صلاحیت پیدا کرو۔**

(۱) کشتی کے واقعہ سے جو علم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سکھایا گیا، وہ یہ تھا کہ
تم اپنی قوم کے سردار (حکمران) ہو۔ سردار کا کام ہے،
(۱) اپنی رعایا کے ہر فرد کے حالات کے متعلق علم رَکھنا
(۲) اسکے حالات کے مطابق اسکی مدد کرنا
(۳) ظالم سے انکو بچانا خواہ ظالم ملکی ہو یا غیر ملکی
(۴) اپنے ملک کی سرحدوں کے متعلق علم حاصل کریں اور اپنے عوام کی بیرونی ظالموں سے حفاظت کریں۔

کشتی میں ایک معمولی سا سوراخ کر دینا تا کہ ظالم بادشاہ دھوکہ کھا جائے، کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ کشتی کو دوبارہ درست کر لینے میں اتنی مصیبت نہیں ہے جتنی کہ اپنے وسیلہِ روزگار سے بالکل محروم ہو جانے میں ہے۔

(۲) جہاں تک ایک ظاہراً بے گناہ لڑکے کو قتل کرنے کا معاملہ ہے، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تعلیم یہ تھی کہ

معاشرے میں ان لوگوں پر نظر رَکھو جو **مجرمانہ ذہنیت** رَکھتے ہوں اور چھوٹے **چھوٹے جرم** روزانہ کرتے رہتے ہوں جن میں **والدین کی نافرمانی** اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بدترین جرم ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل یہ ہے کہ (۱) نماز کا اپنے وقت پر اَدا کرنا (۲) **والدین کی خدمت کرنا** اور **فرمانبرداری میں رہنا** (۳) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا''۔ (بخاری شریف)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے والدین کی فرمانبرداری اور انکی خدمت پر بہت زور دیا ہے یہاں تک کہ شرک کے بعد اللہ تعالیٰ نے والدین کا ذِکر کیا ہے۔ آیت مبارکہ یوں ہے کہ ''**وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا** ''۔ (النساء۴، آیت ۳۶) ترجمہ ''تم اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرو اور اسکی بندگی کیساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور (تمہیں نصیحت کی جاتی ہے) ماں باپ کیساتھ بہترین سلوک کرو''۔

والدین کی نافرمانی کیساتھ وہ کافر یعنی مشرک بھی تھا۔ اگر مومن مشرک کو قتل کر دے اسکے شرک کی وجہ سے تو مومن سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ شرک جرم عظیم ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں جب تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' نہ کہہ لیں اور جب وہ یہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو میں پھر اپنا ہاتھ روک لوں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

یاد رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ایک قتل کا معمہ حل نہیں ہو رہا تھا اور وہ معمہ وحی کے ذریعے حل کیا گیا۔ اس طرح کہ بنی اسرائیل اس قتل کے مجرم کو بچانے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار سوال کرتے تھے یہاں تک کہ ایک خاص گائے تک بات پہنچ جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے سے مقتول کی لاش کو ضرب لگاؤ۔ ایسا کرنے سے مقتول وقتی طور پر زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا۔ اس **وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی جاسوسی کا محکمہ نہیں** تھا۔ بغیر وحی کے اس قتل کی واردات کی کامیاب تفتیش نہیں ہو سکتی تھی۔

(۳) یتیموں کے (مکان کی) دیوار کا درست کرنا۔ اسکی حکمت یہ تھی جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتائی تھی کہ تمہاری قوم میں کچھ لوگ لاوارث اور کمزور بھی ہونگے۔ جب تم اپنے محکمہ جاسوسی کی وجہ سے ہر فرد کے حالات جانو گے تو یاد رکھنا کہ یتیموں کا خاص خیال کرنا ہوگا۔ یتیم کی دیکھ بھال کی ذِمہ داری حکومتِ وقت پر ہوتی ہے۔ لوگوں سے بے نیاز ہو کر یتیموں اور مظلوموں کو ظالموں سے بچانا ہوگا۔

گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نظامِ حکومت چلانے کی کچھ بنیادی باتیں سکھانے کیلئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جو کہ اپنے زمانے کے متقی اور بہترین حکمران تھے، بھیجا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح رہنمائی سے محروم نہ فرمائے [آمین]

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **حضرت امیر معاویہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے **آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** سے سنا کہ ''اگر کوئی حاکم اپنی رعایا کے حاجتمندوں، محتاجوں اور مسکینوں کیلئے اپنے دروازے بند کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حاجات، ضروریات اور فقر کو دُور کرنے سے پہلے آسمانوں کے دراوزے بند کر

دیتے ہیں''۔اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت ایک شخص (گویا کہ **ایک محکمہ جاسوسی**) کولوگوں کی ضروریات سے حکومت کومطلع رکھنے کیلئے مقرر فرما دیا۔(ترمذی شریف،جلداوّل،حدیث۱۱۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دَور میں بہت سی باتیں ایسی ملتی ہیں جو حضرت خضر علیہ السلام کی باتوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔

(۱) جنگ بدر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہ آدمیوں کیساتھ مکہ مکرمہ کے باہر ایک مقام بطن نخلہ کی طرف بھیجا۔مقصد یہ تھا کہ قریش کی نقل وحرکت کے متعلق ہمیں اطلاع دو گویا کہ یہ لوگ دُشمن کی خفیہ رپورٹ دینے کیلئے بھیجے گئے تھے۔(انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ) (سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی،جلداوّل،جنگ بدر سے پہلے کے حالات)[حضرت عمرو بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل] عربوں میں اس سے پہلے جاسوسی کا محکمہ نہیں تھا۔یہ پہلی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ہی قائم فرمایا۔

(۲) خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ بننے پر پہلے خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ''تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے۔جب تک میں اسے اسکا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اسکے ذمہ جو حق ہے،وہ اس سے نہ لے لوں''۔حوالہ(سیرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،مصنف محمد حسین ہیکل[سابق وزیر معارف حکومت مصر]ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہارا سب سے افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی ہے''۔ (طبرانی)

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص کا کوئی ولی نہ ہو،اسکا ولی سلطان ہوتا ہے''۔(ابوداؤد،جامع ترمذی)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا
عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ
وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾
حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ
فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا
الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ
حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ
اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ

ترجمہ◄ (آیات ۸۳ سے ۹۸) آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) سے پوچھتے ہیں **ذوالقرنین** کے بارے میں۔ کہو کہ میں انکا حال تمہیں بتاتا ہوں۔[۸۳]

ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے اسکو زمین میں طاقتور حکومت دی تھی اور ہر چیز کے وسائل عطا فرمائے تھے۔ (گویا کہ وہ اپنے زمانے کی ایک سپر پاور تھے)[۸۴]

وہ ایک مہم پر نکلا حتیٰ کہ **سورج کے غروب** ہونے کی حد تک پہنچ گیا۔ دیکھا کہ سورج ایک سیاہ (گدلے) چشمہ میں ڈوب رہا ہے (یعنی چشمے کے کنارے اور اسکے بیچ میں بت رکھے ہوئے تھے اور یہ قوم سورج اور بتوں کو پوجتی تھی۔ یہ ایک مشرک قوم تھی)۔ اسکے پاس ایک قوم ملی۔ ہم نے ذوالقرنین کو کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ انکو عذاب دو یا ان سے حسنِ سلوک کرو۔[۸۵-۸۶]

ذوالقرنین نے کہا کہ جو ظلم (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور شرک) کریگا، ہم اسکو سزا دینگے پھر ہم اسکو اپنے رَبّ تعالیٰ کی طرف لوٹا دینگے (یعنی اسے قتل کر دینگے) جو کہ انکو اس سے بھی زیادہ سخت عذاب دیگا۔[۸۷]

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ
لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا
بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ
نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ
اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى
اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ
لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ
اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

اور جو ایمان لے آئیں گے اور عمل نیک کرینگے تو انکے لیے اچھا بدلہ ہوگا اور ہم انکے ساتھ نرم سلوک رکھیں گے۔[۸۸]

پھر وہ ایک دوسری مہم پر روانہ ہوا حتیٰ کہ وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں کہ سورج **طلوع ہو رہا تھا** اور اس نے دیکھا کہ **سورج** اور **اس قوم** کے درمیان **کوئی پردہ نہیں** تھا۔(یعنی یہ قوم بھی مشرک تھی اور براہِ راست سورج کو پوجتی تھی۔انکے بت نہیں تھے)[۸۹-۹۰]

اسی طرح (اس قوم کا حال بھی وہی تھا جو حالات مغربی قوم کے تھے) ہم اس (یعنی ذوالقرنین) کے حالات سے خوب واقف تھے۔(یعنی جو کچھ اس نے مغربی قوم کیساتھ کیا تھا، اس سے واقف تھے اور جو اس نے اس قوم کیساتھ کیا، اس سے بھی یعنی مشرکین کو قتل کر دیا اور ایمان لانے والوں سے نرم سلوک کیا)[۹۱]

پھر ذوالقرنین ایک اَور مہم پر روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔وہاں ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے بات سمجھتے تھے (یعنی وہ غیر زبان قوم تھی لیکن مومنین تھے) انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج ہمارے

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا
وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ
فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾
اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ
الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ
قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْا
اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا
رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ

ملک میں فساد برپا کرتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی خرچہ دیں اس کام کیلئے کہ تو ہمارے اور انکے درمیان ایک دیوار بنادے۔[۹۲-۹۴]

اس (یعنی ذوالقرنین) نے کہا کہ جو کچھ میرے رَبّ کریم نے مجھے دیا ہوا ہے، وہ بہت ہے۔تم صرف میری افرادی قوت (Man Power) سے مدد کرو تو میں تمہارے اور انکے درمیان ایک دیوار (ڈیم/Dam) بنادیتا ہوں۔[۹۵]

(ذوالقرنین نے حکم دیا کہ) اے لوگو! مجھے لوہے کی چادریں لاکر دو۔جب دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا/ درّہ کو اس نے پُر کردیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ یہاں تک کہ جب یہ لوہے کی دیوار بالکل آگ کی طرح سرخ ہوگئی تو اس نے کہا کہ لاؤ! اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں گا۔[۹۶]

یاجوج وماجوج اس پر نہ تو چڑھ سکیں گے اور نہ ہی نقب لگا سکیں گے۔[۹۷]

ذوالقرنین نے کہا کہ یہ صرف **میرے رَبّ کریم کی رحمت** سے ہے۔

دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۭ ﴿۹۸﴾

جب میرے رَبِّ کریم کا وعدہ آ جائیگا (یعنی قیامت کا) تو اس دیوار کو بالکل تباہ کر دیگا اور میرے رَبِّ کریم کا وعدہ سچا ہے۔[۹۸]

تشریح: وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰه

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْلَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْن ○

[البقرۃ ۲، آیت ۲۸۶]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ''۔ (ترمذی)۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۶۲)''۔ ترجمہ ''قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے''۔ (یعنی خانہ کعبہ جسکی طرف منہ کر کے تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو نہ تو مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں)

حضرت ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے اور کئی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

ذوالقرنین کی مہمات کو سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس حدیث شریف کو سمجھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے فرمان میں اشارہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مسلمانوں، مومنین، اُمتِ مسلمہ اور اُمتِ عالم کو وارننگ دے رہے ہیں کہ میرے جانے کے بعد طلوع ہوتے سورج کو اور غروب ہوتے سورج کو (یعنی سورج کو) سجدہ کرنا شروع نہ کر دینا، شرک سے باز رہنا۔ تمہارا قبلہ قیامت تک مقرر ہو چکا ہے جو کہ

مشرق اور مغرب کے درمیان آتا ہے۔

یہ اشارہ اور وارننگ اسلئے دی گئی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک دُنیا کی اکثر قوموں نے چڑھتے سورج اور غروب ہوتے سورج کو پوجا ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نبوت کے زمانے میں بھی مکہ مکرمہ کے مشرکین بتوں کیساتھ سورج کو پوجتے تھے اور مصر کے لوگ صبح کے ستارے شعریٰ (Cyrus) کو پوجا کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حدیبیہ میں قیام فرما تھے تو بارش شروع ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، گویا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایمان کو مضبوط کر رہے ہیں کہ ''جو یہ کہے گا کہ اس ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی، اس نے شرک کیا''۔

ذوالقرنین کی مغربی مہم:

قرآن حکیم کے طرزِ بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین ایک متقی اور عادل حکمران تھا اور توحید پر پورا ایمان رکھتا تھا۔ وہ اپنے زمانے کی طاقتور ترین قوم کا سربراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو اس زمانے کے لحاظ سے تمام جنگی وسائل سے لیس کر دیا تھا۔

اسکی فتوحات کا مقصد صرف ملکوں کو فتح کرنا نہیں تھا بلکہ اسکا مقصد وہی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا تھا اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حکومتوں کا تھا

یعنی اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے** والا وہ ہے جو کہ (صرف) اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑے''۔ (یعنی دُنیا کی خاطر لڑنا صحیح جہاد نہیں ہے) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۳۸)

ذوالقرنین کی مغربی مہم اسی غرض سے تھی۔ وہ ملک فتح کرتا ہوا ایک ایسی حد تک پہنچا جہاں کی قوم ڈوبتے سورج کو بھی پوج رہی تھی اور بتوں کی گندگی میں بھی ملوّث تھی۔ اس نے انکو توحید کی تبلیغ کی اور بتوں کو چھوڑنے کو کہا لیکن انہوں نے مزاحمت کی۔ اس پر

اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اجازت دی کہ جو ایمان لے آئیں، ان پر رحم کرو اور جو ایمان نہ لائیں، ان پر سختی کرو یا رحم کرو، یہ تم پر ہم چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی یہ صفت بتائی ہے کہ ''**وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ**''۔(الفتح ۴۸، آیت ۲۹) ترجمہ ''اور جو لوگ ان (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کیساتھ ہیں (یعنی مومنین)، وہ سخت ہیں کافروں پر (اور) مہربان ہیں آپس میں''۔اسی طرز کا رویہ تھا ذوالقرنین کا کافرین اور مومنین کیساتھ۔

ذوالقرنین کی مشرقی مہم:

اس مہم کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا تھا۔ وہ ملک فتح کرتا گیا یہاں تک کہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچا جو چڑھتے سورج کی براہِ راست پوجا کر رہے تھے۔ انکے درمیان بتوں کی آڑ نہیں تھی جیسا کہ مغربی مہم میں تھا۔

اس قوم کیساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ذوالقرنین نے وہی برتاؤ رکھا جو مغربی قوم کیساتھ رکھا تھا۔ جو ایمان لے آئے، انکے ساتھ نرمی کا سلوک کیا۔ جو مشرک رہے، انکے ساتھ غالباً سختی کیساتھ پیش آئے۔

شمالی مہم:

شمالی مہم میں اسکو جس قوم سے واسطہ پڑا، وہ مسلمان، توحید پرست قوم تھی، اسلئے ان پر کوئی سختی نہیں کی۔ انہوں نے ذوالقرنین کی اطاعت قبول کر لی اور اس سے اپنی ایک مشکل حل کرنے کی درخواست کی کہ ان پہاڑوں کے درمیان فلاں درّے سے کافر قبیلے آتے ہیں جن کو ''یاجوج ماجوج'' کہا جاتا ہے، انکی یلغار سے ہمیں محفوظ رکھنے کیلئے ایک بند بنا دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ذوالقرنین کے متعلق مشرکینِ مکہ نے سوال کیا تھا یہود کے اُکسانے پر۔ اللہ تعالیٰ نے انکے سوال کے جواب میں ان (یعنی مشرکین) کو چند ایک نصیحتیں فرما دیں کہ

(۱) ہمارا یہ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ذوالقرنین کی طرح اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے آیا ہے۔

(۲) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے ایک وقت آئے گا کہ مشرق و مغرب کی قومیں جو مشرک ہیں، وہ اسکے زیرِ نگیں ہو جائینگی لہٰذا تم اس وقت کا انتظار کرنے کی بجائے آج ہی اسکے پیغام کو مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اگر تم ایمان لے آؤ گے تو وہ تم پر ذوالقرنین کی طرح رحیم و کریم ہوگا اور اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو ذوالقرنین کی طرح وہ تم پر سختی کریگا۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم انکے ساتھ سختی سے پیش آتے رہے۔ جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ خندق پیش آئیں۔ پھر آخر میں غزوۂ ''فتح مکہ'' پیش آیا اور مشرکین نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ مشرق و مغرب میں ایک بارش کی طرح پھیل گیا اور کفر کی جڑیں کاٹ دیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث شریف میں ایک یہ پیشین گوئی ملتی ہے کہ ذوالقرنین کی طرح یہ دِین یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لائے ہیں، عنقریب قبلہ کے مشرق و مغرب میں پھیل جائیگا۔

یہ ہیں ہمارے خیالات جو کہ قرآن حکیم کے استعارے، کنائے اور اشارات سے اخذ ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، اسکے دیئے ہوئے علم سے اور اسکی رحمت سے لیکن صحیح حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

[.....**اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا**.....]

؎ حلقہ صوفی میں ذِکر، بے نم و بے سوز و ساز
میں بھی رہا تشنہ کام، تو بھی رہا تشنہ کام
عشق تری انتہاء، عشق مری انتہا!
تو بھی ابھی ناتمام، میں بھی ابھی ناتمام
آہ! کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز!
ورنہ ہے مالِ فقیر، سلطنتِ روم و شام

۝.....۝.....۝

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ
فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ
يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ
اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ
يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا
جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ
بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

ترجمہ◄ (آیات ۹۹ سے ۱۱۰) اور اس (یعنی قیامت کے) روز ہم لوگوں کو (دوبارہ زندہ کر کے بغیر لیڈر کے کھلا) چھوڑ دیں گے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا جس سے سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے۔ اس روز ہم جہنم کو کافروں کے سامنے کر دیں گے ان کافروں کے جو میری نصیحت سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کسی بات کو سننے کیلئے تیار نہیں تھے۔[۹۹-۱۰۱]

جن لوگوں نے **کفر کا** راستہ اختیار کیا، کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ مجھے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) چھوڑ کر میرے بندوں (یعنی حضرت عزیز علیہ السلام کو رَبّ بنایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رَبّ بنایا۔ یہود و نصاریٰ کے علماء کو رَبّ بنایا۔ بزرگوں درویشوں کا رَبّ بنایا) کو اپنا مددگار بنالیں گے (یہ شرک ہے)۔ ایسے کافروں کی مہمان نوازی کے لیے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے۔[۱۰۲]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام)! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے اپنے اعمال کے لحاظ سے **کون** لوگ ہیں؟[۱۰۳] یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دُنیا کی زندگی کو **گمراہی میں بسر** کیا اور وہ خیال

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ
صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ
فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا
وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ
الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا
حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ

کرتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔[۱۰۴]

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رَبّ تعالیٰ کی **نصیحتوں کو ماننے سے انکار** کیا اور اپنے رَبّ تعالیٰ سے (**آخرت کی**) ملاقات کا انکار کیا تو نتیجتاً ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو گئے اور قیامت کے روز ہم ان اعمال کا کوئی وزن نہیں رکھیں گے۔ (یعنی یہ **اعمال راکھ کی طرح بے وزن** ہونگے۔ جو اعمال خواہ وہ ظاہراً نیک ہوں، ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ ان اعمال کا کوئی وزن قیامت کے روز نہیں ہوگا)[۱۰۵]

انکی جزا جہنم ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری نصیحتوں کو اور ہمارے رسولوں کو مذاق ٹھہرالیا۔[۱۰۶]

(اسکے برعکس) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، انکی مہمان نوازی **جنت الفردوس** میں ہوگی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ وہاں سے نکلنے کی کبھی بھی خواہش نہیں کریں گے۔[۱۰۷-۱۰۸]

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! ان لوگوں کو بتاؤ کہ) اگر تمام سمندر روشنائی (سیاہی) بن جائیں تو وہ میرے رَبِّ کریم کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائینگے بلکہ اگر اتنے ہی ہم اَور لے آئیں تو وہ بھی کافی نہ ہونگے۔[۱۰۹]

ان کو بتا دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک عام انسان ہوں لیکن (فرق یہ ہے کہ) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا رَبِّ کریم ایک ہی رَبّ تعالیٰ ہے (ایک سے زیادہ کوئی رَبّ نہیں) تو جو اپنے رَبِّ کریم سے ملنے کا شوق رَکھتا ہو (قیامت کے روز) تو **اس کو چاہیے کہ نیک عمل** کرے اور اس کے ساتھ بندگی میں کسی **دوسرے کو شریک نہ** کرے۔[۱۱۰]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں چند باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(۱) جو اللہ تعالیٰ کو واحد مان کر اسکی عبادت نہیں کریگا، اسکا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ واحد ماننے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کا حکمران وہی اکیلی ذات ہے۔ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔ جو مانگو، اسی سے مانگو۔ مقبروں میں پڑے ہوئے بزرگوں کو بیچ میں نہ لاؤ۔

(۲) اسکے حکموں کی اطاعت کرو۔ جو اطاعت کریگا، وہ جنت میں جائیگا۔ جو اطاعت نہیں کریگا، وہ جہنم میں جائیگا۔ ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر کرو۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ کرو۔

(۳) تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بہت معمولی ہے۔ اپنے علم پر **تکبر مت** کرو۔
(۴) آخرت پر یقین رکھو کہ **ہر قول** اور **فعل** کا حساب لیا جائیگا۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''**فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○**''۔(الزلزال ۹۹، آیات ۷-۸) ترجمہ ''پس جس نے ذرّہ برابر بھی اچھا عمل کیا ہوگا، وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بھی بُرا عمل کیا ہوگا، وہ بھی اسے دیکھ لے گا''۔

اس دُنیا کی زندگی عارضی ہے جیسے آپ خود دیکھتے ہیں کہ فصلی عارضی طور پر سرسبز خوشنما نظر آتی ہیں پھر چند دِنوں کے بعد وہی فصل ہمیشہ کیلئے بھوسا بن جاتی ہیں جسکی کوئی خاص قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو انسان ایک وقت میں خوشگوار ماحول میں رہتا ہے، ہر طرح کی نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہے لیکن وہ اسکی ناشکری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی بجائے وہ اپنی ساری کوشش بُرائیوں میں صَرف کرتا رہتا ہے اور وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ میں نے کبھی مرنا ہی نہیں۔ آخرت اسکو یاد نہیں ہے گو وہ ایمان بھی رَکھتا ہے لیکن عملی طور پر وہ جہنم سے بچنے والے کام نہیں کرتا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رَکھتا، وہ اس سے بھی بدتر ہے تو اب سنیے کہ دُنیا کی عیش کا جہنم کی تکلیفوں سے اللہ تعالیٰ نے کیسے موازنہ کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دُنیا کے اندر عیش وعشرت میں رہا ہوگا۔ پھر اسے آگ میں غوطہ دیا جائے گا (جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر [۷۰] گنا زیادہ تیز ہے) پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے انسان! کیا تو نے کبھی (دُنیا میں) آرام دیکھا تھا تو وہ شخص جواب دے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اے رَبّ! میں نے کبھی آرام نہیں دیکھا''۔(مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث ۵۴۲۴)

انسان اگر دُنیا کی تکلیفوں کو برداشت کر کے سیدھے راستے پر چلے تو اُمید ہے کہ آخرت میں اسکے اعمال وزنی ہونگے اور وہ جنتی ہوگا۔ دُنیا کی تکلیفیں جب انسان سیدھے راستے پر چلتا ہے تو بہت جلد ختم ہونے والی ہیں لیکن انسان اتنا بھی صبر نہیں کرتا کہ چند گھنٹے یا چند دِنوں کی تکلیف برداشت کر لے لیکن جھوٹ نہ بولے، حرام نہ کمائے، بدکاری

نہ کرے تو اللہ تعالیٰ وہ وقت بھی صبر سے گزار دیتا ہے اور پھر اسکو دُنیا میں بھی ایسی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذہنی یا جسمانی تکلیف جو اسکو سیدھے راستے پر چلنے سے آئی، وہ بھول جاتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ انسان کیساتھ جنت میں ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک جنتی کو لایا جائے گا جو دُنیا میں سب لوگوں سے زیادہ مصیبت میں رہا ہوگا۔ پس اُسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے شخص! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف (دُنیا میں) دیکھی تھی۔ کیا تیرے پاس کبھی کوئی تنگی گزری تھی۔ وہ عرض کرے گا کہ خدا کی قسم اے رَبّ! نہیں! مجھے کبھی کوئی نہ تکلیف گزری، نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی تھی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۴)

اے انسان! ذرا سوچ کہ دُنیا کی چند روزہ تکلیف کوئی معنی نہیں رَکھتی جبکہ آپ سیدھے راستے پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں جنت کی ہمیشہ کی آرام کی زندگی کے مقابلے میں

اے انسان! ذرا پھر سوچ کہ دُنیا کا چند روزہ عیش و آرام جو آپ حرام میں گزار رہے ہیں اس جہنم کی آگ سے بہتر ہے جسکی سختی دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غور و فکر کرنے کی توفیق دے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس جہنمی کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری دولت ہوتی تو کیا تو جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے عوض دے دیتا۔ وہ کہے گا کہ بالکل! میں دے دیتا پھر اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ میں نے اس سے بہت ہی آسان بات تجھے دُنیا میں کہی تھی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ لیکن تو نے انکار کیا اور میرے شریک ٹھہرائے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر بدبخت''۔ پوچھا گیا کہ ''بدبخت کون ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہ کرے اور اسکی نافرمانی نہ چھوڑے''۔ (مشکوٰۃ شریف،

جلد سوم، حدیث ۵۴۴۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اہل جنت میں سب سے کم مرتبے والا جب باغوں، بیویوں، نعمتوں، خدام اور تختوں کو دیکھے گا تو ایک ہزار سال کی مسافت تک ہوں گے اور سب سے زیادہ مرتبے والا جنتی وہ ہوگا جو ہر صبح وشام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۱۳)

شرک ظلم عظیم ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مرضی پر ترجیح دینا بلاشبہ آج کا بہت بڑا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝**''۔ (النازعات ۷۹، آیات ۴۰-۴۱)

ترجمہ ''اور جس نے اپنے رَبِّ کریم کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف (دِل میں) رَکھا ہو گا اور اپنی خواہشاتِ نفس کو دبایا ہوگا تو جنت اسکا ٹھکانہ ہوگا''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ''**اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝**''۔ (البینہ ۹۸، آیات ۷-۸) ترجمہ ''جو لوگ (ان میں سے) ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے، وہ بہترین مخلوق ہیں۔ ان کیلئے اَجر یہ ہے کہ ان کیلئے انکے رَبِّ کریم کے ہاں ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جنکے نیچے دریا بہتے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ یہ انعامات انکو ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈَرنے والے ہیں''۔

۝.....۝.....۝

مَرْيَمُ ۱۹

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۹۸ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝۲ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَاِنِّيْ خِفْتُ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۱) کاف-ھا-یا-عین-صاد۔ یہ ذِکر ہے تمہارے رَبِّ کریم کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے (حضرت) زکریا (علیہ السلام) پر کی جب اس نے اپنے رَبِّ کریم کو خاموشی سے پکارا۔[۱-۳]

کہنے لگا کہ اے رَبِّ کریم! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک رہا ہے لیکن میں اپنے رَبِّ کریم سے دُعا کرتے ہوئے نا اُمید نہیں ہوں۔[۴]

(اب معاملہ یہ ہے کہ) میں اپنے وارثوں سے اپنے بعد اسلئے ڈَرتا ہوں کہ

الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا
فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ﴿۵﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ
اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا
نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ
قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ
وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ
وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ

میری بیوی بانجھ ہے (کہ میرا وارث بننے کیلئے کوئی لڑکا موجود نہیں ہے) پس میں دُعا کرتا ہوں کہ میرے لیے ایک (علم نبوت کا) وارث عطا فرما جو کہ میرا بھی وارث بنے اور خاندانِ (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کا بھی وارث اور اسکو اپنا پسندیدہ بندہ بنا[۵-۶]

(اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اے (حضرت) زکریا (علیہ السلام)! ہم تمہیں ایک بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جسکا نام (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) ہوگا۔اس نام کا کوئی شخص ہم نے پہلے پیدا نہیں کیا۔[۷]

(حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے کہا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی بڑی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔[۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (جو میں نے کہا،) ایسا ہی ہوگا۔تیرے رَبِّ کریم نے کہا کہ یہ مجھ پر بہت آسان ہے۔میں نے تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا جبکہ تو کوئی چیز نہ تھا۔[۹]

اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱

(حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رَبِّ کریم! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ مسلسل تین دِن تک تو لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا۔[۱۰]

پھر (حضرت) زکریا (علیہ السلام) اپنے عبادت خانہ سے باہر نکلے اور ان لوگوں کو اشارے سے کہا کہ تم صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو۔ (یعنی صبح وشام اللہ تعالیٰ کی بندگی کیا کرو)[۱۱]

تشریح: حضرت زکریا علیہ السلام کے اس واقعہ سے ہمیں مندرجہ ذیل رہنمائی ملتی ہے کہ

(۱) آخری عمر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔

(۲) حضرت زکریا علیہ السلام ساری عمر اللہ تعالیٰ سے اولاد کیلئے دُعا کرتے رہے لیکن نا اُمید نہیں ہوئے۔

(۳) حضرت زکریا علیہ السلام چاہتے تھے کہ ایک ایسا بیٹا پیدا ہو جو خاندانِ حضرت یعقوب علیہ السلام کے **علمِ الٰہی** کا وارث بن سکے۔

(۴) جب انکو بشارت دی گئی تو دونوں میاں بیوی نے حیرانگی کا اظہار کیا کہ ہم اتنی بڑی عمر میں پہنچ چکے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ دُنیا کو دکھانا چاہتے تھے کہ میں قادر القدر ہوں، میں جب چاہتا ہوں، کوئی چیز تخلیق کر دیتا ہوں۔ میرے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

(۶) حضرت زکریا علیہ السلام کی تین دِن تک بات کرنے کی صلاحیت کو سلب کر لینا نشانی کے طور پر تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ جیسے تم صحیح سالم ہو مگر میں تجھ سے

بولنے کی صلاحیت لے سکتا ہوں، اسی طرح تم اور تمہاری بیوی باوجود کہ تم بچہ پیدا نہیں کر سکتے لیکن میں اس پر قادر ہوں کہ پیدا کر دوں۔

(۷) حضرت زکریا علیہ السلام نے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کیلئے فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کیلئے اور لوگوں کو اس بات پر مطلع کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کرنے کی طاقت رَکھتا ہے۔ مجھے بڑھاپے میں اولاد دی جبکہ ظاہری حالات سے ممکن نہیں تھا اور میری بولنے کی طاقت سلب کر لی جبکہ ظاہری اسباب کوئی نہیں تھے۔

(۸) متن میں یوں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا اور حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ کہا، اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست حضرت زکریا علیہ السلام سے گفتگو کر رہا تھا بلکہ یہ وہی عام معمول کے مطابق جو نبیوں سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، وہ معمول تھا کہ یہ بات فرشتے کے ذریعے ہو رہی ہے۔ (دیکھیں سورۃ آلِ عمران ۳، آیت ۳۹)

کسی انسان کو اس بات میں شک نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کائنات میں کسی چیز کو جو وہ کرنا چاہے، نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کرنے کی قدرت رَکھتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ تیرا رَبّ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ بات ہو جاتی ہے۔ (دیکھیں سورۃ یٰسین ۳۶، آیت ۸۲) اسکی بہت سی مثالیں قرآن کریم میں دے دی گئی ہیں مثلاً

۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا۔ (دیکھیں سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت ۶۹)

۲) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اپنی لاٹھی کو زمین پر پھینک دو تو اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کو حکم دیا کہ سانپ بن جا تو وہ سانپ بن گئی (دیکھیں طٰہٰ ۲۰ آیت ۲۰)

۳) جب فرشتے نے حضرت مریم علیہا السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دی تو کہنے لگی کہ میرے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے تو کسی شخص نے چھوا تک نہیں تو فرشتے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ایسے ہی ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ''**کُـــــن**''، ہو جا ''**فَیَکُوْن**'' اور وہ ہو گیا حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہرا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ (دیکھیں سورۃ آلِ عمران ۳، آیات ۴۵ تا ۴۷)

يٰحَيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝۱۲ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۝۱۳ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۵

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲ سے ۱۵) (اب حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے اور اپنی جوانی کو پہنچ گئے) پھر ہم نے (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ کتابِ الٰہی (یعنی تورات) کو قوت کیساتھ پکڑو (یعنی اس پر پوری طرح عمل کرو)۔

ہم نے اسے بچپن ہی سے **دانائی دی** اور **نرم دِلی** عطا فرمائی اور اس (کے دِل) میں پاکیزگی رکھ دی۔ وہ بڑا **پرہیزگار** تھا اور اپنے **والدین** سے **حسنِ سلوک** کرنے والا تھا۔ وہ کبھی بھی ان (یعنی اپنے والدین) سے سختی سے پیش نہ آئے، نہ انکے حکم کو ماننے سے انکار کیا۔[۱۲-۱۴]

سلام ہے اس پر جس روز وہ پیدا ہوا، جس دِن وہ فوت ہوا اور جس دِن وہ دوبارہ زندہ اُٹھایا جائیگا۔[۱۵]

تشریح: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ ان میں یہ خوبیاں تھیں:

(۱) دانا تھے اور یہ دانائی اللہ تعالیٰ نے ہی دی تھی۔

(۲) وہ نرم دِل تھے اور انکی نرمی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی عطا کردہ تھی۔

(۳) وہ سلیم القلب تھے۔ دِل کی پاکیزگی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کی ہوئی تھی۔

(۴) وہ متقی تھے اور تقویٰ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی تھا۔

(۵) وہ اپنے والدین کیساتھ بہترین برتاؤ کرنے والے تھے۔

(۶) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنے پسندیدہ انسان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان پر **سلام لکھ** دیا ہے جو کہ **قیامت تک پڑھا جائیگا**۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق قرآن حکیم نے فرمادیا کہ ''اے مومنین!

اپنے **نبی پر درُود بھیجتے رہو** اور یہ **سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا**''۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار فرما رہا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے، کرسکتا ہے۔ اسکے لیے نہ کسی اسباب کی ضرورت ہے، نہ وسائل کی ضرورت ہے، نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے۔ وہ تو صرف بس یہ کہتا ہے کہ ''**کُن**'' اور وہ چیز اپنے وقت پر وجود میں آ جاتی ہے۔

کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو پہلے ہی ''**الکتاب**'' میں لکھ رکھا ہے۔ وہ چیز اپنے وقت پر وجود میں آ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آسمان وزمین کو بنانے سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوق کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر چیز مقدر ہو چکی ہے حتیٰ کہ ناتوانائی اور توانائی یا دانائی و حماقت''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۳)

ے نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
ہے خوار زمانے میں کبھی جوہر ذاتی!
شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں
تقدیر نہیں تابع منطق نظر آتی!
ہاں ایک حقیقت ہے معلوم ہے سب کو
تاریخ اُمم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی
ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی
بُرّاں صفتِ تیغِ دو پیکر نظر اس کی !

[اقبال، ضربِ کلیم]

○.....○.....○

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ
اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ
حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا
سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ
كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ
لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ
غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۶ سے ۳۶) (اور اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) اس کتاب میں (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا جو قصہ ہے، وہ بیان کر دو۔ ایک وقت آیا کہ (حضرت) مریم (علیہا السلام) اپنے لوگوں سے الگ ہو کر **مشرقی مکان** میں چلی گئیں اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھیں۔ اس وقت ہم نے انکے پاس اپنی روح (یعنی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام) کو بھیجا اور وہ انکے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوا۔ [۱۶-۱۷]

(حضرت) مریم (علیہا السلام) نے کہا کہ اگر تو خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے **الرحمٰن کی** پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا کہ میں تو تیرے رَبِّ کریم کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تا کہ میں تمہیں ایک **پاکیزہ** (پاک دامن) **لڑکے** کی خوشخبری دوں۔ [۱۸-۱۹]

(حضرت) مریم (علیہا السلام) نے کہا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ نہ تو مجھے کسی شخص نے چھوا ہے اور نہ ہی میں غلطی کرنے والی عورت ہوں۔ [۲۰]
فرشتے نے کہا کہ ایسے ہی ہوگا (جیسے میں نے بتا دیا ہے)

كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ
اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا
الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ
مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ
تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا
﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ
رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

فرشتے نے کہا کہ تیرا رَبِّ کریم کہتا ہے کہ یہ مجھ پر بہت آسان ہے۔ میں اس لڑکے کو لوگوں کیلئے **ایک نشانی** (یعنی اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے) اور اپنی طرف سے ایک **رحمت بناؤں گا** (یعنی لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیگا) اور یہ کہ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے۔[۲۱]

پھر (حضرت) مریم (علیہا السلام) کو اس بچے کا حمل ٹھہر گیا اور ایک دُور مقام پر چلی گئی۔[۲۲]

پھر بچے کی پیدائش کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ کہنے لگی کہ میں اس وقت سے پہلے ہی مر جاتی اور میں بالکل بھولی بسری ہو جاتی۔ (یعنی مجھے کوئی نہ جانتا)[۲۳]

پھر فرشتے نے انکو آواز دی کہ غم مت کر تیرے رَبِّ کریم نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور تو اس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے پاس تَر و تازہ کھجوریں گر پڑیں گی۔ پس تو انہیں کھا اور پانی پی اور اپنی آنکھیں (اس بچے کو دیکھ کر) ٹھنڈی کر۔

تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ
لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝۲۶ فَاَتَتْ
بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا
فَرِيًّا ۝۲۷ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ
وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝۲۸ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا
كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝۲۹ قَالَ
اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۚ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝۳۰
وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ

پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے یہ کہہ دو کہ میں نے **الرحمٰن** کیلئے روزہ رکھا ہوا ہے تو آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔[۲۴-۲۶]

پس وہ اس بچے کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم میں آئیں۔ لوگوں نے کہا کہ اے (حضرت) مریم (علیہا السلام)! تو نے تو بہت بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ کوئی بُرا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں باغی تھی۔[۲۷-۲۸]

(حضرت) مریم (علیہا السلام) نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارہ میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔[۲۹]

بچہ بول اُٹھا کہ

(۱) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے۔ (یعنی انجیل)

(۳) اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔[۳۰]

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا
بِوَالِدَتِيْ ز وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ
عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا
﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ج قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ
فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ لا
سُبْحٰنَهٗ ط اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

(۴) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت دی ہے جہاں بھی میں رہوں۔
(۵) مجھے حکم دیا گیا نماز اور زکوٰۃ کا جب تک میں زندہ رہوں۔[۳۱]
(۶) مجھے نصیحت کی گئی اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے کی۔
(۷) مجھے اس نے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔[۳۲]
(۸) اللہ تعالیٰ کا سلام ہے مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں فوت ہونگا اور جس روز مجھے دوبارہ زندہ اُٹھایا جائیگا۔[۳۳]

یہ ہے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ جو کہ **سچ پر مبنی** ہے لیکن لوگ اس میں شک کرتے ہیں۔[۳۴]

اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی **کو بیٹا بنائے**، وہ تو ہر کمزوری سے پاک ہے۔(یعنی بے نیاز ہے)

وہ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ ''ہو جا'' اور وہ بات ہو جاتی ہے۔[۳۵] (حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اسی کلمہ **کُن** کے کہنے سے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا **کُن** اے عیسیٰ [علیہ السلام] وجود میں آ جا **فَيَكُوْن** اور وہ آ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح تو پہلے ہی عالم ارواح میں موجود تھی)

فَيَكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) یقیناً اللہ تعالیٰ میرا بھی رَبِّ کریم ہے اور تمہارا بھی رَبِّ کریم ہے۔ پس صرف اسی کی ہی عبادت کرو (کسی اَور کی عبادت نہ کرو)۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔[۳۶] (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ ہی رَبّ ہیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں)

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے

(۱) اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار فرمایا ہے کہ جو ذات حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرسکتی ہے تو وہ کسی انسان کو بغیر باپ کے پیدا کیوں نہیں کرسکتی۔

(۲) حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامنی کا اللہ تعالیٰ نے سرٹیفکیٹ دے دیا ہے کہ بچے کی پیدائش ہماری قدرتِ کاملہ سے ہوئی ہے نہ کہ غلط کام سے۔

(۳) اور بچہ بھی معمولی نہیں ہے۔ ہم نے اسکو نبی بنا کر بھیجا ہے اور وہ وقت آنے پر ہماری طرف سے ایک کتابِ ہدایت حاصل کرے گا۔ (یعنی انجیل)

(۴) وہ ہماری طرف سے لوگوں کیلئے ایک **رحمت** اور **بابرکت** ذات ہوگی اور اس میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہونگی جس سے اس پر پیدائش سے لے کر قیامت تک اور حیات بعد الموت تک اللہ تعالیٰ کا **سلام ہی سلام** ہوگا۔

(۵) لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کو پیدا کرتا ہے لیکن کسی نے اسکو پیدا نہیں کیا۔ اسے کسی چیز کو پیدا کرنے کیلئے بھی کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ وہ تو صرف حکم دیتا ہے اور وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ وہ کہتا ہے ''**کُن**''، ''ہوجا''، ''**فَيَكُوْن**''، ''ہوجا'' اور وہ چیز ہوجاتی ہے۔

(۶) اے انسان! اس واقعہ پر ذرا غور کر کہ تمام کائنات کا رَبِّ کریم اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسکے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جاسکتی۔ سیدھا راستہ جنت کا یہی ہے۔

(۷) عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث غلط ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ رَبّ ہیں، نہ رَبّ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔وہ اسی طرح کے انسان ہیں جیسے ہم ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔اگر حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا کرنا مشکل نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا کرنے میں کون سی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے۔اس کیلئے کوئی چیز بھی پیدا کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے تو اے نصاریٰ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا **بندہ مانو** اور انکی **والدہ کو اللہ تعالیٰ کی بندی مانو** اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف انکا جو اصلی مرتبہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے **نبی ہیں** اور اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں ہیں، **اس بات پر بھی یقین رکھو**۔عقیدہ تثلیث..... یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔

عقیدۂ تثلیث یہ ہے کہ اکثر عیسائی کہتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ

۱) اللہ تعالیٰ بھی رَبّ ہے

۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رَبّ ہے

۳) حضرت مریم علیہا السلام بھی رَبّ ہے

ایک دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

۱) اللہ تعالیٰ بھی رَبّ ہے۔

۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رَبّ ہے

۳) اور روح القدر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بھی رَبّ ہے۔

ایک تیسرا گروہ ہے جو کہتا ہے کہ

۱) اللہ تعالیٰ باپ ہے

۲) مسیح اسکا بیٹا ہے

۳) اور روح القدس رَبّ ہے

یہ تینوں مل کر ایک رَبّ بھی بنتے ہیں اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ بھی رَبّ بنتا ہے۔

بہت قلیل تعداد عیسائیوں کی صحیح عقیدہ پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو رَبّ ہیں، نہ رَبّ کے بیٹے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ◄ (آیات ۳۷ سے ۴۰) لیکن مختلف گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا (نصاریٰ کے گروہوں نے) تو جن لوگوں نے کفر کیا (سچ بات نہیں مانی) انکے لیے وہ دِن بڑی تباہی کا ہوگا جب وہ پیش ہونگے۔ (یعنی قیامت کے روز)[۳۷]

جب کفار (یعنی سچ سے انحراف کرنے والے لوگ) ہمارے سامنے حاضر ہونگے، اس روز تو انکے کان بھی خوب سن رہے ہونگے اور انکی آنکھیں بھی خوب دیکھتی ہونگی مگر آج یہ ظالم (عیسائی) واضح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (نہ آنکھیں استعمال کرتے ہیں، نہ کان)[۳۸]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو یومِ حسرت (یعنی آخرت کے دِن) سے ڈراؤ جبکہ فیصلہ کیا جائیگا۔ آج یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ (**مشرکین، یہود و نصاریٰ** کو تنبیہ کی جارہی ہے)[۳۹]

(انہیں بتا دو کہ) زمین کے وارث ہم ہی ہونگے (یعنی اللہ تعالیٰ) اور جو کچھ اس پر ہے، اسکے بھی ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) ہی وارث ہونگے اور سب ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) طرف لوٹائے جائینگے۔ (قیامت کے روز)[۴۰] (حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کا رَبّ نہیں ہے اور وہ اس کا وارث بھی نہیں ہے۔ جو بھی مخلوق زمین پر ہے، اسکا وارث بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے بلکہ ہم ہیں)

تشریح : ہر وہ شخص خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو، جو سچ کو جھٹلانے والا ہوگا کافر کہلاتا ہے۔ ہر کافر نے اپنے زمانے میں نبی کو جو کہ سچے تھے، جھٹلایا اور جھوٹ پر اَڑا رہا۔ اسی طرح ہوا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول یہود میں ہوا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں اس حد تک اختلاف کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا اور اسکو رَبّ بھی سمجھنے لگے۔ پھر **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کی بعثت پر جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نبوت کو نہیں مانا مثلاً مشرکین، یہود، نصاریٰ، وہ سب کافر ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ ایسے تمام لوگ قیامت کے دِن نقصان اُٹھانے والے ہونگے۔ موت سب کیلئے ہے۔ پھر موت کے بعد دوبارہ اُٹھایا جائیگا اور پھر انکو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کفر کی حالت پر جو بضد رہے، وہ بات غلط تھی اور انکا انجام یہ ہوگا کہ انہیں جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔

یہ بات مصدقہ ہے کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمام دُنیا کے لیے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اعلان کر دو کہ میں تم تمام انسانوں کے لیے قیامت تک اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ (دیکھیں سورۃ اعراف ۷، آیت ۱۵۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی جان ہے! اس اُمت (یعنی تمام انسانیت) میں کوئی یہودی یا نصرانی (عیسائی) اگر میری بات سنے بغیر مر گیا اور اس دِین وشریعت (اسلام) پر ایمان نہ لایا جسکو میں لایا ہوں تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اہل کتاب (یہود اور عیسائی) اور مشرکین (یعنی وہ تمام دُنیا کے لوگ جو مسلم، یہودی اور عیسائی کے علاوہ ہیں) ایمان نہیں لاتے باوجود اسکے کہ ایک واضح (سچا) رسول (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آ چکا ہے جو کہ پاکیزہ کتاب (یعنی القرآن) انکو پڑھ کر سناتا ہے''۔ (البینہ ۹۸، آیات ۱-۲) ''جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے ایمان نہیں لائے، وہ جہنم میں جائیں گے''۔ (البینہ ۹۸، آیت ۶)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ
وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ
جَاۗءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ
صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ
الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ
لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ

ترجمہ◄ (آیات ۴۱ سے ۵۰) اس کتاب (یعنی قرآن کریم) کے ذریعے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے، وہ **سچے انسان** اور **نبی** تھے۔[۴۱]

اس نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے ابا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو **نہ سنتی** ہیں، **نہ دیکھتی** ہیں اور **نہ آپکے کسی کام** آتی ہیں۔[۴۲]

اے ابا جان! میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپکے پاس نہیں آیا۔ آپ میرا کہا مانیں، میں آپکو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔[۴۳]

اے ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو **الرحمٰن** کا نافرمان ہے۔ (یعنی شرک نہ کریں)[۴۴]

اے ابا جان! مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں آپ **الرحمٰن** کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں اور **شیطان کے ساتھی** بنے رہیں۔[۴۵]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے باپ نے کہا کہ اے (حضرت)

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ج لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ
مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ج سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ط
اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ صلے عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ
بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لا وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط
وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا

ابراہیم (علیہ السلام)! کیا تو نے میرے خداؤں سے منہ موڑ رکھا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دونگا۔ دُور ہو جا مجھ سے ہمیشہ کیلئے۔[۴۶]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ ''سلام'' ہو آپ پر! میں اپنے رَبِّ کریم سے آپکے لیے معافی مانگوں گا۔ وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔[۴۷]

میں علیحدہ ہوتا ہوں تم لوگوں سے اور ان سے جنہیں تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو (اپنی مصیبتوں میں تا کہ وہ تمہیں مدد کریں)۔ میں تو اپنے رَبِّ کریم ہی کو پکاروں گا (اپنی مصیبتوں میں مدد کیلئے)۔ اُمید ہے کہ میں اپنے رَبِّ کریم کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا۔[۴۸] (آپ لوگ بتوں کو پکار کر ہمیشہ نا کام رہتے ہو)

پھر جب وہ علیحدہ ہو گیا (اپنے ملک سے ہجرت کر کے اور توحید پر ثابت قدم رہا) ان خداؤں سے علیحدہ ہو کر جن کو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجا کرتے تھے تو ہم نے انکو (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) اور (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) جیسی (بہترین) اولاد دی اور ہر ایک کو نبی بنایا۔[۴۹]

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

اور ہم نے انکو اپنی رحمت (یعنی نبوت) سے نوازا تھا اور انکا ذِکرِ جمیل بلند کیا تھا۔[۵۰]

تشریح : حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم مشرک تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ بھی مشرک تھا۔ لگتا یوں ہے کہ آپ نے تبلیغ گھر سے شروع کی اور اپنے باپ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ دیکھو صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے، وہی اکیلا ہمارا رَبّ تعالیٰ ہے۔ اتنے رَبّ جو آپ نے اور آپکی قوم نے بنائے ہوئے ہیں، یہ سب شیطان کی شرارت ہے۔ میری بات مانو تو ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ اور انکی قوم کا جھگڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ توحید پر کئی سال چلتا رہا۔ آخر تنگ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام اور فلسطین کی طرف ہجرت فرمالی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور انکی قوم بتوں کی گندگی میں ہی رہے اور کفر پر انکا خاتمہ ہوا۔

یہ اشارہ تھا مشرکینِ مکہ کیلئے کہ تم اپنے آپکو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تو سمجھتے ہو لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام **مشرک نہیں** تھے بلکہ وہ اپنے باپ اور پوری قوم کو شرک چھوڑنے پر زور دیتے رہے۔ اگر تم واقعتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر **حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین پر چلو**، میں اسی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین لے کر آیا ہوں جو تمہارے جدِ امجد تھے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''**قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ قف فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○**''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۹۵) ترجمہ ''کہو.....! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے، سچ فرمایا ہے۔ تم کو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے کی ہی پیروی کرنی چاہیے۔ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے''۔ (اور تم خود شرک کرتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو دِین لائے، وہ وہی دِین ہے جو حضرت

ابراہیم علیہ السلام لائے تھے یعنی ''**دِینِ اسلام**''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور انکے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین **دِینِ اسلام** پر پوری طرح قائم رہے۔ یہ دِین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے قرآن حکیم اور احادیث شریف اور سنتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صورت میں ہمارے پاس پہنچا ہے لیکن افسوس کہ ہم **اس پر عمل کرنے سے لگاتار غافل** ہیں۔

جب تک ہم دِینِ اسلام کو عملی طور پر اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرینگے، صرف علمی طور پر اس پر یقین رکھنا ہمارے لیے زیادہ فائدہ مند نہیں ہوگا۔

قرآن حکیم میں آیا ہے کہ ''**اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** ''۔(الفرقان ۲۵، آیت ۷۰) ترجمہ ''جس کسی نے **توبہ کر لی بشرطیکہ وہ مومن** ہو اور **عمل نیک** کرنے لگے تو ہم اسکی **بُرائیوں کو نیکیوں میں بدل دینگے** کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

ایمان کیساتھ **عمل کا ہونا** ضروری ہے۔ جہنم سے نجات کیلئے اور اس دُنیا میں مصیبتوں سے نجات کیلئے صرف لفظی ایمان کام نہیں آئیگا۔

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ایک اَور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تمام انسان خسارہ اُٹھانے والے ہیں سوائے انکے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے''۔(دیکھیں سورۃ العصر ۱۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں [۱] زمین حرم پر بُرا کام کرنے والا [۲] اسلام لانے کے بعد جاہلیت کی رسوم اپنانے والا [۳] مسلمان کا ناحق خون کرنے والا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۳۴) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جس نے میری اطاعت کی (مجھ جیسا عمل کیا) وہ جنت میں جائے گا۔ جس نے میری نافرمانی کی (یعنی میرے عمل کے برعکس کیا) وہ میرا منکر ہوا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۳۵)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ز اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا
وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ
الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ
اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا
نَّبِيًّا ج ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص
وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

ترجمہ◄ (آیات ۵۱ سے ۶۳) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اس کتاب کے ذریعے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ بیان کرو۔ وہ **ایک مخلص انسان** تھا اور ہمارا نبی اور رسول تھا۔[۵۱]

ہم نے اسکو طور کے **دائیں جانب پکارا** اور اس سے بات کرنے کیلئے اپنے قریب کیا۔ (تاکہ وہ ہم سے کچھ مانوس ہو جائے)[۵۲]

اور ہم نے اس پر رحمت فرمائی کہ اسکے بھائی (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو نبی بنا کر اسکا ساتھی بنایا۔[۵۳]

اس کتاب (یعنی قرآن کریم) میں (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) کا ذِکر کرو۔ وہ وعدے کے پکے انسان تھے اور ہمارے رسول اور نبی تھے۔[۵۴]

وہ اپنے **گھر والوں کو نماز** اور **زکوٰۃ** کا حکم کرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک **پسندیدہ انسان** تھے۔ (گھر میں دِینی تعلیم دینا اور عمل کرانا گھر کے سربراہ پر فرض ہے)[۵۵]

اس کتاب (یعنی قرآن کریم) میں (حضرت) ادریس (علیہ السلام) کا

اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝۵۶ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا
عَلِيًّا ۝۵۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ
النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ق وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ز
وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا
وَاجْتَبَيْنَا ط اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ
خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝۵۸ السجدة فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ
فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۵۹ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

ذِکر کریں وہ سچے (انسان اور) نبی تھے اور ہم نے انہیں بلند مرتبہ عطا کیا تھا[۵۶-۵۷]

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کیساتھ کشتی میں سوار کیا اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی نسل سے اور اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) کی نسل سے اور یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی تھی اور برگزیدہ کیا تھا۔ یہ ایسے انسان تھے کہ جب الرحمٰن کی آیات انکو سنائی جاتیں تو سجدے میں گر جاتے اور روتے رہتے۔[۵۸]

انکے بعد جو لوگ آئے، انہوں نے نماز کو ضائع کیا (یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے) اور اپنی خواہشات پر چلتے تھے (یعنی خواہشات کو رَبّ بنا رکھا تھا)۔ ایسے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں مگر جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے لگیں تو وہ جنت میں داخل ہونگے اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائیگا۔[۵۹-۶۰]

صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
شَيْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ
بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ
فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً
وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا
مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جنکا ''**الرحمٰن**'' نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہوا ہے حالانکہ انہوں نے جنتوں کو دیکھا ہی نہیں ہے (یعنی غیب پر ایمان لے آئے اور یہ ایمان کا اعلیٰ دَرجہ ہے)۔ یقیناً یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔[۶۱]

اس (یعنی جنت) میں کوئی **بیہودہ بات** نہیں ہوگی بلکہ شائستہ، پُر اَمن اور رَبّانی ماحول ہوگا اور ان (یعنی جنتیوں) کو یہاں صبح وشام (مسلسل) رزق ملتا رہے گا[۶۲]

یہ ہے وہ جنت **جسکا وارث** ہم اپنے بندوں میں سے انکو بنائیں گے جو **متقی** تھے (یعنی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے اور اللہ تعالیٰ کی **نافرمانی** سے بچتے رہتے تھے)[۶۳]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں چند حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذِکر ہے۔ وہ سب انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے اس وقت سے ہی انسان کو بتا دیا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا کہ ''میں تیری اولاد کی ہدایت کیلئے نبی اور رسول بھیجوں گا اور اپنی کتابیں بھیجوں گا۔ جو رسولوں کے نقشِ قدم پر چلیں گے اور میری کتابوں پر عمل کرینگے، وہ کامیاب ہونگے اور جو رسولوں سے بغاوت کرینگے اور اپنی مرضی سے زندگی بسر کرینگے اور میری کتابوں سے بے نیاز ہو جائینگے تو وہ **ناکام رہیں گے**۔ (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیات ۳۶ سے ۳۹)

اس ناکامی میں سب سے زیادہ تین چیزوں کو عمل دخل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان نہ لانا اور شرک میں ملوث رہنا

(۲) نماز کا چھوڑ دینا

(۳) اپنی خواہشات پر چلنا

شرک گناہِ عظیم ہے۔ تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک کا گناہ معاف نہیں ہوگا۔ (دیکھیں سورۃ النساء ۴، آیات ۴۸ اور ۱۱۶)

نماز کو چھوڑنے سے انسان **ہدایت کے محور** سے ہٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جنت کی کنجی نماز ہے لیکن کنجی کے دندانے وضو ہے''۔ (**صحیح بخاری**) جب کوئی چیز اپنے محور سے ہٹ جاتی ہے تو پھر وہ سیدھے راستے پر نہیں آتی۔ نماز انسان کو نیک عمل کی طرف مائل کرتی ہے۔ نیک کام جنت کی کنجی کے دندانے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**جو نمازِ فجر کیلئے نکلا تو وہ ایمان کے جھنڈے کو لے کر نکلا لیکن جو بازار کی طرف چلا** (یعنی بغیر نماز کے) وہ **شیطان کا جھنڈا** لے کر نکلا''۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل حدیث ۵۸۹)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے نمازِ **عشاء** جماعت سے اَدا کی گویا اس نے **نصف رات** عبادت کی اور جس نے نمازِ فجر بھی جماعت سے اَدا کی گویا اس نے پوری رات عبادت کی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**ایمان** اور **کفر** کے درمیان نماز ہی فرق کرتی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) خواہشاتِ نفس کی پیروی بمقابلہ حکم الٰہی وحکم رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی پیروی کے شرک ہے۔

جب انسان اپنی مرضی کرنے لگتا ہے تو پھر وہ نہ اللہ تعالیٰ کی پرواہ کرتا ہے، نہ اسکے نبیوں کی، نہ ہی صالحین کی بلکہ وہ **اپنے نفس کا پجاری** بن جاتا ہے۔ جو چاہتا ہے، وہ حرام و حلال کی پرواہ کیے بغیر عمل کرتا رہتا ہے۔ ایسے انسان کا انجام جہنم ہے کیونکہ خواہشات پر چلنا **واضح شرک** ہے۔ ''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا رَبّ بنالیا''۔ (دیکھیں **سورۃ الفرقان ۲۵، آیت ۴۳**)

جو لوگ نبیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا ارادہ کرتے ہیں اور **اپنی استطاعت** کے مطابق **اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی** کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انکے لیے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا **وعدہ سچا** ہے۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''**قَالَ فَالۡحَقُّ ۚ وَالۡحَقَّ اَقُوۡلُ**''۔(صٓ ۳۸، آیت ۸۴) ترجمہ ''ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ میں حق ہوں اور حق (یعنی سچی بات) ہی کہتا ہوں''۔

جنت کے وارث کون ہیں؟

جو شخص **متقی** کا مقام حاصل کر لے یعنی ہر چھوٹے بڑے کام میں اللہ تعالیٰ کی رَضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **سنت کو مدِّنظر** رکھے تو وہ انسان متقی بن جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف سرایت کر جاتا ہے۔ متقی لوگ ہی دُنیا میں ہدایت حاصل کرتے ہیں اور آخرت کے وارث بننے کے لائق ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متقی شخص کی تعریف یوں کی کہ ایک شخص پگڈنڈی پر جا رہا ہے اور اسکے دائیں بائیں کانٹوں کی جھاڑیاں ہیں تو وہ اپنے کپڑے بار بار بچاتا ہوا اس راستے کو طے کر رہا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے کو اس انداز سے طے کرتا ہے، وہ شخص متقی کہلانے کے لائق ہے۔

ایک متقی شخص کی مثال اس حدیث مبارکہ میں ظاہر ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگے کہ ''مجھے ایسا عمل بتائیں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور شرک مت کر۔ فرض نمازوں کو اَدا کر۔ مقرر زکوٰۃ دے۔ رمضان کے روزے رَکھ''۔ یہ سن کر اس دیہاتی نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس میں نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ یہ کہہ کر جب وہ واپس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے (جنت کا وارث بنے) تو وہ اس شخص کو دیکھ لے''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد، حدیث ۱۲)

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا
خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ
وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ وَيَقُوْلُ
الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا
يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ
شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ

ترجمہ ◄ (آیات ۶۴ سے ۷۲) [حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!] ہم (یعنی فرشتے) تمہارے رَبِّ کریم کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے۔ وہ سب کچھ جو ہمارے سامنے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو درمیان میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تیرا رَبِّ کریم بھولنے والا نہیں ہے۔[۶۴]

وہ رَبِّ کریم ہے تمام آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے۔ پس اسی کی بندگی کرو اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا تم لوگوں نے اس جیسا کسی اَور کا نام سنا ہے؟ (یعنی اللہ [جل جلالہٗ] یعنی کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نام کی کوئی اَور چیز ہے ہی نہیں)[۶۵]

(کافر) انسان کہتا ہے کہ کیا جب ہم مر چکے تو (کہیں یہ ممکن ہے کہ) پھر ہمیں زندہ کر کے نکالا جائیگا؟ کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم ہی نے اسکو پیدا کیا جبکہ وہ کوئی شے نہیں تھا۔ تیرے رَبّ تعالیٰ کی قسم! ہم ضرور سب (کافر اور منافق) لوگوں کو اور شیاطین (جن وانسان) کو جمع کرینگے جہنم کے پاس گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔[۶۶-۶۸]

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ
مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾
ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾
وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا
مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ
الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾

پھر ہم ہر گروہ میں سے اس شخص کو چن لیں گے جو ''**الرحمٰن**'' کا سب سے زیادہ **نافرمان** تھا (یعنی انکا لیڈر تھا)۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنم میں ڈالے جانے کا مستحق ہے۔[۶۹-۷۰]

تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر سے نہ گزرے (یعنی سب انسانیت اور جنات جہنم کے اوپر رَکھے ہوئے پل صراطِ پر سے گزریں گے)۔ یہ تو ایک طے شدہ فیصلہ ہے جسے پورا کرنا تیرے رَبّ تعالیٰ پر لازم ہے۔[۷۱]

اس وقت ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو **متقی** تھے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے۔ (جو جہنم کے مستحق ہونگے، وہ پل صراط سے چلتے ہوئے نیچے جہنم میں گر جائینگے۔ پل صراط جہنم کے اوپر رَکھا جائیگا)[۷۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہی اکیلی بندگی کی حقدار ہے۔ ساری کائنات میں ''**اللہ**'' کے نام کی کوئی اَور چیز ہے ہی نہیں تو اس سے از خود نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی نے کائنات کو پیدا فرمایا ہے، اسی نے انسان کو پیدا فرمایا ہے، اسی نے جنات کو پیدا فرمایا اور وہی ایک وقت آئیگا کہ وہی اس موجودہ کائنات کو فنا کر دیگا اور پھر دوبارہ اسکو زندہ کریگا جس میں انسان اور جنات بھی شامل ہیں۔

پھر حساب کتاب لیا جائیگا۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جہنم کے اوپر ایک پل رَکھ دیا جائیگا، ''**پل صراط**'' اور تمام انسانوں اور جنات کو، نیک اور بد کو اس پر سے گزارا جائیگا۔

جو نیک ہونگے، وہ اس پل کو پار کر کے جنت میں داخل ہو جائینگے۔ جنکے اعمال بُرے ہونگے، وہ اس پل سے گر کر نیچے جہنم میں گر پڑیں گے۔

اے انسان! اب تو خود سوچ لے کہ تو پل کو بخیر و عافیت پار کرنا چاہتا ہے یا پل پر چلتے چلتے تو نیچے آگ میں گرنا چاہتا ہے؟ اگر پُل پار کر کے جنت میں جانے کا ارادہ ہے تو زمین پر جنت والے کام کر۔ اگر جنت والے کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا۔ اگر جہنم والے کام کرے گا تو شیطان تیری مدد کرے گا اور پُل صراط کو پار نہیں کر سکے گا اور جہنم میں جا گرے گا۔

پل صراط جہنم پر ایک پُل ہوگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر کانٹے اور آنکڑے ہوں گے جو ہر شخص کو پکڑ لیں گے جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر کچھ لوگ اس پر پلک جھپکنے کی مقدار میں، کچھ بجلی کی طرح، کچھ ہوا کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور کچھ سواروں کی طرح سے گزر جائیں گے۔ کچھ لوگ صحیح سلامت بچ جائیں گے۔ کچھ زخمی ہو کر بچ جائیں گے اور کچھ لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم میں جا گریں گے۔ (مسند احمد ۲۵۳۰۳ از حدیث انسائیکلوپیڈیا از مولانا حافظ محمد ظفر اقبال)

بعض لوگوں کو پل پر روک لیا جائے گا اور دُنیا میں ہونے والے مظالم کا ایک دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔ جب وہ پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان تین جگہوں میں سے کسی ایک جگہ آپ سے ملاقات کریں گے۔

۱) سب سے پہلے پل صراط پر
۲) یا میزانِ عمل کے پاس
۳) یا حوضِ کوثر کے پاس۔

(ترمذی)

؎ یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لا الہ الا اللہ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۷۳ سے ۷۶) کافروں (یعنی مشرکین مکہ اور دوسرے کافروں) کے سامنے جب ہماری واضح نصیحتیں سنائی جاتی ہیں تو ایمان لانے والوں کو کہتے ہیں کہ بتاؤ، ہم دونوں گروہوں میں سے کون بہتر (معاشی) حالت میں ہے اور کس کی مجلسیں بہتر ہیں۔ (افرادی قوت کے لحاظ سے) [۷۳]

ان کافروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جنکا سروسامان (مال ودولت) اور ظاہری **شان وشوکت** (جنگی لحاظ اور افرادی قوت سے) ان سے زیادہ تھے۔ [۷۴] (دُنیا میں خوشحالی اور غریبی نیکی اور بدی کا معیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے ''ہم جسکو چاہتے ہیں، زیادہ رزق دیتے ہیں'')

انکو بتادو کہ (اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ) جو خود گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو ڈھیل دے دیتا ہے (فوری طور پر پکڑتا نہیں) لیکن جب یہ لوگ عذاب کو دیکھ لینگے جس سے انکو ڈرایا گیا ہے خواہ وہ عذاب یہاں نظر آئے یا قیامت کا ہو تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ کس گروہ کے **حالات خراب** تھے اور کس گروہ کا **لشکر کمزور** تھا۔ (یہ صورتحال قیامت میں کافروں کی ہوگی۔ یہاں حالت خراب ہونے کا مطلب آخرت کی حالت ہے اور کمزور لشکر کا مطلب کہ آخرت میں کسی کا بَس نہیں چلے گا۔ کافر کا کوئی مددگار نہیں ہوگا) [۷۵]

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

اسکے برعکس جولوگ ہدایت پر ہوتے ہیں (یعنی ایمان والے) اللہ تعالیٰ خود انکو ہدایت میں اَور ترقی دیتا ہے۔ (اے انسان! جان لے کہ) باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رَبِّ کریم کے نزدیک ثواب اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہیں۔ (انجام کا مطلب جنت اور ثواب کا مطلب اعمال کے دَرجات کے مطابق جنت کا ٹھکانہ ہے) [۷۶]

تشریح : دُنیا کا رزق اور شان وشوکت اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہی قومِ نوح، قومِ ابراہیم، قومِ عاد، ثمود اور فرعون اپنے اپنے زمانے کی خوشحال ترین قومیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو زیادہ رزق دے کر آزماتا ہے اور کسی کو رزق کم دے کر آزماتا ہے۔ رزق اسکی مرضی پر منحصر ہے، نہ کہ انسان کی کوشش اور مرضی پر۔ چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا جبکہ وہ خیبر کے یہودیوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور فتح یاب نہیں ہو رہے تھے کہ صبح کو میں جھنڈا اسکے ہاتھ میں دوں گا جسکو اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم محبوب رَکھتے ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمادی۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۸۲۸)

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالی طور پر ایسے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بلایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے متعلق مشورہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میرے پاس تو شادی کیلئے کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ آپکے پاس گھر میں کوئی مال ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ایک زرہ پڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اسی کو بیچ دو۔ یہ

زرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مل کر خرید لی اور پھر اسکے بعد وہ زرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحفتاً عنایت کر دی۔

۲) دوسرا واقعہ کہ ایک آپ گھر گئے تو بچے رو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ بھوک سے رو رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے کہ کچھ کما کر لائیں۔ جا رہے تھے کہ گلی میں ایک دینار ملا۔ دکان پر گئے۔ کچھ آٹا خریدا۔ دکاندار نے پیسے نہیں لیے۔ دوسری دکان پر گئے۔ گوشت خریدا۔ دکاندار کے پاس چھوٹی ریزگاری نہیں تھی۔ کہا کہ بعد میں دے دینا۔ گھر آ کر کھانا بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی بلا لیا۔ سب گھر والے کھا رہے ہیں کہ گلی میں آواز آتی ہے کہ میرا دینار گم ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ دینار تو اس شخص کا ہے۔ اسکو دے دو اور گوشت والے کو کہو کہ گوشت کی قیمت میں تمہیں اَدا کروں گا۔ (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے انکو ایک دِن کا کھانا بھی کھلا دیا۔ دینار بھی واپس کروا دیا تو حضرت علی کی حالت تو وہی رہی مال کے لحاظ سے لیکن ایمان کی حالت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''جو (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرے گا، وہ مومن ہوگا اور جو (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے عداوت رَکھے گا، وہ منافق ہوگا۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۸۲۷)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''(حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے مددگار رہوں گے''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۸۲۹)

طائف کے روز آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان سے لمبی سرگوشی کی اور پھر بعد میں فرمایا کہ ''میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سرگوشی کی''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ

شریف، جلد سوم، حدیث ۵۸۳۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے امیر ترین صحابہ تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میری اُمت میں سب سے حیادار (حضرت) عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں'' اور فرمایا کہ ''یہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے''۔ (مشکوٰۃ شریف) اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فجر کی ایک نماز کی ایک رَکعت اَدا فرمائی تھی۔

مدینہ طیبہ میں ایک ثعلبہ نامی انصاری تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بار بار درخواست کی کہ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ میرے مال میں اللہ تعالیٰ ترقی دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دو دفعہ اسکو فرمایا کہ جو تمہارے پاس ہے، یہی تمہارے لیے بہتر ہے لیکن جب ثعلبہ تیسری دفعہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پھر فرمایا کہ جو تمہارے پاس ہے، تمہارے لیے بہتر ہے لیکن چونکہ وہ بضد تھا، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسکے مال کی زیادتی کیلئے دُعا فرمائی اور اسکا مال بڑھنے لگا۔ جب زکوٰۃ کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اہلکاروں کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ خود زکوٰۃ لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسکی زکوٰۃ قبول نہیں کی۔ (جیسے قابیل کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں کی) پھر دوسرے سال حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکوٰۃ دینے کے لیے آیا جب وہ امیر المومنین تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسکی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نہیں قبول کی (یعنی اللہ تعالیٰ نے بھی قبول نہیں کی) تو میں کیسے قبول کر سکتا ہوں لہٰذا وہ مرتد ہی مرا جسکا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔

ایسے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے اور یہ واقعات بتاتے ہیں کہ خوشحالی یا بدحالی کا معیار نیکی بدی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان حکمتوں کو جن سے وہ کسی کو خواہ وہ کتنا ہی بُرا ہو، بیشمار نوازتا ہے اور کسی کو خواہ وہ نبی کے دَرجے کا ہی ہو، بھوکا رَکھتا ہے۔ یہ حکمتیں ہم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں اُمت کی سب سے

بڑی ترجیح یہ ہوتی تھی کہ ہم آخرت میں کامیاب ہو جائیں خواہ دُنیا میں **ہم بھوکے پیاسے** رہیں۔ آج کل ہم نے کافروں کی دیکھا دیکھی **اپنی ترجیحات کو بدل** دیا ہے۔ ہم انکی اطاعت میں **دُنیا کا عیش و آرام، دُنیا کی شان وشوکت، دُنیا کا مال و دولت، دُنیا میں شہرت** اور **دُنیا میں اقتدار** کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ حاصل کرنے کی کوشش میں ہم نے **حرام کو حلال** اور **حلال کو حرام** بنایا ہوا ہے (اپنی نفسانی خواہشات سے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی شرک ہے جو جہنم میں لے جائی گی) ذرا غور کریں! کیا مومن کا رویہ یہ ہونا چاہیے؟ البتہ مسلمان کا رویہ یہ ہوسکتا ہے کیونکہ مسلمان مومن بھی ہوسکتا ہے اور منافق بھی اور ہم جانتے ہیں کہ مسلمان کا منافقت کرنا جہنم میں لے جانے والی بات ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''**اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**''۔ (النساء۴، آیت ۱۴۵) ترجمہ ''یادرکھو کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائینگے''۔

اس وقت ہم دوسروں کے پیچھے لگ کر اپنے اصلی کلچر (ثقافت) جو کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا کلچر تھا، اسکو بگاڑتے جارہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ **ہم غلط راستے پر ہیں**۔ قرآن حکیم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زندگیاں جس کلچر کی ہمیں تعلیم دیتی ہیں، وہ کلچر ہمارے معاشرے میں نہیں ہے۔ **نہ ہی ہماری حکمرانی** میں وہ طرزِ حکمرانی ہے جو مومنین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تھا۔ ہم اندھا دھند ان ملکوں کی **عادات، خیالات** اور **طریقے** اپناتے جارہے ہیں جو اپنے آپکو کہتے تو مہذب ہیں لیکن وہ تہذیب سے اتنے ہی دُور ہیں جتنا فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں دُور تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں، جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

[اقبال]

یادرکھیے کہ اس دُنیا کی زندگی بھی اور آخرت کی زندگی بھی کامیاب اس وقت ہوتی

ہے جب ہم اپنے کلچر کو **اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رَنگ** لیں۔قرآن کریم میں ہے کہ ''**صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○**''۔(البقرۃ ۲،آیت ۱۳۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کا رَنگ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کے رَنگ سے بڑھ کر کون سا رَنگ زیادہ خوبصورت ہے (اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم اسی کی ہی بندگی کرنے والے ہیں''۔

ہمارے کلچر (ثقافت) کا رنگ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا رَنگ نظر آئے۔

(۱) جو کچھ قرآن حکیم کہتا ہے، اس پر عمل کریں خواہ کافرین آسمانوں پر اُڑتے رہیں اور ہم زمین پر بھوکے مرتے رہیں لیکن کامیابی اسی میں ہے کہ ہم قرآن حکیم پر عمل کرنے کو یقینی بنائیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔

(۳) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نقش قدم کو اہمیت دیں اور اس پر چلنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اوّل دَور میں مسلمان قوم کی معاشی حالت انتہائی ابتر تھی کہ کئی کئی دِن لوگوں کو کھانا نہیں ملتا تھا۔

کروڑوں دُرود ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور سلامتی ہو اور رحمت ہو اللہ تعالیٰ کی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جنہوں نے **کبھی بھوک کا گلہ شکوہ نہیں** کیا تھا بلکہ صبر کا دامن تھاما ہوا تھا اور جو کچھ میسر آتا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کر کے کھا لیتے تھے۔ایک غزوہ ایسا تھا جسکو ''غزوۂ ذات الرقاع'' کہتے ہیں۔یہ ہم اسلئے بیان کرتے ہیں کہ آپکو اندازہ ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کی مالی حالت کیا تھی۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ہم میں سے چھ آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ آیا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پیر زخمی ہو گئے اور ناخن نکل گئے۔ہم نے ان زخموں پر چیتھڑے لپیٹے۔اس وجہ سے اس غزوہ کا نام ''غزوۂ ذات الرقاع'' پڑ گیا۔

حضرت ابو بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ بیان کی پھر انکو افسوس ہوا کیونکہ وہ اپنے کسی عمل کو (رِیا سے بچنے کیلئے) ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔

یہ حالت تھی **اسلامی حکومت** کی اور **مومنین** کی اور **یہ رویہ** تھا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا کہ **کسی تکلیف پر گلہ نہیں کرتے** تھے اور **کسی معرکے پر فخر نہیں کرتے تھے** بلکہ **انکو چھپانے کی کوشش** کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ سے اس محنت کا اَجر آخرت میں ملے۔

اب ہمارا رویہ دیکھیں۔ ہمارے ملک میں کسی چیز کی کچھ دِن کیلئے کمی ہو جائے تو ہم حکومت کے خلاف جلسے جلوس کرتے ہیں۔ بے صبرے ہو جاتے ہیں۔ پبلک پراپرٹی کو احتجاج کی راہ میں نقصان پہنچاتے ہیں حالانکہ صحیح مومن کا رویہ تو یہ ہونا چاہیے جیسا کہ ''غزوۂ ذات الرقاع'' میں بیان کیا گیا ہے کہ

(۱) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس پر صبر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کریں۔

(۲) جلسے، جلوس، ٹائر جلانا، دکانوں کی توڑ پھوڑ کرنا، گاڑیوں کا نقصان کرنا، راستوں کا بند کرنا **ایک اسلامی قوم کا رویہ ہرگز نہیں** ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں **صبر کرنے والوں کیساتھ ہوں**''۔ (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۵۳) جو بے صبرا ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہوتا ہے اور شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اسی طرح بھروسہ کرو جیسے بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں پرندوں کی طرح روزی دی جائیگی کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۰۶۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی شخص اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کی تلاش میں **اچھا راستہ اختیار** کرو [ایمانداری کا] اور رزق کی تاخیر تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگو''۔ (یعنی جھوٹ، دھوکہ دہی) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۰۶۸)

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا
وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ
عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ
الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾
وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا
﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ
ضِدًّا ﴿۸۲﴾

ترجمہ◄ (آیات ۷۷ سے ۸۲) (اب ایک شخص کا ذِکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو ہماری آیات مبارکہ (یعنی قرآن حکیم) کو (اللہ تعالیٰ کی کتاب) **نہیں مانتا** اور کہتا ہے کہ مجھے تو خوب مال و اولاد دیا گیا ہے۔ (مال و اولاد نے اس کو **متکبر** بنا دیا ہے)[۷۷]

کیا اسکو غیب کا علم ہو گیا ہے یا اس نے ''**الرحمٰن**'' سے وعدہ لے رکھا ہے۔ [۷۸] (کہ یہ مال و دولت ہمیشہ ہی اس کو ملتا رہے گا اور قرآن پاک پر ایمان نہیں رکھتا)

ہرگز نہیں! (نہ اسکو غیب کا علم ہے اور نہ ''**الرحمٰن**'' نے اسکو کوئی وعدہ دیا ہے) بلکہ جو کچھ وہ کہتا ہے (اپنی مرضی سے کہتا ہے) ہم اسے لکھتے جا رہے ہیں اور اسکے لیے سزا میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔[۷۹]

جس مال و اولاد کا یہ ذِکر کر رہا ہے، اسکے **وارث** تو ہم ہو جائیں گے اور یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا۔ (یعنی یہ مال اور اولاد تو دُنیا میں رہ جائینگے۔ آخرت میں اسکے کام نہیں آئینگے)[۸۰]

(اس طرح کے کافروں نے) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رَبّ بنا لیے ہیں

تا کہ وہ انکی طاقت میں اضافہ کریں۔ (یہ انکا غلط خیال ہے۔ وہ طاقت میں ہرگز اضافہ نہیں کر سکتے)[۸۱]

ہرگز نہیں! (دوسرے رَبّ انکی طاقت میں اضافہ نہیں کر سکتے) یہ سب جھوٹے خدا انکی عبادت کا انکار کرینگے (قیامت کے دِن) بلکہ انکے مخالف بن جائیں گے۔ (انکے خلاف گواہی دینگے)[۸۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں ایک شخص کی مثال بیان کی گئی ہے جو بہت مال اور اولاد رَکھتا تھا۔ یہ مال اور اولاد اللہ تعالیٰ سے اسکو غافل کر دیتے ہیں۔ دونوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت پر غالب رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے تو انسان جہنم کا وارث بن جاتا ہے۔ ایک بہت ہی قلیل تعداد ایسی رہ جاتی ہے جو کہ مال اور اولاد کو **جنت خریدنے کا وسیلہ** بناتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ ''آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) فرما دیجئے کہ اگر تمہارے آباؤ واجداد اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ دولت جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں نقصان اُٹھانے سے تم ڈَرتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں (یہ سب) تم کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) سے اور اسکی راہ میں محنت و مشقت کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو اس وقت کا کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے (یعنی عذاب کا حکم) اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ (دیکھیں **سورۃ التوبۃ ۹، آیت مبارکہ ۲۴**) (جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کیلئے تیار نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو ہدایت کیسے دے)

ہم پورا وقت مال کمانے میں اور اپنی اولاد کے ناجائز مطالبات پورے کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور مال کمانے میں بھی ہم حلال وحرام کی تمیز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ایسا رویہ ہمیں جہنم میں لے جانے والا ہے۔

مال کمانا منع نہیں کیا گیا بلکہ کمانے کو ترجیح دی گئی ہے لیکن مال کو کمانے اور اسکو خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے **قوانین** حلال وحرام کو مدِّنظر رَکھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے قوانینِ حلال وحرام کے مطابق کمائیں گے اور خرچ کرینگے تو آپ آخرت کما رہے ہیں۔ اگر ان

سے بے نیاز ہوکر کمائیں گے تو آپ دُنیا کمارہے ہیں جو آپ کو جہنم میں لے جائے گی۔ جہاں تک اولاد کا تعلق ہے۔ اگر والدین اچھی تعلیم وتربیت دیں گے تو آخرت میں آپ کے دَرجے بلند ہونگے اور اگر اولاد کی تعلیم وتربیت اور آداب سے غافل ہیں تو وہ اولاد آپکے لیے جہنم کا سبب بن سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے گھروں کو قبرستان مت بنالو۔ کچھ نماز گھر میں پڑھ لیا کرو''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں نماز کی بچوں کو اور دوسروں کو عادت پڑ جائے اور قرآن کریم اور حدیث شریف کی باتیں ہو جائیں۔ اس طرح یہ گھر مدرسہ اور سکول بن جائے گا۔

والدین کو اپنی اولاد کی تعلیم پر بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۸۱)

حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو **حسن ادب** سے بہتر انعام نہیں دیا''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''گھر کا سربراہ مرد ہے''۔ (ترمذی شریف) والد کو چاہیے کہ

(۱) اولاد کو دِینی آداب سکھائے جائیں۔
(۲) قرآن کریم اور احادیث شریف کی تعلیم دی جائے۔
(۳) کسی ہنر کی تعلیم اور تربیت دی جائے تاکہ وہ اپنا روزگار کمانے کا اہل ہو جائے۔
(۴) موجودہ زمانے کے ٹیلی ویژن، سنیما ان سے دُور رَکھا جائے۔
(۵) سکول، کالج اور گلی کے دوستوں کا چناؤ اچھے طریقے سے کیا جائے۔ بچہ جتنا صحبت سے سیکھتا ہے، اتنا کتاب سے نہیں سیکھتا۔
(۶) اپنے تمام بچوں کیساتھ والدین کو چاہیے کہ مساوات کا برتاؤ رَکھیں۔

(الحدیث/نسائی)

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ
عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا
﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا
يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ
عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ
جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

ترجمہ◄ (آیات ۸۳ سے ۹۸) کیا تم جانتے نہیں کہ ہم نے ان **منکرینِ حق** (**کافرین**) پر (انسانوں اور جنات میں سے) شیطان بھیجے ہوئے ہیں جو انہیں (نبی کی) مخالفت پر اُکساتے رہتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) جلدی نہ کیجئے، ہم انکے دِن گن رہے ہیں۔ (ایک دِن ان پر عذاب آ کر رہے گا۔ عنقریب موت کے بعد وہ جہنم میں جائینگے)[۸۳-۸۴]

جس دِن ہم پرہیزگاروں کو ''**الرحمٰن**'' کی طرف بلائیں گے اور مجرموں (کافروں) کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم ہانک کر لے جائیں گے۔ اس روز کسی کو سفارش کی اجازت نہیں ہوگی سوائے انکو جنہوں نے الرحمٰن سے پیشگی اجازت لے لی ہوگی۔[۸۵-۸۷]

بعض لوگ (یعنی نصاریٰ [عیسائی]) کہتے ہیں کہ ''**الرحمٰن**'' کا ایک بیٹا ہے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام [عقیدۂ تثلیث])۔ اے انسان! تو نے بہت بُری بات کی ہے۔[۸۸-۸۹]

(یہ اتنی بُری بات ہے کہ ''**الرحمٰن**'' کو اس پر اتنا غصہ آتا ہے کہ اس کے

وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا
اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ
عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ
الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا

غصے کے خوف سے) **آسمان پھٹ** جائیں، **زمین دوٹکڑے** ہو جائے اور پہاڑ (جو اتنی مضبوط مخلوق ہے) **گر پڑیں** کہ لوگوں نے ''**الرحمٰن**'' کے لیے اولاد منسوب کردی۔[۹۰-۹۱]

اے لوگو! ''**الرحمٰن**'' کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی کو بیٹا بنائے بلکہ اسکی شان تو یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، وہ سب **اسکے غلام** ہیں۔ وہ تو ان سب پر **قابض** ہے اور اس نے تم کو پوری طرح شمار کر رکھا ہے اور قیامت کے روز تم سب اکیلے اکیلے اسکے سامنے حاضر ہوگے۔[۹۲-۹۵]

انکے برعکس جو لوگ ایمان لے آئے [اللہ تعالیٰ واحد پر] اور انہوں نے اچھے عمل کیے تو عنقریب ''**الرحمٰن**'' انکے دِلوں میں محبت پیدا کردیگا۔[۹۶]

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) اس کلام کو ہم نے **تمہاری زبان** میں آسان کر کے بھیجا ہے تا کہ تم متقی لوگوں کو تو اچھی بشارت سنا دو اور **جھگڑالو قوم** (مشرکین مکہ) کو (بُرے انجام سے) ڈَراؤ۔[۹۷]

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝۹۸

(کیا مشرکین مکہ جانتے نہیں) ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں (انکے کفر کی وجہ سے) آج تم کہیں انکا نام ونشان محسوس کرتے ہو یا انکی بھنک بھی کہیں سنائی دیتی ہے۔[۹۸]

تشریح : ہر بُرا عمل شیطان کی طرف سے ہے اور ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مصری قبطی مارا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''یہ حرکت تو شیطان کی طرف سے ہے''۔(دیکھیں سورۃ القصص ۲۸، آیت ۱۵)

ہر نیکی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں نے ہر انسان کیساتھ آگے پیچھے فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں اسکی حفاظت کیلئے''۔ (شیاطین جن وانس سے)(دیکھیں سورۃ الرعد ۱۳، آیت ۱۱)

اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے انسان کو شیاطین کی شرارتوں سے بچاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ فرشتے انکی مدد کرینگے جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے ہیں۔قرآن کریم میں فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتے، ہم ان پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔[**دیکھیں سورۃ الزخرف ۴۳، آیت مبارکہ ۳۶**]

شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار انسان کے خلاف یہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو **شریک ٹھہرانے** پر اُکسائے۔شرک ظلم عظیم ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔اسکی نہ کوئی اولاد ہے نہ کوئی بیوی ہے۔ نہ وہ کسی کا محتاج ہے لیکن عیسائیوں نے شیطان کے اُکسانے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں گواہی دیتا ہے کہ ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝**''۔(الاخلاص ۱۱۲، آیت ۱) ترجمہ ''اعلان کر دو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے''۔پھر فرماتا ہے کہ ''**لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝**''۔(الاخلاص ۱۱۲، آیت ۳) ترجمہ ''نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا''۔شرک سب گناہوں سے بڑھ کر گناہ ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کو اس پر سخت ترین غصہ آتا ہے جیسا کہ ان آیات مبارکہ میں فرمایا گیا ہے۔

شرک کے بارے میں ہمیں خاص محتاط رہنا چاہیے۔اسکی کئی قسمیں ہیں جس میں

ایک **قسم خواہشاتِ نفس کی پیروی** کرنا ہے گویا کہ ہم اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رِیا یعنی **دِکھاوے** کیلئے نیکی کا کام کرنا شرک ہے''۔ (ترمذی شریف) رِیا میں ہم لوگوں کی خوشنودی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر ترجیح دیتے ہیں۔

آپکو ماننا پڑے گا کہ آج کل معاشرے کے اعلیٰ ترین طبقے سے لے کر نچلے ترین طبقے تک **یہ خواہشاتِ نفس** ہی ہیں جن پر ہم چل رہے ہیں۔ قرآن حکیم کو ہم نے غلاف میں بند کر کے رَکھا ہوا ہے۔ جب بھی ہم پڑھتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔ ہماری حالت ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''وہ آنکھیں رَکھتے ہیں، دیکھتے نہیں۔ وہ کان رَکھتے ہیں، سنتے نہیں۔ وہ دِل رَکھتے ہیں، سوچتے نہیں۔ وہ تو حیوانات سے بھی کم تر ہو گئے ہیں''۔ (دیکھیں الاعراف ۷، آیت ۱۷۹)

ہم جو کام کرتے ہیں، **اپنی مرضی** سے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارا دھیان کم ہی ہوتا ہے۔ ہمارے رَسم ورواج سب خواہشات کی بنا پر چل رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زندگیوں پر نظر رَکھیں اور رَسم ورواج کو چھوڑ کر **خالص دِین** کی طرف آئیں۔ آج کل بدعات بھی بہت شامل ہو گئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (مشکوٰۃ) لہٰذا مزاروں پر اور مجلسوں میں اور جلسے جلوسوں میں جو بدعات ہو رہی ہیں، ہمیں چھوڑ دینی چاہیں۔ آخرت میں حساب ہر آدمی کا اپنا اپنا ہوگا۔

ہمارے سکولوں، کالجوں اور مدرسوں کی تعلیم کا معیار انتہائی پست ہو چکا ہے کیونکہ لیاقت علی خاں کے بعد جو بھی حکومت آئی خواہ سیاسی تھی یا عسکری، اپنی خواہشات نفس کی پوجا کرنے سے اوپر نہیں اُٹھ سکی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تمام ادارے اپنی صلاحیت کی نچلی سطح سے بھی نیچے کام کر رہے ہیں۔ تعلیمی اداروں کا بھی یہی حال ہے۔ ہماری تعلیم کا معیار قابل ذِکر نہیں ہے۔ ایک تعلیم ہنر کی ہے، ایک تعلیم دین اسلام کی ہے۔ دونوں کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ

؎ قافلہ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
بندہ مومن کا دِل بیم و رِیا سے پاک ہے قوت فرمانروا کے سامنے بے باک ہے

طٰہٰ ۲۰

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۳۵ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝۴ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۸) طا-ہا۔ ہم نے یہ قرآن حکیم تم پر اسلئے نازل نہیں کیا کہ مشقت میں پڑ جاؤ۔ یہ تو ایک نصیحت (کی کتاب) ہے، اسکے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ یہ اس ذاتِ اقدس کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے جس نے زمین کو بنایا اور بلند آسمانوں کو۔[۱-۴]

وہ ''الرحمٰن'' ہے اور وہ تختِ سلطنت پر بیٹھا (پوری کائنات پر) فرمانروائی کر رہا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو انکے درمیان ہے اور جو زمین کے اندر ہے، ان سب کا مالک وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے۔[۵-۶]

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

تم چاہو تو بات پکار کر کہو لیکن وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے بھی مخفی تر بات جانتا ہے۔[۷]

یہ ہے اللہ تعالیٰ جسکے سوا کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جو عبادت کے لائق ہو۔ اسی کے تمام نام اچھے نام ہیں۔[۸]

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک انسان تھے۔ بشریت کے تقاضے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یہ فکر لگی رہتی تھی کہ میں اپنے فرضِ عین میں کامیاب ہو جاؤں یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور لوگ زیادہ سے زیادہ ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو تسلی دی کہ تمہارا کام صرف کتابِ نصیحت (قرآن پاک) کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ انکا ایمان لانا یا نہ لانا، اسکے ذِمہ دار تم نہیں ہو۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ضرورت سے زیادہ فکرمند نہ رہا کریں۔

کائنات کا حاکم اور فرمانروا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرماتا ہے کہ جو ایمان لائے گا، اسکو ہم اچھا بدلہ عطا کرینگے۔ جو ایمان نہیں لائے گا، ہم اسکو مناسب سزا دینگے۔ حکمرانی تو ہماری ہے۔ تم انکے ایمان لانے یا نہ لانے کی کیوں فکر کر رہے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم بے کار لوگوں میں رہ جاؤ گے۔ انکے عہد و پیمان اور امانتوں میں بگاڑ آ جائے گا۔ وہ ایسے اختلاف کریں گے'' (جیسے میری انگلیاں) اور اپنی مبارک انگلیاں آپس میں پیوست کیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مجھے کیا حکم فرماتے

ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کام کو اچھا سمجھو، اسے کرلو اور جسکو بُرا سمجھو، اسے چھوڑ دینا۔ صرف اپنی ذات کی فکر کرنا اور عوام الناس کا خیال چھوڑ دینا''۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ''اپنے گھر میں رہنا۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا۔ نیک کام کرنا۔ جو کام بُرا نظر آئے، اسے چھوڑ دینا اور اپنے کام کی فکر کرنا اور عام لوگوں کا خیال چھوڑ دینا''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے قریب فتنے ہوں گے

۱) غنیمت کو ذاتی دولت سمجھا جائے گا
۲) امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے گا
۳) زکوٰۃ کو جرمانہ (تاوان) سمجھا جائے گا
۴) آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا
۵) آدمی اپنے دوست سے نزدیک ہوگا اور باپ سے دُور رہے گا
۶) مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی (مسجدوں میں لڑائی جھگڑے ہوں گے)
۷) قبیلے کا سردار سب سے بدکردار شخص ہوگا
۸) قوم میں ذلیل آدمی معزز شمار ہوگا
۹) آدمی کی عزت اس کے شَر کے ڈَر سے کی جائے گی
۱۰) گانے بجانے والی عورتیں عام ہوں گی
۱۱) شراب عام پی جائے گی
۱۲) اُمت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے
۱۳) سرخ آندھیاں، زلزلے، زمین میں دھنسنے، شکل بدلنے، پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے

اور ایسی ہی نشانیاں جو اس طرح متواتر آئیں گی جیسے تسبیح کا دھاگا ٹوٹنے پر دانے متواتر گرتے ہیں۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۲۱۴)

۝.....۝.....۝

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ
مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ فَلَمَّآ
اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝۱۱ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ
نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۲ وَاَنَا
اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝۱۳ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ

ترجمہ◄ (آیات ۹ سے ۱۶) کیا تم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ سنا۔[۹]

(قصہ یوں ہے کہ وہ سفر میں تھے اور رات کا وقت تھا) اس نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہنے لگا کہ ٹھہرو! میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں تمہارے لیے کوئی انگارہ لے آؤں یا اس آگ سے مجھے راستے کی رہنمائی مل جائے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کیساتھ مدین سے مصر کو جا رہے تھے تو یہ واقعہ پیش آیا)[۱۰]

جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) وہاں (آگ کے پاس) پہنچا تو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو آواز دی گئی۔[۱۱]

میں تمہارا **رَبّ تعالیٰ** ہوں، اپنی جوتیاں اُتار دو کیونکہ یہ وادیٔ طویٰ مقدس وادی ہے۔ میں نے تجھ کو چن لیا ہے (رسالت کیلئے)۔ پس سنو جو کچھ تجھے نصیحت کی جاتی ہے۔[۱۲-۱۳]

میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں، میرے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔ پس میری ہی **بندگی کرنی** ہے اور مجھے یاد رکھنے کے لیے **نماز قائم** کرنی ہے۔ قیامت کی گھڑی ضرور

لِـذِكْـرِىْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّـاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَـادُ اُخْـفِيْهَـا
لِتُـجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِـمَـا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ
عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

آئے گی۔ میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ دوں۔[۱۴-۱۵]

پس جو اس (یعنی آخرت کی گھڑی) پر ایمان نہیں لاتا تو وہ **اپنی خواہشات کا بندہ بن جاتا** ہے (یعنی **خواہشات اسکی رَبّ بن جاتی ہیں**)۔ ایسا شخص (جو خواہشات کا بندہ ہے) تجھے اس (آخرت کی) گھڑی پر ایمان و یقین رکھنے سے نہ روک دے ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔[۱۶] (اشارہ ہے فرعون کی طرف۔ آخرت پر یقین انسان کو بُرائی سے روکتا ہے کیونکہ وہاں اچھے بُرے اعمال کا حساب ہوگا۔ جہنم کا خوف انسان کو بُرائی سے روکتا ہے)

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل کیساتھ سفر کر رہے تھے اور راستے میں بڑا اندھیرا تھا اور سردی کا موسم تھا۔ آگ کی بھی ضرورت تھی اور روشنی کی بھی تا کہ اپنا راستہ دیکھ سکیں۔ اتنے میں ایک پہاڑ (یعنی کوہِ طور) کی چوٹی پر روشنی نظر آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ وہاں کوئی آبادی ہے، ان سے میں آگ لاتا ہوں لیکن جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے سوائے ایک روشنی کے جو ایک درخت پر چھا رہی ہے۔ جب قریب پہنچے تو اس روشنی سے آواز آئی کہ میں اللہ تعالیٰ ہوں، میری ہی عبادت کرو اور اس عبادت کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ **باقاعدہ نماز پڑھا** کرو اور یہ کہ **آخرت کی گھڑی** آنے والی ہے، جس پر تجھے **پورا یقین** ہونا چاہیے۔

ان آیات مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو **منصبِ نبوت پر فائز** کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کی تاکید فرمائی:

(۱) نماز کو باقاعدگی سے اَدا کرو تا کہ تمہارا تعلق میرے ساتھ مسلسل قائم رہے۔

(۲) آخرت پر اتنا ایمان و یقین رکھو کہ کسی کے دباؤ میں آ کر بھی تمہارا یقین متزلزل نہ ہو جائے۔ اگر یہ یقین متزلزل ہو گیا تو تم نقصان اُٹھانے والے بن جاؤ گے۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ
عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ
وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾
فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا
تَخَفْ وقفة سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ
يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ
اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ ۚ

(اللہ تعالیٰ کی گفتگو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جاری ہے)

ترجمہ◄ (آیات ۱۷ سے ۲۴) (کوہِ طور پر پوچھا گیا کہ) اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟[۱۷]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر سہارا لیتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں اور اسکے علاوہ اَور بھی کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔[۱۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! اسکو نیچے پھینک دے۔ اس نے پھینک دی تو وہ یکا یک ایک سانپ بن گیا جو دوڑنے لگا۔[۱۹-۲۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکو پکڑ لو اور خوف مت کرو۔ ہم اسے پھر ویسا ہی کر دینگے جیسی یہ تھی۔[۲۱]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈالو تو یہ سفید نکلے گا بغیر کسی بیماری کے۔ یہ دوسری نشانی ہے۔[۲۲]

ہم تمہیں اَور بھی بڑی نشانیاں دکھانے والے ہیں۔ اب فرعون کے پاس

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾

جاؤ کیونکہ وہ نافرمان ہے، حد سے گزر چکا ہے۔[۲۳-۲۴]

تشریح : حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر ہی موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کیساتھ گفتگو جاری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو ایسے معجزے دیئے جس سے فرعون پر رُعب چھا سکتا تھا۔ ایک معجزہ یہ تھا کہ لاٹھی زمین پر رَکھنے سے سانپ بن جاتی تھی۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ اپنا ہاتھ بغل میں دبانے سے چمکدار سفید بن جاتا تھا۔

میری دانست کے مطابق ان دو نشانیوں کی حکمت یہ تھی کہ

(۱) لاٹھی کے سانپ بن جانے سے فرعون پر رُعب چھا جائیگا اور ممکن ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لے اور ایمان لے آئے۔ اگر ایمان نہیں لائے گا تو ممکن ہے کہ یہی لاٹھی ایک دِن اسکی موت کا سبب بن جائے۔

(۲) ہاتھ کا سفید اور چمکدار ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اے فرعون! اگر تم ایمان لے آؤ گے تو تمہیں میرے ہاتھوں کے ذریعے ہدایت کی روشنی ملے گی۔

تمام اعمال میں روشن ترین عمل نماز ہے۔ نماز اتنی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے کلام کرتے وقت فرض کی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے جب گزرنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو کس چیز کا حکم فرمایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ پچاس نمازوں کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُمت تو روازانہ پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رَکھتی۔ خدا کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پہلے بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم واپس جائیں اور اپنی اُمت کے لیے کمی کی درخواست کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم واپس لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے دَس نمازیں کم کر دیں۔ اب چالیس رہ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم واپسی پر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ کیا جواب ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

نے فرمایا کہ دَس کم کر دی گئی ہیں۔اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھیجتے رہے کہ اَور کم کراؤ، اَور کم کراؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے پینتالیس نمازیں کم کر دیں اور باقی پانچ رہ گئیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا کہ آپ کی اُمت پانچ نمازوں کی طاقت بھی نہیں رَکھتی اور میں نے بنی اسرائیل کو خوب آزما کر دیکھ لیا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پھر واپس جائیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں اتنی دفعہ جا چکا ہوں کہ اب مجھے حیا آتی ہے لہٰذا میں راضی ہوں اور میں اپنا سر سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔اس طرح نماز کی فرضیت اسکی اہمیت کی وجہ سے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے گفتگو کر کے عطا فرمائی۔([اختصار شدہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۶۱۱)

جانتا ہوں میں یہ اُمت حامل قرآن نہیں ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دِین
جانتا ہوں میں مشرق کی اندھیری رات میں بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں
عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
[اقبال]

ہو بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا اس دشت سے بہتر ہے نہ امریکا نہ بخارا
جس سمت میں چاہے صفت سیل رواں چل وادی یہ ہماری ہے، وہ صحرا بھی ہمارا
غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دَو میں پہناتی ہے درویش کو تاجِ سر دارا
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا
دِیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ
دُنیا کو پھر معرکہ روح و بدن پیش تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ ابلیس کو مغرب کی مشینوں کا سہارا
تقدیر اُمم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ
[اقبال]

۝.....۝.....۝

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ
﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾
وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾
اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ
نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ
بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى

ترجمہ◄ (آیات ۲۵ سے ۴۸) (اس وقت پہاڑ پر ہی کھڑے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دُعا مانگی کہ) اے میرے رَبِّ کریم!.....

میرا سینہ کھول دے۔ (مجھ میں جرات پیدا کر فرعون کے پاس جانے کی) [۲۵]

میرا کام میرے لیے آسان کر دے۔ (اتنی مخالفت نہ ہو کہ میں برداشت نہ کر سکوں) [۲۶]

میری بول چال کی مشکل کو حل فرما دے تا کہ لوگ میری بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کچھ عرصہ مدین میں دیہاتی ماحول میں رہنے کی وجہ سے زبان دانی میں اتنی فصاحت نہیں پیدا ہوئی جتنی انکے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام میں تھی جو کہ شہر میں رہتے تھے) [۲۷-۲۸]

اور میرے لیے میرے خاندان سے ہی ایک وزیر مقرر فرما دے یعنی میرے بھائی (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو تا کہ اسکے ذریعے میری قوت مضبوط تر ہو اور اسکو میرے کام میں شریک بنا دے (یعنی نبی بنا دے) تا کہ ہم خوب تیری تعریف بیان کریں اور خوب تیرا ذِکر کریں۔ تو ہمیشہ ہمارے حال پر نگہبان رہا ہے۔ [۲۹-۳۵]

اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ
فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ
عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ
ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ
فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ
اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ
نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ فَلَبِثْتَ
سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! جو تو نے مانگا، وہ تجھے دیا گیا۔[۳۶]

ہم نے ایک مرتبہ تجھ پر پہلے بھی احسان کیا تھا جب ہم نے تیری والدہ کی طرف وحی بھیجی جو وحی بھیجی۔[۳۷-۳۸]

یہ کہ اس بچے کو تابوت میں رَکھ دے اور پھر اسے دریا میں چھوڑ دے۔ دریا اسے ساحل پر لے آئیگا اور اسے میرا دُشمن اور اس بچے کا دُشمن اُٹھا لے گا (یعنی فرعون)۔ میں نے اپنی طرف سے تجھ میں محبت رَکھ دی تا کہ تو پرورش پائے میری آنکھ کے سامنے۔[۳۹]

اس وقت تیری بہن چل کر آئی اور فرعون کو کہا کہ کیا میں تمہیں اس عورت کا پتہ بتاؤں جو اس بچے کی کفالت کرے۔ اس طرح ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔

يٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ
وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ
اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا
لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ
اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ
اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا

پھر تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تمہیں آزمایا جیسا کہ آزمانے کا حق تھا اور تو نے مدین کے لوگوں میں کئی سال گزارے۔ پھر تم ٹھیک اپنے وقت پر آ گئے ہوائے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! پھر میں نے تجھ کو چن لیا ہے اپنے کام کیلئے۔[۴۰-۴۱]

جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری (دو) نشانیاں لے کر اور **میرے ذِکر** میں سستی نہ کرنا۔[۴۲]

جاؤ فرعون کی طرف کہ وہ **نافرمان** ہے۔[۴۳]

اور تم دونوں اس سے **نرمی** کیساتھ بات کرنا۔ ممکن ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔ (ممکن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے)[۴۴]

دونوں بھائیوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا ہم پر تشدد کرے گا۔[۴۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں خوف مت کھاؤ، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔ پس جاؤ اسکے پاس اور کہو کہ ہم تیرے رَبّ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو اور انکو عذاب مت دو

رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝۴۷ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۴۸

(انہیں آزاد کردو)۔ہم اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے تیرے لیے نشانی لے کر آئے ہیں۔**سلامتی ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے**۔(یعنی یہ فقرہ دَراصل اس کو دعوت دے رہا ہے کہ اسلام قبول کرلو تو تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو ورنہ تم پر عذاب ہوگا)[۴۶-۴۷]

ہم کو وحی سے بتایا گیا ہے کہ عذاب ہے اسکے لیے جو جھٹلائے اور منہ موڑے۔(یعنی جو دعوت اسلام کو ٹھکرائے)[۴۸]

تشریح : حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے فرعون کے قاتلوں سے بچایا اور فرعون ہی کے گھر میں اسکو بھیجا اور وہاں ہی اسکی والدہ کو پہنچ جانے کا بندوبست کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں ہی پل کر جوان ہوئے۔پھر ایک قبطی (مصری باشندہ) کے قتل میں جو غیر ارادۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوگیا، اندیشہ تھا کہ انکو پکڑ کر قصاص میں قتل کردیا جائیگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بھاگ کر مدین جاتے ہیں اور ایک بزرگ کے پاس دس سال رہنے کے بعد مصر کی طرف آتے ہوئے راستے میں اللہ تعالیٰ سے کوہِ طور پر ملاقات کرتے ہیں۔

وہیں آپکو نبوت عطا کی جاتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ فرعون کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ۔فرعون ایک مشرک اور ظالم اور طاقتور حکمران تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ نشانیاں بھی دکھائیں اور اسکو بتایا بھی کہ اگر تو ہدایت اختیار کریگا تو کامیاب ہوگا۔اگر تو ہم پر ایمان نہیں لائے گا تو پھر تجھ پر عذابِ الٰہی آئے گا۔

اس تشریح سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ جو شخص اور جو قوم نبی کی بات نہیں مانتے اور اپنی **خواہشات** پر چلتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی طاقتور، صاحبِ اقتدار اور صاحبِ مال و

اولاد ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

ہم لفظی طور پر اللہ تعالیٰ پر، روزِ آخرت پر، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر، قرآن حکیم پر، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن عملی طور پر ہم اسکا ثبوت نہیں دیتے۔

ہمارے اہل اقتدار فرعون سے کم نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن الحکیم بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علماء بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی عملی زندگی بھی ہمارے سامنے موجود ہے بلکہ سب سے موثر دو چیزیں بھی اس طرح موجود ہیں جس طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سامنے موجود تھیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا گھر یعنی خانہ کعبہ اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا گھر مدینہ طیبہ میں روضہ مبارک۔

اگر ہمیں خانہ کعبہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں آ رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا روضہ مبارکہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سیرت ہمیں یاد نہیں آ رہی تو پھر ہم کس دَرجے کے ایمان لانے والے ہیں حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس سے موت یاد آئے گی''۔ مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی زندگی اور سیرت تمہارے سامنے آ جائے گی کہ آخر ایک دِن یہ بھی ہمارے ساتھ تھا اور اب یہ دارِ آخرت میں چلا گیا ہے اور تمہیں اچھے کام کرنے کی ترغیب ہوگی اور بُرے کام کرنے سے تم رکو گے۔

نہ تو ہم خانہ کعبہ کی زیارت سے کچھ سیکھتے ہیں اور نہ مدینہ طیبہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے روضے کی زیارت سے ہم کچھ حاصل کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ واپس آ کر اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن حکیم کا گہرا مطالعہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا توقع رَکھتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی احادیث شریف کو غور سے پڑھیں کہ انکا طریقہ زندگی کیا تھا اور انکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ حج اور عمرے کا ایک بہت بڑا مقصد یہی ہے کہ ان پاکیزہ ہستیوں کی زندگی کو ہم اپنی زندگی کیلئے ایک ماڈل بنائیں جنہوں نے یہاں رہائش اختیار کی اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے گھر کی زیارت کی۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ
اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا
بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ
فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۴۹ سے ۶۱) فرعون نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! تم دونوں کا رَبّ تعالیٰ کون ہے؟ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ ہمارا رَبِّ کریم وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور پھر اسکو سیدھا راستہ بھی دکھایا۔ [۴۹-۵۰]

فرعون نے کہا کہ تو پھر پہلی قوموں کا کیا ماجرا ہے جو گزر چکی ہیں؟ [۵۱] (کیا انکو بھی تیرے رَبّ نے ہی پیدا کیا۔ کیا انکو سیدھا راستہ دکھایا۔ اگر سیدھا راستہ دکھایا تو پھر انکو عذاب کیوں دیا)

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اسکا علم میرے رَبّ تعالیٰ کے پاس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ میرا رَبّ تعالیٰ نہ تو غلطی کرسکتا ہے، نہ بھول سکتا ہے [۵۲]

میرا رَبّ تعالیٰ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش (یعنی رہائش کیلئے موزوں) بنایا اور اس میں تمہارے واسطے چلنے کیلئے راستے رَکھ دیئے اور اوپر سے پانی برسایا (یعنی بارش برسائی) جس سے مختلف اقسام کی نباتات نکالیں (یعنی پیدا کیں) [۵۳]

کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ، اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رَکھنے والوں کیلئے۔ [۵۴]

وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾
وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ
اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى
﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ
مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾
قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ
ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى
﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

اسی زمین سے ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے تم کو پیدا فرمایا اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔[۵۵]

ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھا دیں لیکن اس نے سب کو جھٹلایا اور ماننے سے انکار کیا۔[۵۶]

فرعون نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال دے۔ اچھا! تو ہم بھی تیرے مقابلے میں ویسا ہی جادو لائیں گے۔ طے کر لو کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے۔ نہ ہم اس فیصلے سے پھریں اور نہ تم۔ کھلے میدان میں سامنے آ جاؤ۔[۵۷-۵۸]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ وہ دِن تمہارے جشن کا دِن مقرر ہوا اور دِن چڑھے لوگ جمع ہو گئے۔ پھر فرعون پلٹا اور اپنی ساری تدبیریں جمع کیں پھر مقابلے پر آ گیا۔ (مقابلے کیلئے پوری تیاری کیساتھ)[۵۹-۶۱]

كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ ہلاکت ہوتم پر۔ جھوٹی باتیں اللہ تعالیٰ پر مت بناؤ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو وہ جادو سمجھتا تھا) ورنہ وہ ایک سخت عذاب سے تمہیں نیست و نابود کر دیگا۔ جو بھی جھوٹ گھڑتا ہے، وہ ناکام رہتا ہے۔[۶۱]

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو جاری ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام (اور حضرت ہارون علیہ السلام) سے پوچھا کہ بتاؤ! تم دونوں کا رَبّ کون ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنے رَبّ تعالیٰ کے متعلق ایسے بتایا کہ

(۱) وہ کائنات میں ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی اسکی شکل وصورت بناتا ہے جیسا چاہے۔ وہ اسکو سیدھا راستہ بھی بتاتا ہے۔

(۲) اسکی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔

(۳) وہ کبھی بھولتا نہیں ہے۔

(۴) زمین کو اسی نے بنایا اور اس قابل کیا کہ انسان اور دوسری مخلوقات جو اس پر بس رہی ہیں، انکے لیے موزوں ہو۔

(۵) اس زمین پر انسان کیلئے اور باقی مخلوقات کیلئے بیشمار نباتات بارش کے ذریعے اُگائیں۔

(۶) زمین کی ان نباتات میں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی بیشمار نشانیاں ہیں مثلاً یہ کہ ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا جبکہ اکیلی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

(۷) اس زمین میں بیشمار فائدے انسان کیلئے پیدا فرمائے۔

(۸) اسی زمین سے تم کو یعنی اے فرعون! تجھے اور تمام انسانوں کو پیدا کیا (بذریعہ حضرت آدم علیہ السلام جو اس زمین کی مٹی سے تیار کیے گئے)۔ اسی زمین میں تم کو واپس لے جائیگا اور اسی زمین سے وہ دوبارہ تم کو نکالے گا۔

(۹) یہ ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ زمین کی نباتات پر اگر ہم غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے

زمین پر ہر چیز جوڑا جوڑا پیدا فرمائی ہے اور واحد چیز خود اللہ تعالیٰ کی اپنی ذاتِ اقدس ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی ساتھی نہیں ہوسکتا (یعنی بیوی نہیں)، کوئی شریکِ کار نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور اکیلا ہی بادشاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہی صفات آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں لیکن ہم ان پر غور نہیں کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ہم اسی کی عبادت کریں جس نے ہمیں پیدا کیا۔ جس نے ہمارے لیے زمین کو سازگار بنایا۔ جس نے اسی زمین میں سے ہماری زندگی کیلئے بیشمار وسائل پیدا فرمائے۔ اس نے نباتات ہمارے لیے پیدا کیں۔ طرح طرح کے باغات، ہزاروں قسم کے جانور جن میں بیشمار ہمارے فائدے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا کہ تمہارا مرنا اسی میں ہے، اسی میں تم کو لوٹنا ہے اور اسی میں سے تم کو قیامت کے دِن نکلنا ہے لیکن ہم یہ بالکل بھولے ہوئے ہیں کہ ہم نے مرنے کے بعد ایک وقت حساب کتاب کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ نہ ہم اسکا شکر اَدا کرنے کیلئے آگے بڑھتے ہیں۔ نہ ہم اپنے حساب کتاب سے ڈَرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم سیدھے راستے سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔

پیشتر اسکے کہ ہم کسی ایسے عذاب میں پھنس جائیں جسکا حل ہمارے پاس کوئی نہ ہو، ہمیں **اپنے اعمال کو درست کرنا چاہیے**۔ اسکے احکامات پر اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (مشکوٰۃ) پھر فرمایا کہ ''جب ایک بدعت آ جاتی ہے تو ایک سنت اُٹھ جاتی ہے اور پھر قیامت تک وہ سنت واپس نہیں ہوتی''۔ (مشکوٰۃ) ہمارے ہاں بہت سی بدعات پیدا ہو چکی ہیں۔ ان مذہبی رسم و رواج کا ثبوت نہ تو قرآن کریم سے ملتا ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سیرتوں سے ملتا ہے۔ ہمیں نصیحت کی گئی ہے کہ اپنے دِین کو آسان رَکھو۔ اپنے آپ پر سختی مسلط مت کرو۔

ایک شخص فتح مکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میں نے نذر مانی ہوئی ہے کہ جب مکہ فتح ہوگا تو میں بیت المقدس میں جا کر دو نفل پڑھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''ارے بھائی! وہ نفل یہاں ہی پڑھ لو'' تو اس نے پھر کہا کہ ''میں نے مسجد اقصیٰ کا قصد کیا ہوا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پھر وہی بات کی کہ ''ارے بھائی! وہ دو نفل یہاں ہی پڑھ لو'' اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے تیسری دفعہ کہنے پر بھی وہ نہیں رُکا۔

؎ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دِین واَدب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالم پیری

[اقبال]

.....

؎ نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

.....

؎ آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینہ افلاک سے اُٹھتی ہے آہِ سوز ناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردی ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانہ دہقانِ پیر
آہ یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ!
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

[اقبال]

.....

؎ کیوں ہراساں ہے صہیل فرس اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے

[اقبال]

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾
قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ
مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ
اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ
اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ
بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ
مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ

ترجمہ◄ (آیات ۶۲ سے ۷۶) فرعون کے لوگ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ خفیہ باہم مشورے کرتے رہے۔[۶۲]

ان لوگوں نے کہا کہ یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں۔(یعنی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول نہیں ہیں) انکا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے بے دخل کر دیں اور تمہاری مثالی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔[۶۳]

پس تمہیں چاہیے کہ اپنی منصوبہ بندی خوب کرو اور پھر متحد ہو کر مقابلے کیلئے آ جاؤ۔آج کامیاب وہی رہے گا جو غالب رہا۔[۶۴]

(مقابلے کا وقت آ گیا) فرعون کے جادوگروں نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! تم اپنا منتر پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں۔(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ نہیں! تم ہی پہلے پھینکو۔(جب انہوں نے اپنے منتر پھینکے تو) فوراً انکی رسیاں اور انکی لاٹھیاں جادو کے اَثر سے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اپنے دِل میں ڈر گئے۔

خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا
صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ
السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ
قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ
عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ز
وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ

ہم نے کہا کہ خوف مت کرو، تم ہی غالب رہو گے۔ ہم نے حکم دیا کہ پھینک جو تیرے ہاتھ میں ہے (یعنی عصا) ابھی انکی ساری بناوٹی چیزوں کو نگل جائیگا۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے، یہ جادو ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا خواہ وہ کسی طریقے سے بھی آئے [۶۵-۶۹] (جیسے ہی عصا پھینکا گیا، وہ اژدھا بن گیا اور انکی دوڑتی ہوئی رسیوں کو کھانے لگا)

آخر سارے جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے (حضرت) ہارون (علیہ السلام) اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے رَبّ تعالیٰ پر [۷۰]

فرعون نے انکو کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے ہو۔ معلوم ہو گیا کہ یہ تمہارا اُستاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کٹوا دونگا اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی دونگا پھر تمہیں پتہ چل جائیگا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے؟ [۷۱]

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۷۳ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝۷۴ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝۷۵ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ

جادوگروں نے کہا کہ جس نے ہمیں پیدا کیا، اسکے متعلق واضح نشانیاں آ جانے کے بعد ہم ہرگز تجھے ترجیح نہیں دینگے۔ سوتو کر لے جو کرنا چاہتا ہے۔ (جادوگر سمجھ گئے کہ لاٹھی کا اژدھا بننا جادو نہیں ہے بلکہ حقیقت کا تبدیل ہونا ہے اور یہ تبدیلی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں لاسکتا لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے)

حقیقت یہ ہے کہ تو اسی دُنیا میں کرسکتا ہے جو تو نے کرنا ہے۔ ہم تو اپنے رَبِّ کریم پر ایمان لے آئے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور اس جادوگری سے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے، معاف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہترین معبود ہے (بندگی کے لیے) اور ہمیشہ رہنے والی ذاتِ اقدس ہے۔ [۷۲-۷۳]

جو کوئی **مجرم** (**اللہ تعالیٰ کا نافرمان**) بن کر رَبّ تعالیٰ کے پاس آیا تو اسکے لیے **جہنم** ہے جس میں نہ وہ مرے گا، نہ جیئے گا اور جو اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کے پاس **مومن** بن کر آیا اور **نیک عمل** کیے تو اسکے لیے بہت بلند مرتبے ہیں مثلاً ہمیشہ رہنے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝۷۶

والے باغات جسکے نیچے ندیاں بہہ رہی ہونگی اور ہمیشہ وہ ان میں رہیں گے۔

یہ ہے اَجر ہر اس شخص کا جو (کفر سے، شرک سے) **پاکیزگی اختیار** کرتا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر یقین رَکھتا ہے اور نافرمانی سے بچتا ہے) [۷۴-۷۶]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ ہوا۔ جادوگروں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ''منتر'' جادوگری نہیں ہے بلکہ یہ اصل حقیقت ہے۔ لاٹھی جادو کے زور سے سانپ نہیں بنی بلکہ اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اسکی ماہیت اس وقت بدل دی کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا کر نہیں سکتا۔ جب حقیقت انکے سامنے آ گئی تو وہ اللہ تعالیٰ پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

مشرکینِ مکہ کے سامنے روزمرہ تیرہ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے معجزے ہوتے رہے لیکن وہ ان معجزوں کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو اسلئے ایمان کی توفیق نہیں دی کہ انہوں نے **اپنے دِلوں کو بتوں کی گندگی سے پاک کرنے کا ارادہ کبھی نہیں کیا تھا**۔ وہ اتنے ضدی تھے کہ حقیقت سامنے آ جانے کے باوجود اپنے بتوں کو چھوڑنے پر راضی نہیں تھے یعنی خواہشاتِ نفس کے پجاری تھے۔

ان معجزات میں سب سے **بڑا معجزہ** ''**شق القمر**'' کا تھا لیکن وہ یہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اور مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرعون کی قوم کی طرح جادوگر اور مجنون وغیرہ ہی سمجھتے رہے۔

دوسرا بڑا معجزہ ''**معراج**'' کا تھا۔ اسکو بھی ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کی گواہی دے رہے ہیں اور مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اس بارے میں ٹیسٹ بھی لیا تھا کہ مسجد اقصیٰ کے متعلق انہوں نے سوال جواب کرنے شروع کر دیئے تھے تو **اللہ تعالیٰ** نے **مسجد اقصیٰ** کو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم کے سامنے کر دیا۔ جو سوال مشرکین مسجد اقصیٰ کے متعلق پوچھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مسجد اقصیٰ کو دیکھ کر صحیح صحیح جواب دے دیتے تھے لیکن اسکے باوجود بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جادوگر ہی سمجھتے رہے، صحیح نبی نہیں مانا۔

جادوگروں کی رسیوں کا سانپ بن جانا جھوٹ تھا۔ جھوٹ کامیاب نہیں ہوتا۔ **(دیکھیں سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۱۷)**

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے سانپ بن جانا سچ تھا۔ ایک **حقیقت** تھی۔ سچ ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔

اگر ہم نے کامیاب ہونا ہے تو **سچ کو مضبوطی سے پکڑ** لیں خواہ **جان چلی جائے**۔ جادوگروں نے **جان دے دی** لیکن **سچ پر قائم رہے**۔ سچ بولنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ (دیکھیں سورۃ الاعراف ۷، آیت ۴۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کچھ سوالات کیے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''نماز اسلام کی جڑ ہے اور جہاد اسکی بلندی ہے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ ان اعمال کا دارومدار کس پر ہے؟'' تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا کہ ''اسکو بند رکھنا''۔ میں نے کہا کہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! کیا ہم جو کچھ کہتے ہیں، اس پر مواخذہ ہوگا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''لوگوں کو جہنم میں منہ اور ناک کے بل انکی زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہی گرائیں گی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۶) اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو انسان سچ بولے گا، وہ کامیاب ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ جو انسان جھوٹ بولے گا، اسکو منہ یا ناک کے بل جہنم میں گرا دیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن نہ تو جھوٹا ہوسکتا ہے اور نہ ہی خائن''۔ [احمد]

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں بیوقوف لوگوں کی سرداری سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جو کوئی انکے جھوٹ پر تصدیق کریگا، وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں ان سے نہیں ہوں''۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے''۔ (مشکوٰۃ)

''مومن چوری، بدکاری تو کرسکتا ہے لیکن جھوٹ نہیں بول سکتا''۔ (جنت کی کنجی)

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝۷۷ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝۷۸ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝۷۹

ترجمہ◄ (آیات ۷۷ سے ۷۹) (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم بنی اسرائیل مصر سے ہجرت کرتے ہیں)

(ایک وقت آیا کہ) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو لے **کر رات کے وقت** چل پڑو اور انکے لیے سمندر میں عصا مار کر ایک راستہ بنالینا۔ نہ تو انکے (یعنی فرعون اور اسکی فوج کے) تعاقب سے ڈرنا اور نہ ہی سمندر سے۔[۷۷]

پھر فرعون اپنے لشکریوں کیساتھ انکے تعاقب میں نکلا اور پھر سمندر (جب وہ داخل ہوئے تو) ان پر چھا گیا جیسا چھا جانے کا حق تھا۔[۷۸]

فرعون اپنی قوم کو گمراہ کرتا رہا اور انکو کبھی سیدھا راستہ نہیں دکھایا تھا۔[۷۹]

تشریح : حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ایک رات مصر سے ہجرت کیلئے نکلے۔ راستے میں سمندر آیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنا عصا مارو اور سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بخیر و عافیت سمندر پار کر گئے فرعون جو انکے تعاقب میں پیچھے آ رہا تھا، جب وہ اور اسکی فوج سمندر میں داخل ہو گئے تو وہ راستے پانی سے بھر گئے اور خود فرعون اور اسکی ساری فوج ڈوب کر مر گئے۔

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى:

اب فرعون اور اسکے لشکر اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیئے۔ اس قوم کی **زندگی شرک** اور

جھوٹ پر چل رہی تھی۔ آخر کار جھوٹ کا انجام وہی ہوا جو ہونا تھا۔

حکمران ہونے کی حیثیت سے فرعون کا فرض تھا کہ وہ **خود سچ پر چلتا اور اپنی قوم** کو بھی **سچائی کا راستہ** دکھاتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ وہ جھوٹ کو چھوڑ کر سچائی کے راستے پر آ جائے لیکن وہ اور اسکی قوم جھوٹ پر قائم رہے۔

بالآخر اسکی تباہی ایسے ہوئی کہ وہ اس دُنیا میں ذلیل ہوا اور آخرت میں بھی ذلیل ہوگا اور یہی **حشر اسکی قوم کا ہوگا** جو **اسکی اطاعت** کر رہی تھی۔

یہ **ایک آفاقی سچائی** ہے کہ **جھوٹ کو ہمیشہ** شکست ہوتی ہے اور سچ کو ہمیشہ فتح ہوتی ہے، اسی لیے محاورہ بنا ہوا ہے کہ ''**سانچ کو آنچ نہیں**'' اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○**''۔ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۸۱) ترجمہ ''اور اعلان کر دو کہ حق (سچ) آ گیا اور باطل (جھوٹ) مٹ گیا۔ باطل تو ہے ہی مٹنے والا''۔

اے ملت کے حکمرانو! اس واقعہ سے نصیحت پکڑو۔ جھوٹ کو چھوڑ کر سچائی پر آ جاؤ اور اپنی قوم کو بھی سچائی کی طرف رہنمائی کرو ورنہ ہم سب کا انجام وہی ہوگا جو فرعون اور اسکی قوم کا ہوا تھا۔ یہ غور و فکر کرنے کی بات ہے۔ ذرا سوچیے! جھوٹ کچھ دیر کیلئے تو چل جاتا ہے لیکن ہمیشہ کی زندگی برباد ہو جاتی ہے لیڈر (Leader) کی بھی اور عوام کی بھی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم مجھے ضمانت دو اسکی جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان کہ وہ ہمیشہ سچ بولے) اور اسکی ضمانت دو جو دونوں پاؤں کے درمیان ہے (یعنی عصمت کہ وہ اسکی حفاظت کرے گا) تو میں اسکو جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۵۹۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہمیشہ سچ بولنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی پر لعنت کرے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۰۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے

اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ جھوٹ بدی ہے اور بدی جہنم کی طرف لے جاتی ہے بالآخر اسکو کذاب لکھ لیا جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۱۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو جھوٹ کو چھوڑ دے جبکہ وہ غلطی پر ہو تو اس کیلئے جنت کے کنارے ایک مکان بنایا جائیگا اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو چھوڑ دے تو اسکے لیے جنت کے درمیان مکان بنایا جائے گا''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۴۶۱۸)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی ایک سچائی کا لفظ منہ سے نکالتا ہے اور اسکی قدر و قیمت نہیں جانتا لیکن اسکے باعث اللہ تعالیٰ اسکے لیے قیامت تک کہ رضامندی لکھ دیتا ہے۔ ایک دوسرا آدمی جھوٹا لفظ منہ سے نکالتا ہے اور اس کی حقیقت کو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اسکے لیے ملاقات کے دِن تک (یعنی قیامت تک) کی ناراضگی لکھ دیتا ہے''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کیلئے خرابی ہے
اس کیلئے خرابی ہے
اس کیلئے خرابی ہے
جس نے لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹی بات کہی''۔
([ابوداؤد، ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۲۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب آدمی لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولتا ہے تو وہ اتنا نیچے جا گرتا ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ زبان کے ذریعے آدمی قدموں کی نسبت زیادہ پھسل جاتا ہے''۔ مزید فرمایا کہ ''جو خاموش رہا، وہ نجات پا گیا''۔ ([بیہقی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۲۲-۴۶۲۳)

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ
وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ
الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ
يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ
لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾
وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ

(اللہ تعالیٰ اپنے احسانات بنی اسرائیل کو بتا رہا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کریں اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آئیں)

ترجمہ◄ (آیات ۸۰ سے ۱۱۲) اے بنی اسرائیل! ہم نے تم کو تمہارے دُشمن (فرعون) سے آزادی دلوائی اور کوہِ طور کے دائیں جانب تمہاری حاضری کیلئے وقت مقرر کیا (ہم نے اپنے پاس بلا کر تمہیں فضیلت دی جو کسی دوسری قوم کو فضیلت نہیں دی گئی اور تم پھر بھی ناشکرے ہو) اور تم پر من وسلویٰ اُتارا۔[۸۰]

(یہ ہماری طرف سے معجزۃً اُتارا گیا جس میں تمہیں کوئی محنت ومشقت کی ضرورت نہیں پڑی لہٰذا) ہم نے کہا کہ کھاؤ اس پاک رزق سے لیکن **زیادتی نہ کرنا** (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا) ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائیگا اور جس پر میرا **غضب** نازل ہوا پھر وہ ذلیل ہو گیا۔[۸۱]

لیکن جو توبہ کر لیتا ہے اور ایمان لے آتا ہے (یعنی ہماری بات مان لیتا ہے) اور **نیک عمل** شروع کر دیتا ہے تو پھر ہم اسکو معاف کر دیتے ہیں اور پھر وہ سیدھے راستے پر چلتا رہتا ہے۔[۸۲]

اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾
قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ
السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا
ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ
عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾
قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ

(ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ) اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! (۷۰ چنے ہوئے آدمیوں اور) اپنی قوم کو چھوڑ کر (کوہِ طور پر) جلدی آنے کی کیا وجہ ہے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ بس وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ میں نے جلدی اسلئے کی کہ اے رَبِّ کریم! تا کہ تو خوش ہو جائے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وقت کی پابندی کا حکم توڑا) [۸۳-۸۴]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو فتنہ میں ڈال دیا ہے اور سامری نے **انہیں گمراہ** کر دیا ہے (وقت کی پابندی نہ کرنے سے یہ فتنہ برپا ہوا) [۸۵]

(سامری کے متعلق یہ بات سن کر حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سخت غصہ اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ کہا کہ اے میری قوم! کیا تمہارے رَبِّ کریم نے تم سے اچھے وعدے نہیں کیے تھے؟ کیا **وعدہ** پورا ہونے میں بہت دیر لگ گئی کہ تم نے اپنے رَبّ تعالیٰ کا **غضب** اپنے اوپر لازم کر لیا اور تم نے مجھ سے **وعدہ خلافی** کی۔ (تم نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر کے اسکو توڑا اور پھر بت پرستی شروع کر دی) [۸۶]

انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ سے کوئی وعدہ خلافی اپنے اختیار سے

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى
السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ
فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾
اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ
لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ
قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

نہیں کی۔ بات یہ ہے کہ ہم **قوم کے ساز وسامان** (بمعہ زیورات) کے بوجھ سے تنگ آ گئے تھے تو ہم نے اس بوجھ کو نیچے پھینک دیا (یعنی اس بوجھ نے ہمیں مجبور کیا جیسے ہمارے راستے میں بعض قبیلے بت پرستی کرتے ملے کہ ہم بھی اپنا ایک خدا بنالیں [دیکھیں سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۳۸]) اسی طرح سامری بھی ہمارے مشورے میں شامل ہو گیا۔[۸۷]

پھر سب (ساز وسامان) کو اکٹھا کر کے سامری نے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنا ڈالا جس میں سے بیل کی آواز آتی تھی۔ (سب لوگ بچھڑا بنانے کے مشورے میں شامل تھے تو سب) لوگوں نے کہا کہ یہی ہے تمہارا خدا اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) تو دَراصل بھول گیا ہے۔ (ذرا اس فقرے پر غور کریں کہ توحید پرست قوم کو شیطان نے کیسے گمراہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دُشمن ہے)[۸۸]

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ وہ نہ تو انکی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ انکے نفع نقصان کا کچھ اختیار رَکھتا ہے۔[۸۹]

(حضرت) ہارون (علیہ السلام) پہلے ہی ان سے کہہ چکا تھا کہ لوگو! تم اسکی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے ہو، تمہارا رَبّ تعالیٰ تو وہی رَبّ الرحمٰن ہے تو میری بات مانو اور میرے حکم پر چلو۔[۹۰]

لوگوں نے کہا کہ ہم تو جب تک (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) واپس نہ آ

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ
عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ
يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ
اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ
وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ
بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا
خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا
بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا

جائے، اسی کی پرستش پر رہیں گے۔[۹۱]

(جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس ہوئے تو حضرت) ہارون (علیہ السلام) سے کہا کہ تمہیں کس چیز نے روکا کہ تو انکو اس کام سے منع نہ کر سکا حالانکہ تم نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں۔ کیا تو نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا۔ کیا تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔[۹۲-۹۳]

(حضرت) ہارون (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ پکڑ، نہ میرے سر کے بال کھینچ۔ مجھے اس بات کا ڈر رہا کہ تو کہے گا کہ میں نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور نہیں مانا میری بات کو۔[۹۴]

(پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوا) کہا کہ اے سامری! تو نے ایسا کیوں کیا؟[۹۵]

سامری نے جواب دیا کہ ''میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں کو نظر نہ آئی۔ میں نے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی اُٹھالی اور اسکو (بچھڑے پر) ڈال

وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ
لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَاِنَّ
لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ
الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ
فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ
عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ
لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ ۚ صلے مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ

دیا (تو وہ بولنے لگا) اور میرے دِل نے اسکو ایسا ہی کرنے پر مجھے اُکسایا۔ (کہ یہ کہانی میں نے خود گھڑی ہے)[۹۶]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ دفع ہو جاؤ، اب زندگی میں تمہارے لیے سزا یہ ہے کہ تو یہی پکارتا رہے گا کہ مجھے نہ چھونا (یعنی تجھے اچھوت بنا دیا گیا) اور تیرے لیے ایک اَور وعدہ مقرر ہے جو کہ ٹلنے والا نہیں ہے (یعنی آخرت کا عذاب) اب دیکھو اپنے ''رَبّ'' کو (یعنی بچھڑے کو) جس پر تو ڈَٹا ہوا تھا۔ ہم اسکو جلا دینگے اور ریزہ ریزہ کر کے سمندر میں مکمل طور پر بہا دینگے۔[۹۷]

اے لوگو! تمہارا رَبِّ کریم تو وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے جسکے سوا اَور کوئی رَبّ نہیں ہے (وہ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے) ہر چیز پر اسکا علم چھایا ہوا ہے۔[۹۸]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اس طرح ہم پہلے لوگوں کے قصے تم کو سناتے ہیں (تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں)۔ ہم نے تمہاری طرف ایک خاص ذِکر (یعنی قرآن حکیم) دیا ہے۔[۹۹]

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ﴿۱۰۱﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ
الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۚ﴿۱۰۲﴾ يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ
يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾
وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا
﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا

جو کوئی اس سے منہ موڑے گا (یعنی قرآن کریم پر ایمان نہیں لائے گا) تو قیامت کے روز ایک بہت بھاری بوجھ اُٹھائے ہوگا اور وہ ہمیشہ اس مصیبت میں رہے گا۔ یہ بوجھ قیامت کے روز بہت ہی تکلیف دینے والا بوجھ ہوگا۔ (یعنی قرآن کریم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بُرائیاں اسکو جہنم میں لے جائیں گی)[۱۰۰-۱۰۱]

جس دِن صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں) کو گھیر لائیں گے اور ان کی آنکھیں خوف سے **نیلگوں** ہوں گی۔ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ (ہم نے) دُنیا میں مشکل ہی سے کوئی **دَس دِن** گزارے ہوں گے۔[۱۰۲-۱۰۳]

ہم (اللہ تعالیٰ) جانتے ہیں کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہونگے جبکہ کوئی ان میں سے بہتر اندازہ لگانے والا شخص یہ کہہ رہا ہوگا کہ تم **ایک دِن** رہے ہوگے۔[۱۰۴]

یہ لوگ (یعنی مشرکینِ مکہ) پوچھتے ہیں کہ اس دِن پہاڑوں کا کیا ہوگا؟ انکو بتاؤ کہ میرا رَبّ تعالیٰ **انکو خاک بنا کر اُڑا دے** گا اور **زمین کو بالکل چٹیل ہموار میدان** کر دے گا۔ اس میں تم کوئی بل اور سلوٹ نہ دیکھو گے۔[۱۰۵-۱۰۷]

وَّلَآ اَمْتًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ
وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا
هَمْسًا ۝ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ
الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ وَعَنَتِ
الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ
ظُلْمًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝

اس دِن سب لوگ پکارنے والے کی پکار (یعنی فرشتے کی پکار) پر سیدھے چلے آئیں گے اور کوئی سیدھے راستے سے نہیں ہٹ سکے گا اور الرحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائینگی۔ ایک سرسراہٹ کے سوا تم کچھ نہ سن سکو گے۔[۱۰۸]

یہ وہ دِن ہوگا جب کسی کی سفارش فائدہ نہیں دے گی سوائے اسکے کہ جسکو ''**الرحمٰن**'' نے اجازت دی اور اسکی بات سننا پسند کیا۔[۱۰۹]

وہ جانتا ہے جو لوگوں نے پہلے کیا اور جو بعد میں کیا اور اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کا پورا علم کسی کو معلوم نہیں ہے۔[۱۱۰]

اس روز لوگوں کے چہرے ''**الحیی**'' و ''**القیوم**'' کے آگے جھک جائیں گے اور جس نے ظلم کیا ہوگا (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی) وہ ناکام رہے گا۔[۱۱۱]

اور جس نے نیک عمل کیے ہونگے (یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ہوگی) اور وہ ہوگا بھی ایمان والا تو اسکو کسی ظلم یا حق تلفی کا خطرہ نہیں ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ کسی کا حق

نہیں مارے گا۔ کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ پورا پورا عدل ہوگا)[۱۱۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنی **عنایات** اور **رحمتوں** کا ذِکر فرماتا ہے جبکہ وہ مصر سے نکل کر صحرائے سینا میں آئے۔ اس صحرا میں کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے انکے لیے خوراک اُتاری جسے من وسلویٰ کہا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے انکو نصیحت کی کہ میری نعمتوں کا شکر اَدا کرنا اور میری نافرمانی نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر حاضری کیلئے بلایا اور ایک وقت مقرر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وقت سے پہلے ہی جا حاضر ہوئے۔ **وقت کی پابندی نہیں کی**۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جواب طلبی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب تو یہ دیا کہ میں آپکی رَضا کیلئے وقت سے پہلے آ گیا ہوں، مقصد وقت کی پابندی نہ کرنا نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ **وقت کی پابندی نہ کرنے سے تمہارے پیچھے ایک فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا** ہے۔ تمہارے پیچھے سامری نے ایک بچھڑا بنا کر اسکی پوجا کرنی شروع کر دی ہے اور باقی قوم کو بھی اس پر لگا دیا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام وقت کی پابندی کرتے تو سامری کو موقع نہ ملتا کہ وہ ایک فتنہ پیدا کر دے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ **وقت کی پابندی انتہائی ضروری ہے**۔ پوری کائنات اور اسکا نظام اسی **ڈسپلن** پر چل رہا ہے۔ اگر کائنات میں کہیں بھی کسی وقت بھی اس ڈسپلن سے ہٹ کے کام ہونے لگیں تو پوری کائنات تباہ ہو جائے۔ ایک سائنسدان کا کہنا ہے کہ ''اگر اس کائنات کے ڈسپلن میں ایک سیکنڈ کے ملین حصہ کے برابر بھی فرق پڑ جائے تو کائنات منتشر ہو جائے گی''۔

ہر کام کو اپنے وقت پر کرنے سے **اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا** ہے اور ہر کام کو وقت سے **پہلے یا دیر** سے کرنے سے اللہ تعالیٰ **انتشار پیدا ہو** جانے کی صورت میں مدد نہیں کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اَٹل قانون ہے۔ **اللہ تعالیٰ حق پر مدد کرتا** ہے، **باطل پر انسان کی مدد نہیں** کرتا۔ **وقت کی پابندی حق** ہے۔ وقت سے پہلے یا وقت کے بعد **کسی کام کو کرنا باطل** ہے۔ اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں کرتا اور باطل کو قبول بھی نہیں کرتا۔

وقت کی پابندی نہ کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عجلت شیطان کی طرف سے ہے (یعنی وقت سے تیز تر کام کرنا) اور وقار، بُردباری، صبر (یعنی آرام سے وقت پر کام کرنا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''۔ (مشکوٰۃ)

(۱) جنگِ موتہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیسرے نمبر پر کمانڈر بنا کر مدینہ طیبہ سے فوج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے الوداع کر دیا۔ دوسرے دِن جو کہ جمعہ کا دِن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد میں دیکھا تو پوچھا کہ اے (حضرت) عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں تو فوج کیساتھ بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میری خواہش تھی کہ جمعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ پڑھوں اور میں اپنے تیز گھوڑے پر محاذ پر فوج کے ساتھ وقت پر مل جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے (حضرت) عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! **تم جنت سے پانچ سو میل دُور ہو گئے ہو۔**

یہ وقت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ہوا۔

(۲) جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک دستہ ایک درّے کی حفاظت پر متعین فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے ہرگز نہیں ہٹو گے جب تک کہ میرا حکم نہ ہو خواہ تم دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ رہے ہیں۔ اس دستے نے وقت کی پابندی نہیں کی اور وقت سے پہلے ہی درّے کو چھوڑ دیا جس سے دُشمن نے اسی درّے سے دوبارہ حملہ کیا اور مومنین کو سخت دِقت کا سامنا کرنا پڑا اور بہت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہید ہو گئے گو دُشمن پسپا تو ہو گیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

جو **قوم** اور جو **فرد** وقت کی پابندی نہیں کرتا، وہ اس دُنیا میں بھی ناکام رہتا ہے اور آخرت میں بھی ناکام رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ''**اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا**''۔ (النساء۴،

آیت ۱۰۳) ترجمہ ''یقیناً نماز تو ایمان والوں پر پابندیٔ وقت کیساتھ فرض ہے''۔

آسمانوں اور زمین کا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے ہر چیز، ہر بات، ہر کام کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج، چاند اور ستارے سب اپنے اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ **وقت کی پابندی میں کائنات کی بقا ہے۔**

زمین پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے اپنے نمائندے بادشاہ (حکمران) مقرر کیے ہوئے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق وقت کی پابندی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو عزت بھی دیتا ہے اور ملکی ترقی بھی ہوتی ہے۔ اَمن وامان بھی رہتا ہے اور رزق بھی وسیع ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی کہ ''یا اللہ تعالیٰ! ہماری صبح میں برکت عطا فرما''۔ (مشکوٰۃ)

نوٹ: اسکا مطلب یہ ہے کہ

(۱) یا اللہ تعالیٰ! ہمیں وقت پر فجر کی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما اور شیطان سے محفوظ رَکھ کہ ہم بغیر نماز کے اپنے دِن کا کاروبار شروع نہ کریں۔

(۲) دوسری بات ہمارے ذہن میں یہ آتی ہے کہ یا اللہ تعالیٰ! فجر کی نماز کے بعد ہمیں حلال روزی کیلئے محنت و مشقت کرنے کی صلاحیت عطا فرما۔

اگر ہم نماز پڑھ کر سو جائیں گے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ صبح تو ہم نے سو کر گزاری تو برکت کہاں سے آئیگی۔ برکت تو اللہ تعالیٰ نے صبح میں رَکھ دی ہے لہٰذا وقت کی پابندی سے آپکو برکت ملے گی۔

اس کے برعکس اگر ہمارے بادشاہ (حکمران) پابندی نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ پھر ان کو ذلیل بھی کرتا ہے۔ ملک میں انتشار بھی بڑھتا ہے۔ ملکی ترقی بھی پستی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور بدامنی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ آج کل ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔

وقت کی پابندی کا اعلیٰ ترین معیار اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک کی اس آیت مبارکہ

سے ظاہر ہوتا ہے۔ ''فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۱۴۴) ترجمہ ''پس مسجد الحرام کی طرف اپنا رُخ پھیر لو''۔ یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مدینہ طیبہ کے پاس ایک مسجد میں جماعت کرا رہے تھے۔ آج کل اس مسجد کو ''مسجد قبلتین'' کہتے ہیں۔ جیسے ہی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اور پوری جماعت نے فوراً اسی وقت اپنا چہرہ مسجد اقصیٰ سے ہٹا کر مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیا اور نماز ختم ہونے کے بعد جو جو صحابہ جس جس مسجد میں گئے اور یہ پیغام سنایا تو وہاں بھی صحابہ نے نماز کی حالت میں اپنا چہرہ پھیر لیا تھا۔

یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ٹریننگ کی وجہ سے تھا۔ آج ہماری وقت کی پابندی کا عالم یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جگہ ہم ہوتے تو یہی کام دوسری نماز تک ٹال دیتے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کئی دِن تک ٹالتے رہتے اور پھر مجلسیں ہوتیں کہ کس وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے آج کل ہمارے ملک میں بدانتظامی اور انتشار اور وقت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ہر کام کو ٹالے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے اداروں میں وقت کی پابندی کو لازم بنائیں تاکہ لوگوں کا کام وقت پر ہوتا رہے اور اپنے تجارتی اداروں کو بھی درست کریں کہ فجر کی نماز کے بعد تجارت شروع ہو جانی چاہیے۔

؎ خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ترجیح وقت پر نہیں بلکہ تقدیر کے وقت پر ہے۔ تقدیر کا وقت تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، ہم نہیں جانتے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے اَور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے وقت کی پابندی کا مکلّف بنایا ہے۔ ایک خاص وقت پر ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک خاص وقت پر ہی وہ بولنے کے قابل ہوتا ہے۔ ایک خاص وقت پر ہی وہ بلوغت کو پہنچتا ہے۔ کائنات میں تو ہر چیز کا وقت رَکھا ہوا ہے۔ جس وقت کا ہمیں علم ہے ہم پر فرض ہے کہ اس وقت میں وہ کام کر لیں اور باقی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد چھوڑ دیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۱۳ سے ۱۳۰) اور اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اسی (یعنی تورات کی) طرح ہم نے قرآن حکیم نازل کیا جو کہ عربی زبان میں ہے اور اس میں ہر طرح کی نصیحت اور تنبیہ نازل کی تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور یہ کہ یہ قرآن حکیم ان میں (حلال وحرام کی) سمجھ پیدا کرے۔[۱۱۳]

(اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) بہت بلند مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ جو **بادشاہِ حقیقی** ہے (جسکی طرف سے یہ قرآن کریم نازل ہوا) اور قرآن حکیم پڑھنے میں (دورانِ وحی) اسکو جلدی لینے کی کوشش نہ کیا کرو جب تک کہ تمہاری طرف اسکی وحی مکمل نہ ہو جائے اور دُعا کیا کرو کہ اے پروردگار! میرے علم میں زیادتی فرما [آمین] (اے اللہ تعالیٰ! جو کچھ مجھ پر وحی کیا جا رہا ہے، مجھے اسکے متعلق وسیع سے وسیع تر تفسیر القاء کر دینا)[۱۱۴]

اس سے قبل ہم نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو ایک حکم دیا لیکن وہ بھول گئے اور اس میں ہم نے **ثابت قدمی نہ دیکھی**۔ (آج ہر انسان بھولتا ہے اور بے صبرا ہے)[۱۱۵]

ہم نے فرشتوں سے کہا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو۔ سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے انکار کر دیا۔[۱۱۶]

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا
يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا
تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا
وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ
يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا
يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا
يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز وَعَصٰٓى اٰدَمُ

پھر ہم نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو بتایا کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دُشمن ہے۔ یہ کہیں تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے اور پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تمہیں یہ سہولتیں ہیں کہ تم بھوکے نہیں رہتے اور نہ ہی تم ننگے ہوتے ہو۔ نہ پیاس لگے اور نہ دھوپ لگے۔ (یہاں سے نکل کر تم دھوپ میں ہو گے اور بھوکے، ننگے ہو گے اور مشقت میں پڑ جاؤ گے)[۱۱۷-۱۱۹]

لیکن شیطان نے اسکو وسوسے میں ڈال دیا۔ کہنے لگا کہ اے (حضرت) آدم (علیہ السلام)! کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جس سے تم ہمیشہ کی زندگی پالو اور ایسی بادشاہت مل جائے جسکو زوال نہیں ہوگا۔[۱۲۰]

پھر (حضرت) آدم (علیہ السلام) اور انکی بیوی نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور فوراً انکے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے آپکو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ اس طرح (حضرت) آدم (علیہ السلام) نے اپنے رَبّ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (نافرمانی کرنے سے حیاء کے پردے ہٹ گئے اور سیدھا راستہ گم ہو گیا)[۱۲۱]

رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ

پھر اسکے رَبِّ کریم نے اسکی طرف توجہ فرمائی اور اسکی توبہ قبول کر لی اور اسے سیدھے راستے کی ہدایت بخشی۔ (جو بھی گناہ کے بعد توبہ کر لے گا، اللہ تعالیٰ پھر اسکو سیدھے راستے پر لے آتا ہے) [۱۲۲]

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم **دونوں فریق (انسان اور شیطان)** یہاں سے اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دُشمن رہو گے۔ پھر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کریگا (اگر انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریگا تو وہ سیدھے راستے پر رہے گا)، وہ نہ تو بھٹکے گا اور نہ مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ [۱۲۳]

اور جو میری نصیحتوں سے منہ موڑے گا (یعنی نافرمانی کرے گا) تو اس کے لیے **دُنیا کی** زندگی کو مصیبت زدہ کر دوں گا اور قیامت کے روز ہم اسے **اندھا اُٹھائیں** گے۔ (جو بھی اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرے گا، اسکی زندگی مصیبتوں سے بھر جائے گی اور قیامت میں وہ اندھا اسلئے ہوگا کہ اس نے زمین پر اپنی آنکھوں کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو نہیں پہچانا اور نافرمانی کی) [۱۲۴]

وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا ہے؟ میں تو اچھا بھلا آنکھوں والا تھا۔ اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ اسی طرح (جیسے آج تو اندھا

حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ
كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ
تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ
يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ
وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

ہے) ہماری نصیحتیں تیرے پاس آتی تھیں اور تو انہیں بھلا دیا کرتا تھا۔ اسی طرح آج ہم نے تمہیں بھلا دیا ہے۔ (تو زمین پر اندھوں کی طرح ہماری آیتوں سے لاپرواہی کرتا تھا۔ ہماری نصیحتوں کو دِل کی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اگر تو اس وقت اپنی آنکھوں کو استعمال کرتا تو تُو میرے سوا کسی کو رَبّ نہ بناتا۔ تو نے اندھوں کی طرح زندگی بسر کی)[۱۲۵-۱۲۶]

اس طرح ہم زیادتی (ظلم/شرک) کرنے والوں اور اپنے رَبِّ کریم کی آیات نہ ماننے والوں کو دُنیا میں بدلہ دیتے ہیں (یعنی مصیبتوں سے بھری زندگی) اور آخرت کا عذاب تو اس سے بہت زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔[۱۲۷]

کیا انہوں (یعنی مشرکین) نے اس بات سے ہدایت نہ لی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کیا تھا جنکی اُجڑی ہوئی بستیوں میں آج یہ چل پھر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نشانیاں تو انکے لیے ہیں جو **اہلِ دانش** ہیں۔ (بیوقوف نشانیوں پر غور نہیں کرتا)[۱۲۸] (آج بھی پُرانی قوموں کے کھنڈرات اس زمین پر ایک نہیں بہت سے موجود ہیں اور سیاح انکو دیکھنے کیلئے جاتے ہیں لیکن عبرت نہیں پکڑتے۔ اہرامِ مصر ان کھنڈرات میں سے ہی ایک ہیں)

اگر تیرے رَبِّ کریم کی طرف سے پہلے سے ایک بات (تقدیر) طے نہ ہو

رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

چکی ہوتی اور مہلت کی مدت مقرر نہ کی جا چکی ہوتی تو ضرور ان (یعنی مشرکین مکہ) کا فیصلہ کر دیا جاتا۔[۱۲۹] (ان پر عذاب بھیج دیا جاتا)

اسلئے اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جو باتیں یہ لوگ (یعنی مشرکین مکہ) بناتے ہیں، **ان پر صبر کرو** اور اللہ تعالیٰ کی **تسبیح بیان** کیا کرو سورج طلوع ہونے سے پہلے (یعنی فجر) اور غروب ہونے سے پہلے (یعنی **ظہر** اور **عصر**) اور رات کو بھی تسبیح کیا کرو (یعنی **مغرب** اور **عشاء**) اور دِن کے کناروں پر بھی (یعنی فجر اور عشاء) تا کہ تو **مقامِ رَضا** کو حاصل کر لے۔ (فجر اور عشاء کی خاص فضیلتیں ہیں)[۱۳۰]

تشریح: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا:

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں جو نبی بھیجا اور اسکے ساتھ کتاب بھیجی۔ نبی اور کتاب دونوں ہی اس قوم سے تھے تا کہ وہ قوم اپنے نبی کی بات کو سمجھ سکے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بھی سمجھ سکے۔

ہم غیر عرب ہیں۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کیلئے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں (یعنی احادیث مبارکہ) کو سمجھنے کیلئے عربی کا جاننا ضروری ہے۔

قرآن حکیم روحانی بیماریوں کے علاج کیلئے ایک نسخہِ شفا ہے۔ جب تک نسخہ کی سمجھ نہیں آئے گی، اس پر عمل کرنا ناممکن ہو جائیگا۔ جب عمل نہیں ہوگا تو بیماریوں سے شفا بھی نہیں ہوگی۔

یہ **حکومت کا ذِمہ** ہے کہ وہ عربی زبان کو سکولوں اور کالجوں میں **بی-اے** کی سطح

تک لازمی مضمون قرار دے لیکن افسوس ہے کہ حکومت کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، وہ اس شعور سے خالی ہیں کہ قرآن حکیم کتابِ شفا ہے۔ اس حد تک وہ صرف یہ جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کتابِ ثواب ہے۔ خواہ اسکو سمجھ کے پڑھو یا بغیر سمجھ کے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ:

آسمانوں اور زمین کا اکیلا بادشاہ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی نہیں۔ زمین کے جتنے حکمران ہیں، یہ اسکے نمائندے ہیں۔ قیامت کے روز ان سے پوچھا جائیگا کہ انہوں نے نمائندگی کیسے کی؟ پوری ایمانداری سے کی یا خیانت سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر شخص اپنی جگہ چرواہا (نگہبان) ہے۔ حکمران قوم کا چرواہا (نگہبان) ہے۔ مرد گھر کا چرواہا (نگہبان) ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) قیامت کے روز پوچھا جائے گا ہر شخص جو دوسروں کا نگہبان تھا، اس نے نگہبانی کا حق اَدا کیا یا نہیں۔ اگر اس نے حق اَدا نہیں کیا تو اس نے نگہبانی کی امانت میں خیانت کی اور خائن آدمی کی جگہ جہنم ہے۔

فَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شروع میں ہی متنبہ کر دیا تھا کہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دُشمن ہے۔ یہ تمہاری شخصیت کے **روحانی پہلو** کو درہم برہم کریگا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت کیلئے اسکے آگے پیچھے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان فرشتوں کی مدد اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان **پہلا قدم** نیکی کی طرف اُٹھاتا ہے۔ اگر انسان پہلا قدم اپنے دُشمن کیساتھ بُرائی کی طرف اُٹھاتا ہے تو فرشتے انسان کو مدد نہیں دیتے۔

انسان کی نیکی کا پہلا قدم اور آخری قدم **اللہ تعالیٰ کا ذِکر** ہے۔ بہترین ذِکر نماز کا قائم کرنا ہے اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ کا ذِکرِ کثیر کرنا ہے اور اسکے بعد حقوق العباد کا اَدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں شامل ہے۔

لب لباب یہ ہے کہ نیکی کرو گے تو شیطان سے محفوظ رہو گے۔ بُرائی کرو گے تو شیطان آپ کو بُرائیاں کرنے پر اُکساتا چلا جائے گا۔

۝.....۝.....۝

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ
زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ
نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا
بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۱ سے ۱۳۵) اپنی نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو جو دُنیا کی زندگی کی شان و شوکت ہم نے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔ ہم تو اس سے انہیں آزما رہے ہیں اور تیرے رَبِّ کریم کا دیا ہوا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے)[۱۳۱]

اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کرتے رہو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے کوئی رزق (یعنی روزی کمانا) نہیں چاہتے۔ روزی (یعنی رزق) تو ہم ہی تمہیں دیتے ہیں اور آخرت کی بھلائی تقویٰ ہی میں ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی پوری فرمانبرداری میں ہے)[۱۳۲]

یہ لوگ (یعنی مشرکین) پوچھتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے کوئی معجزہ (نشانی) کیوں نہیں لاتا۔ کیا انکے پاس (اس قرآن حکیم میں) پہلے آسمانی کتابوں کی ساری تعلیم نہیں آ گئی۔ (یہی نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی (یعنی معجزہ) ہے)[۱۳۳]

اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

اگر ہم اس (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے آنے سے پہلے انکو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو پھر یہی لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی اسکی پیروی کر لیتے۔[۱۳۴]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان سے کہو کہ ہر کوئی انتظار کر رہا ہے (نشانی آنے کا/ عذاب کا)، پس تم بھی انتظار کرو۔ ضرور تم کو معلوم ہو جائیگا (اے مشرکین!) کہ کون سیدھی راہ چلنے والے اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔ (یہ جنگ بدر میں ثابت کر دیا گیا۔ جنگ بدر ایک نشانی تھی جس میں ثابت ہو گیا کہ حق پر کون ہیں)[۱۳۵]

تشریح: زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا:

دُنیا کی زندگی کی شان وشوکت اللہ تعالیٰ کو وہ پسند ہے جو حلال کمائی سے حاصل کی گئی ہو۔ اس اندازِ بیان سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان لوگوں کی شان و شوکت کی طرف دیکھنے سے منع فرما رہا ہے جو باطل طریقے سے شان وشوکت قائم کرتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسی آیت مبارکہ میں فرمایا کہ ''وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى''۔ تیرے رَبِّ کریم کا دیا ہوا رزق یعنی حلال رزق خواہ وہ تھوڑا ہو، حرام رزق سے بہتر ہے اور یہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اسکا اَجر آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ملے گا۔

جبکہ حرام سے کمایا ہوا رزق اور اپنی بناوٹی ظاہری شان وشوکت اس دُنیا میں چند روز کیلئے ہے، اسکا اَجر نہ تو آخرت میں ملے گا اور نہ ہی انکو یہاں ملے گا بلکہ اُلٹا عذاب کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ظاہری شان وشوکت سے متاثر نہ ہونے کی نصیحت فرما رہا

ہے۔یہی نصیحت تمام دُنیا کیلئے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام دُنیا کے رسول ہیں۔

لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ:

یہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے یہ فرما رہا ہے کہ رزق کیلئے بھاگ دوڑ مت کرو۔ پورا وقت چوبیس گھنٹے اس کام پر صَرف کرو جو ذِمہ داری ہم نے تمہیں دی ہے یعنی ہمارے نظامِ زندگی (یعنی دِینِ اسلام) کو دُنیا میں پھیلانے کی کوشش۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرتا رہوں جب تک کہ وہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** نہ کہہ لیں اور جب وہ یہ کہہ لیں اور نماز اَدا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر میں ان سے اپنا ہاتھ روک لوں۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف)

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرما دیا ہے کہ ہم نے کوئی بستی زمین پر ایسی نہیں چھوڑی جس پر ہم نے ہدایت کرنے والا نہ بھیجا ہو لیکن قیامت کے دِن جو اس وقت ایمان نہیں لائے، یہی بہانہ بنائیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ہدایت دینے والا نہیں بھیجا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ کو آگے لائیں گے گواہی دینے کیلئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُمت گواہی دے گی کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ انکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت لے کر نبی آئے تھے لیکن انہوں نے انکی بات نہیں مانی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس گواہی کی تصدیق کرینگے کہ میری اُمت جو کہتی ہے، وہ ٹھیک کہتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

آج کل ہم بھی یہی رونا روتے ہیں کہ ہمیں ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ ہمیں ہدایت کی سخت ضرورت ہے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہت دُور ہٹ گئے ہیں لیکن جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس بھیجی ہوئی ہے، وہ من وعن ویسی ہی موجود ہے جیسی کہ اس وقت تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل ہوئی۔ وہ ہدایت قرآن حکیم ہے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے اور سنتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہے لیکن **ہم ان ہدایات پر عمل نہیں کر رہے۔**

قرآن حکیم کی تعلیم برائے نام ہے۔

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بدعات میں گم ہو چکی ہے۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حیاتِ طیبہ میں کسی کو دلچسپی نہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی آنکھیں کھولیں اور غور وفکر کریں۔ قرآن حکیم سے موجودہ زمانے کے لحاظ سے رہنمائی حاصل کریں۔ بدعات کو چھوڑ کر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور سنتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دوبارہ پکڑیں تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہمیں سرخرو فرمائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم آمِيْن يَا رَبّ الْعَالَمِيْن

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے (حضرات) صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی عزت کیا کرو کیونکہ وہ تم میں بہترین ہیں۔ اسکے بعد بہتر ہیں انکے ساتھ والے (یعنی حضرات تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پھر بہتر ہیں انکے اساتھ والے (یعنی حضرات تبع تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) انکے بعد جھوٹ غالب آ جائے گا۔ جس کو نیکی اچھی لگے اور بُرائی کو بُرا سمجھے، وہ مومن ہے''۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث ۵۷۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''میں نے اپنے رَبّ سے اپنے (حضرات) صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو ان میں میرے بعد ہوگا۔ میری طرف وحی فرمائی گئی کہ اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں جو بعض بعض سے زیادہ روشن ہیں لیکن سب نورانی ہیں۔ اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں، ان میں سے جو کسی کو اختیار کرے، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے'' اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے (حضرات) صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) تاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے تو ہدایت پالو گے''۔ ([رزین] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۶۲)

۝.....۝.....۝

اَلاَنبِیاء ۲۱

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۱۲ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ
مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ
مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۶) قریب آ لگا ہے لوگوں کے حساب کا وقت لیکن وہ بدستور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کے پیغام پر) توجہ نہیں دے رہے۔[۱]

(انسان کا حال یہ ہے کہ) جب کوئی ان کے پاس نئی نصیحت ان کے رَبّ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تو وہ **بے توجہی** سے سنتے ہیں اور اسے **کھیل تماشا** سمجھتے ہیں۔[۲]

انکے دِل غافل ہیں (اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے) اور یہ ظالم (یعنی مشرکین) خفیہ خفیہ مشورے کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص (حضرت محمد رسول

قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) تمہاری طرح کا ہی ایک آدمی تو ہے۔ کیا تم دیکھے بوجھے **جادو کے پھندے** میں پھنس جاؤ گے۔ (گویا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جادوگر سمجھتے تھے)[۳]

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) نے فرمایا کہ میرا رَبّ کریم ہر اس بات کو جو آسمانوں میں اور جو زمین میں کہی جاتی ہے، جانتا ہے۔ وہ سننے والا اور علم رَکھنے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے انکے اس جھوٹے الزام کو سن لیا ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ میں جادوگر ہوں)[۴]

لوگ کہتے ہیں کہ اسکی باتیں تو پریشان خواب ہیں بلکہ یہ خود گھڑ لایا ہے۔ نہیں! یہ شخص شاعر ہے۔ اسکو چاہیے کہ کوئی ہمارے پاس معجزہ لائے جس طرح پہلے رسول (علیہم السلام) لاتے رہے تھے۔ (میرے خواب نہ پریشان ہیں۔ قرآن کریم کو نہ میں نے خود گھڑا ہے اور نہ میں شاعر ہوں)[۵]

(حالانکہ معجزے دکھانے کے باوجود بھی) پہلی بستیاں ایمان نہ لائیں اور انکو ہم نے ہلاک کر دیا تو کیا یہ (معجزہ دیکھ کر) ایمان لائیں گے۔ (نہیں! وہ پہلی بستیوں

کی طرح کافر ہی رہیں گے)[٦]

تشـــریـــح : انسان جب اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بات نہ ماننے کی ٹھان لیتا ہے تو وہ کسی استدلال سے، کسی فلسفیانہ بات سے اور کسی معجزے سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہی تاریخِ انسانی ہے کہ نبیوں نے اپنی اپنی قوم کو بہت نشانیاں دکھائیں، بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی بات پر ہی اَڑے رہے۔

قرآن حکیم میں بہت سی ایسی مثالیں بیان کی گئی ہیں لیکن سب سے زیادہ طویل قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال ہر طریقے سے دِن رات، اُٹھتے بیٹھتے اپنی قوم کو سمجھانے کی انتہائی کوشش کی لیکن جو ایمان لائے، وہ چند لوگ تھے جو ایک کشتی کے اندر باقی جانوروں کیساتھ سما گئے حتیٰ کہ انکا اپنا ایک بیٹا باوجود اسی گھر میں چوبیس گھنٹے اپنے والد کیساتھ زندگی گزارنے کے ایمان نہیں لایا۔ آخر کار وہ باقی قوم کیساتھ کافر ہی غرق ہو گیا۔

یہ حالات تو بیان ہوئے ہیں اس وقت کے جب نبی قوم میں موجود ہوتا ہے اور نبی براہِ راست قوم سے مخاطب ہوتا ہے اور انکو معجزے بھی دکھاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اسکی قوم کو نو[۹] معجزے دکھائے تھے لیکن اسکے باوجود فرعون اور اسکی قوم ایمان لانے کیلئے تیار نہ ہوئی۔

ہم اس زمانے میں بغیر نبی کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام اور نبی کا کلام اور نبی کا عمل ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیا ہے لیکن ہمارے اعمال قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مطابق نہیں ہیں۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ:

یہ اشارہ ہے ہر انسان کی موت کی طرف کہ موت کا تو علم نہیں ہے، کس وقت آ جائے۔ آپکے سامنے روزمرہ سینکڑوں جنازے اُٹھتے ہیں جو ظاہری طور پر صحتمند انسان تھے۔ اے انسان! یقین کر لے کہ موت کا آنا لازمی ہے اور اسکا وقت معلوم نہیں ہے لہٰذا انسان کو ہر وقت آخرت کی تیاری میں رہنا چاہیے۔

موت آتے ہی انسان کا حساب قبر میں شروع ہو جاتا ہے۔ یہ آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ جو یہاں کامیاب رہا، وہ قیامت میں بھی کامیاب رہے گا۔ جو یہاں ناکام رہا، وہ قیامت میں بھی ناکام رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرماتے سنا کہ ''جب کوئی شخص مرتا ہے تو اسے اسکے رہنے کی جگہ دکھائی جاتی ہے۔ اگر جنت والوں میں سے ہوتا ہے تو جنت دکھائی جاتی ہے۔ اگر دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے تو دوزخ دکھائی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اُٹھائیں گے تو یہی تمہاری جگہ ہوگی''۔ (جنت یا جہنم)

[ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۹۵۰]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ قیامت کا روز کیسا ہوگا تو اسکو چاہیے کہ سورہ تکویر، سورہ انفطار اور سورہ انشقاق پڑھا کرے''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۱۱)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے رَبّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت کے ستر ہزار افراد کو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل فرمائے گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے رَبِّ کریم کی تین لپّیں اَور ہوں گی''۔ ([ترمذی، ابن ماجہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بلائیگا اور اسکے سامنے ننانوے (اعمال کے) رجسٹر کھولے جائینگے جبکہ ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک نظر آئیگا پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو ان گناہوں میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہے۔ وہ عرض کریگا کہ نہیں یا رَبّ! پھر اللہ تعالیٰ اسکو ایک چٹھی دیگا جس پر لکھا ہوگا **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه** اور اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اسکو لے کر میزان پر حاضر ہو جاؤ۔ وہ کہے گا کہ یا رَبّ! یہ چٹھی اتنے رجسٹروں کے سامنے کیا کریگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ تجھ پر آج ظلم نہیں کیا جائیگا۔ جب یہ چٹھی اسکے ننانوے گناہوں کے رجسٹروں کے مقابلہ میں تولی جائیگی تو بھاری نکلے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز زیادہ وزنی نہیں ہے''۔ (کلمہ طیبہ کا وزن اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ذِکر ہر چیز سے بھاری ہے) ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۲۲)

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا
جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا
خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ
نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ
كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ وَكَمْ قَصَمْنَا
مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا

ترجمہ◄ (آیات ۷ سے ۱۸) اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! تم سے پہلے بھی ہم نے **مردوں ہی میں** سے رسول بنا کر بھیجا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے (جیسے تم پر)۔ (اے مشرکینِ مکہ!) اگر تمہیں علم نہیں ہے تو اہلِ کتاب (یعنی یہود) سے پوچھ لو۔ ان رسولوں کو (جیسے اس رسول کو) ایسا جسم عطا نہیں کیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور نہ ہی وہ سدا زندہ رہنے والے تھے۔ (وہ سب تم جیسے انسان تھے)[۷-۸]

ہم نے انکے ساتھ جو وعدے کیے تھے (انکی مدد اور حفاظت کے)، وہ پورے کیے اور انکو اور جس جس کو ہم نے چاہا، بچا لیا اور حد سے تجاوز کرنے والوں (یعنی ظالموں/کافروں) کو ہلاک کر دیا۔[۹]

لوگو! ہم نے تمہاری طرف جو کتاب بھیجی ہے (یعنی قرآن حکیم) اس میں تمہارا ہی ذِکر ہے (یعنی نسلِ انسانی کی تاریخ کا) کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟[۱۰]

(ذرا انسانی تاریخ دیکھو!) کتنی ظالم بستیاں ہم نے تباہ کیں اور انکے بعد کئی دوسری قوموں کو اُٹھایا۔ جب ان ظالم (کافر) بستیوں کو ہمارا عذاب محسوس ہونے لگا

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا
يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ
فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ
اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ
حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا
السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ
اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا

تو لگے وہ وہاں سے بھاگنے۔[۱۱-۱۲]

(کہا گیا کہ) اب بھاگو نہیں! جاؤ اپنے انہی گھروں اور عیش کے سامانوں میں جنکے اندر تم عیش کر رہے تھے کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا۔ (یعنی تم ایک دوسرے سے سوال کرو گے کہ یہ کیا ہو گیا؟ کہ آفت آ گئی..... کیوں آ گئی؟)[۱۳]

تب وہ کہیں گے کہ ہائے! ہماری کمبختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔ (اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے)[۱۴]

اور وہ یہی سوال جواب کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے انکو ایک کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا۔ (بالکل بھس بنا دیا عذاب سے)[۱۵]

(اے انسان!) ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے، **کھیل تماشے کیلئے نہیں بنایا**۔ (یہ سبق دلانے والی آیت مبارکہ ہے)[۱۶]

اگر ہمارا ارادہ کھیل تماشے کا ہی ہوتا تو ہم خود اپنے پاس سے ہی کر لیتے کیونکہ ہم ہر چیز کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے زندگی کھیل تماشا نہیں بنائی کہ جیسا تم چاہو، کر لو۔ کھیل کر گھر چلے جاؤ تو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ وقت ضائع گیا۔ وقت دولت ہے

فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

جس سے آخرت کی دولت (جنت) کما سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو سامنے رکھنا پڑیگا ورنہ تباہی ہی تباہی ہے۔ اس زندگی کو اگر سنجیدگی سے بسر کرو گے اور اپنا وقت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق استعمال کرو گے تو اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیاب رہو گے)[۱۷]

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تو باطل پر حق کی ایسی چوٹ لگائی ہے جو اسکا سر توڑ دے اور دیکھتے ہی دیکھتے **باطل مٹ** جائے اسی لیے جو کام بھی تم گھڑتے ہو (یہ باطل ہے) اس میں تو تمہاری تباہی ہے[۱۸] (جو کام حق پر کرتے ہو، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ جو کام باطل پر کرو گے، وہ کام اور اسکو کرنے والا شخص جہنم میں جائینگے اور ہمیشہ جلتے رہیں گے)

تشریح : اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ٹھوس **حق کے اصولوں** پر پیدا فرمایا اور یہ اصول انسانیت کو بتانے کیلئے اپنے نبی اور کتابیں بھیجیں۔ جو فرد اور قوم ان اصولوں کے مطابق اس زمین پر زندگی گزاریں گے، وہ حق پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انکو نوازے گا۔ جو فرد اور قوم ان اصولوں کے برعکس زندگی بسر کریں گے، وہ باطل ہوگا اور انکے لیے اللہ تعالیٰ نے سزا رکھی ہے تباہی کی/جہنم کی)

اس وقت ہمارے پاس آخری رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا قول اور فعل اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب بغیر کسی تبدیلی کے موجود ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن حکیم کو غیر سنجیدہ لیں گے اور اسکا حق اَدا نہیں کرینگے تو ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے کیونکہ قرآن کریم کے **برعکس** جو بھی عمل ہوگا، وہ **باطل ہوگا** اور کھیل تماشا ہو گا۔ خواہ وہ عذاب ہمیں یہاں ملے یا آخرت میں یا دونوں جگہ۔ اسی طرح اگر ہم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قول اور عمل (یعنی سنت) کو **غیر سنجیدہ** لیں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم بن کر کھڑے ہونگے کیونکہ قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی''۔ **(دیکھیں سورۃ النساء۴، آیت ۸۰)**

ذرا غور کریں کہ ہم قرآن حکیم کیساتھ کیا کر رہے ہیں؟

اور پھر غور کریں کہ ہم سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ کیا کر رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں کئی نشانیاں اب تک دکھا چکا ہے لیکن ہم نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عبرت انکو عطا کرتا ہے جو عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن میرے بعض اُمتیوں کو **دائیں طرف** اور بعض کو **بائیں طرف** لے جایا جائیگا۔ میں عرض کرونگا کہ اے رَبّ تعالیٰ! یہ (یعنی بائیں والے بھی) میرے اُمتی ہیں۔ کہا جائیگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نہیں جانتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا نئی چیزیں نکالی تھیں (یعنی بدعات)۔ جس دن سے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انہیں چھوڑا، یہ اسی دن سے اپنی ایڑیوں پر پیچھے کی طرف لوٹ گئے (یعنی صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے)۔ چنانچہ میں اپنے رَبِّ کریم سے عرض کرونگا کہ اے رَبّ تعالیٰ! اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یہ آپ ہی کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو آپ بہت زبردست اور حکمت والے ہیں''۔ (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۲۲۳۹ سے ماخذ)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ سنت کو چھوڑ کر بدعات کو اختیار کرتے جائینگے حتیٰ کہ قوم میں سنت مٹ جائیگی اور بدعت غالب آ جائیگی اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو حق پر پیدا فرمایا اور حق پر ہی حکومت کر رہا ہے اور حق ہی آخرت میں غالب رہے گا اور قیامت کے روز حق کا ہی وزن ہوگا اور باطل کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

اس آیت مبارکہ سے ہمیں اشارہ ملتا ہے کہ حق کو غالب کرنے کے لیے باطل سے ایسی ٹکر لینی پڑتی ہے جو اس کا سر پھوڑ کر رَکھ دے۔ اگر حق پر چلنے والے باطل پر

چوٹ نہیں لگائیں گے تو باطل غالب آ جائے گا اور وہ حق پر چوٹ لگائے گا اور دُنیا میں حق مغلوب ہو جائے گا۔

آج کل یہی زمانہ ہے کہ حق پر چلنے کا دعویٰ کرنے والے باطل سے مقابلہ کرنے سے ڈَرتے ہیں کیونکہ وہ **حقیقتاً حق پر خود نہیں چل رہے**۔ اسکی ظاہری صورت بنائی ہوئی ہے لیکن **حق کی حقیقت سے بہت دُور** ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

ے نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی، گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

جب تک ہم قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے (عادلانہ) طرزِ حکومت کو اپنا **نصب العین** نہیں بنائیں گے، ہم نہ حق پر چل سکیں گے، نہ حق کو غالب کرنے کے قابل ہونگے اور قیامت کے روز ہمیں اسکا جواب دینا ہوگا۔

اب فیصلہ آپکے ہاتھ میں ہے۔

اگر اس زندگی کو سنجیدہ بناؤ گے تو اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فائدے میں رہو گے اور اگر اسکو کھیل تماشا بناؤ گے تو اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خسارے میں رہو گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک سورہ مبارکہ میں اس طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ اس پر غور کرو اور اپنی زندگی کو مفید بناؤ اور وہ سورہ مبارکہ ہے سورۃ العصر ۱۰۳ اور اس پر غور کریں کہ انسانی تاریخ ہمیں کیا بتاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک عمل کرلو۔ (۱) فقر و محتاجی سے پہلے (۲) غافل کرنے دینے والے مال و دولت سے پہلے (۳) ایسی بیماری سے پہلے جس میں آپ عمل نہ کرسکیں (۴) بڑھاپے سے پہلے جس میں انسان عقل کھو دیتا ہے (۵) جلد آنے والی موت سے پہلے (۶) دجال کے ظہور سے پہلے اور (۷) قیامت آنے سے پہلے''۔ (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۲۱۲۴)

وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗٓ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۲۲ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۳۵) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ کی ہی **ملکیت** ہے۔ جو اسکے پاس ہیں (یعنی فرشتے)، وہ تکبر نہیں کرتے کہ اسکی بندگی نہ کریں اور وہ بندگی کرتے تھکتے نہیں ہیں۔ صبح اور شام اسکی تسبیح میں لگے رہتے ہیں، کبھی غفلت نہیں کرتے۔ [۱۹-۲۰] (یعنی اے انسان! جس مخلوق نے تجھے سجدہ کیا، وہ تو ہر وقت ہماری تسبیح کرتے ہیں تمہیں تو بڑا مرتبہ دیا تھا تم ہمیں چھوڑ کر دوسروں کو سجدہ کرنے لگ گئے)

کیا ان لوگوں نے جو زمین میں خدا (بت، قبروں میں پڑے ہوئے بزرگ، کائنات میں سورج، چاند اور ستارے وغیرہ) بنائے ہوئے ہیں، وہ دوبارہ (کسی مُردہ مخلوق کو) زندہ کر سکتے ہیں؟ [۲۱] (یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اس کائنات کو دوبارہ پیدا کرے گا)

اگر آسمان اور زمین میں ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا رَبّ ہوتا تو دونوں (یعنی آسمان وزمین) کا نظام بگڑ جاتا۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ ان صفات سے جو یہ منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف (یعنی شرک سے) اور وہ اکیلا ہی رَبّ ہے **تختِ سلطنت** کا۔ (مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور اسکی والدہ حضرت مریم علیہا السلام) رَبّ ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ [دیکھیں سورۃ المائدہ ۵، آیت ۱۱۶] اور مشرکین کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں [دیکھیں سورۃ الصافات ۳۷، آیت ۱۴۹] وغیرہ وغیرہ) [۲۲]

اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے، اس سے کوئی جواب طلبی نہیں کر سکتا لیکن وہ سب

يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ
قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ
مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ

سے جواب طلبی کرسکتا ہے۔[۲۳]

کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رَبّ بنا لیئے ہیں۔ان سے کہو کہ اسکا ثبوت پیش کرو۔اس کتاب (یعنی قرآن حکیم) میں جو میرے پاس ہے اور ان کتابوں میں جو مجھ سے پہلے تھیں (**ثبوت ہیں** اس **بات کے کہ اللہ تعالیٰ ایک** ہے) لیکن اکثر لوگ **حق** کا علم حاصل نہیں کرتے بلکہ اس سے بچتے رہتے ہیں۔[۲۴]

ہم نے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر یہ وحی نہ کی ہو کہ میں ہی اکیلا رَبِّ کریم ہوں، پس میری ہی بندگی کرو۔[۲۵]

(بعض لوگ کہتے ہیں کہ) ''**الرحمٰن**'' اولاد رَکھتا ہے (عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں [**دیکھیں سورۃ التوبہ ۹، آیت ۳۰**] مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے ہیں)۔وہ تو پاک ہے (ہر کمزوری سے) بلکہ وہ (جن کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے بناتے ہیں) تو بندگی کرنے والے ہیں اور باعزت ہیں۔[۲۶]

اس کے حضور **بولنے میں سبقت** نہیں کرتے بلکہ اس کے **حکم پر عمل** کرتے ہیں۔(یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتے)[۲۷]

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ
مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ
فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ
الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا
فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ص وَجَعَلْنَا

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ جو کچھ انکے سامنے ہو رہا ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہو چکا ہے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اسکے حق میں جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرے رہتے ہیں جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ (یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتے)[۲۸]

اور اگر ان میں سے کوئی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں بھی ایک رَبّ ہوں تو ہم **اسکو جہنم کی سزا** دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم تمام ظالموں (یعنی کافروں) کو سزا دیتے ہیں۔[۲۹]

جنہوں نے حق (سچ) کا انکار کیا، کیا وہ غور نہیں کرتے کہ تمام آسمان اور زمین ایک وقت ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انکو جدا جدا کر دیا اور ہم نے ہر چیز پانی (Liquid) سے پیدا کی۔ کیا وہ مانیں گے نہیں جو ہم کہہ رہے ہیں۔[۳۰]

اور ہم نے زمین میں **پہاڑ گاڑ** دیئے تا کہ وہ انہیں لے کر ڈھلک نہ جائے

فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا
السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا
مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَائِنْ مِّتَّ
فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ
وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور پھر ہم نے اس (یعنی زمین) میں کھلے راستے بنا دیئے تا کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اوپر سے کوئی چیز تمہیں نقصان نہیں دے سکتی) مگر یہ کافرین اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں کو نہیں مانتے۔[۳۱-۳۲]

وہی تو ہے جس نے **رات اور دِن** بنائے اور **سورج** اور **چاند** بنائے۔ سب اپنے اپنے **مدار میں تیر** رہے ہیں۔[۳۳]

(اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ (اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ) ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم ہر اچھے بُرے حالات میں تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں اور آخر میں تم سب نے آنا ہماری ہی طرف ہے۔[۳۴-۳۵]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا کسی اَور نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

نہ تو کوئی حصہ لیا، نہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج ہے۔ اگر اکیلے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، پیدا کیا ہے تو پھر عام سمجھ کی بات ہے کہ

(۱) وہی سب کا مالک ہے۔
(۲) وہی سب کا رَبِّ کریم ہے۔
(۳) وہی قانون ساز ہے۔
(۴) وہی جزا اور سزا دینے پر قادر ہے۔
(۵) وہ کسی کا محتاج نہیں ہے کسی چیز میں بھی۔
(۶) وہی حاکمِ اعلیٰ ہے۔
(۷) وہی آقائے مطلق ہے۔ باقی سب اسکے غلام ہیں۔
(۸) وہ جب چاہے، اپنی تخلیق میں تبدیلی کر دے اور جب چاہے، اسکو ختم کر دے۔
(۹) جب چاہے انکو دوبارہ زندہ کر دے اور ایک نئی کائنات بنا دے۔
(۱۰) وہی اس چیز پر قادر ہے کہ جسکو چاہے، جہنم میں بھیج دے اور جسکو چاہے، جنت میں بھیج دے۔
(۱۱) وہی اکیلا اس پر قدرت رَکھتا ہے کہ سارے خزانوں کی کنجیاں اسکے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔
(۱۲) وہی جسکو چاہے، عزت دے اور جسکو چاہے، ذِلت دے۔

اور اسکے علاوہ بیشمار اعلیٰ صفات کا مالک ہے۔ کوئی بُری صفت اس میں نہیں ہے جیسا کہ بت پرست خیال کرتے ہیں۔ اے انسان! ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اس کائنات کا جب مالک، حاکم وہی اکیلی ذات ہے تو اسی کے قانون پر چلنا چاہیے۔ اسی کی بات ماننی چاہیے۔ اگر **ہم اسکے قانون پر نہیں چلیں گے تو نقصان ہمارا ہی ہوگا۔**

اسلئے تمام قسم کے ''بت'' باطل ہیں خواہ وہ انسانوں میں سے بنائے گئے ہیں مثلاً **مزار** وغیرہ، خواہ وہ **پتھر کے ہوں**، خواہ وہ انسان کا **اپنا نفس** ہو، خواہ وہ اجرامِ فلکی ہوں۔

اگر کامیابی چاہتے ہو تو اسی کے **قانون** پر چلو، اسی سے مدد مانگو، اسی سے ڈَرو تو پھر کامیابی انشاء اللہ تعالیٰ اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہاری ہی ہوگی۔

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا
هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ
الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ
عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾
لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ
وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا

ترجمہ ◄ (آیات ۳۶ سے ۴۷) جب منکرینِ حق (یعنی کافر) تجھے دیکھتے ہیں تو تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کے خلاف باتیں کرتا ہے اور وہ (یعنی کافر) خود ''**الرحمٰن**'' کے ذِکرِ جمیل سے دُور رہتے ہیں۔ (یعنی انکو چاہیے کہ ''الرحمٰن'' کا ذِکرِ جمیل کریں اور اپنے بتوں کو چھوڑ دیں)[۳۶]

انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں ابھی تم کو (اے کافرو!) اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ تم جلدی مت کرو۔[۳۷]

یہ لوگ (یعنی کافر) کہتے ہیں کہ یہ (عذاب کی) دھمکی کب آئیگی۔ بتاؤ ہمیں اگر تم سچے ہو۔[۳۸]

کاش! یہ کافر جان لیتے اس وقت کو جبکہ یہ نہ اپنے چہرے آگ سے بچا سکیں گے نہ اپنی کمریں اور نہ ہی انکی مدد کی جائیگی۔[۳۹]

وہ دھمکی (یعنی قیامت) یکدم آ جائیگی اور انکو بدحواس کر دیگی پھر نہ تو وہ اسکو ٹال سکیں گے اور نہ ہی انکو مہلت ملے گی۔[۴۰] (کوئی نیک عمل کرنے کی)

يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ
اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ
سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ
يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ
عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ
مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ
مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى
طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

تم سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا جاچکا اور جو مذاق اُڑانے والے تھے، ان ہی کو گھیر لیا اس چیز نے جسکا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔ (یعنی عذاب نے گھیر لیا)[۴۱]

ان (یعنی مشرکین) سے کہو کہ کون ہے جو رات کو یا دِن کو تمہیں ''الرحمٰن'' سے بچا سکے (جب ان اوقات میں ان پر عذاب آ جائے) بلکہ یہ تو اپنے رَبِّ کریم کے ذِکرِ جمیل سے غافل ہیں۔ (انہیں رَبّ کے عذاب کا کوئی خوف ہی نہیں ہے)[۴۲]

کیا یہ کوئی ایسے خدا رَکھتے ہیں جو ہمارے مقابلہ میں انکی حمایت کریں۔ وہ نہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہماری ہی تائید انکو حاصل ہے۔ دَراصل ہم ان لوگوں کو اور انکے آباؤ واجداد کو زندگی کا سروسامان دیئے چلے گئے حتیٰ کہ ایک لمبی مدت گزر گئی۔ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم زمین کو تمام سمتوں سے ان پر تنگ کیے جارہے ہیں تو پھر کیا یہ غالب آ سکتے ہیں؟ (ہم انکی زندگی تنگ کرتے جارہے ہیں۔ یہ تم پر اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! بالکل غالب نہیں آئیں گے)[۴۳-۴۴]

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ
اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۫ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ
اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ
عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾
وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ
نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

ان (یعنی مشرکین) کو بتا دو کہ میں تو وحی کے ذریعے تمہیں خبردار کرتا ہوں (عذاب کے متعلق) مگر بات یہ ہے کہ (تم بہرے ہو اور) بہرے نصیحت کو نہیں سنا کرتے جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے۔[۴۵]

اگر تیرے رَبّ تعالیٰ کا عذاب ذرا بھی انہیں چھو جائے تو چیخ اُٹھیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی! ہم ہی ظالم تھے۔ (اس وقت انکو اپنی غلطی کا احساس ہوگا لیکن اب وقت گزر گیا)[۴۶]

قیامت کے روز ہم (**عدل و**) **انصاف** کرنے والا ترازو رَکھ دینگے پھر کسی شخص پر ذرا برابر ظلم نہ ہوگا۔

اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ (نیکی/ بدی) ہوگا تو ہم اسے بھی لے آئیں گے اور ہم صحیح حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔[۴۷]

تشریح: یہ آیات مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مکی زندگی کا ایک مختصر عکس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا مشن یہ تھا کہ ''**مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا**'' یعنی

(۱) لوگوں کو حق کی طرف بلانا اور نیکی کے انجامِ خیر سے مطلع کرنا

(۲) لوگوں کو باطل سے روکنا اور اسکے بُرے انجام سے خبردار کرنا

زمانے کا عجیب دستور رہا ہے کہ لوگ حق اور حق والوں کو جھٹلاتے رہے ہیں اور مذاق اُڑاتے رہے ہیں اور باطل والوں کا ساتھ دینے اور باطل پر **ڈٹے رہنے پر** بضد رہے ہیں۔ یہی سلوک مکہ کے باطل پرست یعنی مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ کرتے رہے۔

اہلِ باطل (یعنی کافروں) کا رویہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہی بات کو دہرائے چلے جاتے ہیں مثلاً وہ یہ تو گلہ کرتے رہتے تھے کہ یہ شخص ہمیں بتوں کی پوجا سے روکتا ہے اور بتوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ تمہارا نقصان کر سکتے ہیں، نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں تو انکو پوجنے کا کیا فائدہ.....؟

لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم انکو ''**الرحمٰن**'' کے متعلق بتاتے تھے، وہ بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے تھے حالانکہ ''**الرحمٰن**'' کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اسکی بات مان لوگے تو ہر طرح سے تم پر وہ رحم کرے گا، اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اور طریقہ انکا یہ تھا کہ ''**الرحمٰن**'' کا **نام لینے سے بھی وہ کتراتے** تھے۔ یہی مطلب ہے اس آیت شریفہ کا ''**وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ**''۔

ہماری حالت:

کچھ ایسی ہی بن گئی ہے کہ ہم باطل کو ترجیح دیتے ہیں اور حق کو ردّ کرتے ہیں۔ ہم اس حالت تک پہنچ چکے ہیں کہ عربی کی جگہ ہم انگریزی کو ترجیح دیتے ہیں، امانت کی پاسداری کی بجائے خیانت کرتے ہیں، سچ بولنے کی بجائے جھوٹ بولتے ہیں، اخلاق سے برتاؤ کرنے کی بجائے بداخلاقی سے برتاؤ کرتے ہیں اور سب سے بُری بات یہ ہے کہ ہم اپنے نمائندے اچھے لوگوں کو چھوڑ کر بُرے لوگوں کو چننے کی کوشش کرتے ہیں۔ شریف آدمی کا ساتھ دینے کی بجائے بدمعاش کا ساتھ دیتے ہیں۔

ایمانداری سے تجارت کرنے کی بجائے ذخیرہ اندوزی اور بھاؤ میں ہیر پھیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرنے کی بجائے ہم گانوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کفایت شعاری کی بجائے اسراف میں مبتلا ہیں۔ کسی کا حق دینے کی بجائے

اسکا حق مارنے کے دَرپَے ہوتے ہیں۔

نماز کو چھوڑ کر ہم فارغ بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔قرآن حکیم کو چھوڑ کر ہم ناول، ٹیلیویژن اور لیپ ٹاپ پر ڈرامے دیکھتے ہیں۔ہم سنجیدگی چھوڑ کر غیر سنجیدگی سے پبلک کا کام کرتے ہیں۔وقت کی پابندی کی بجائے، وقت ضائع کرتے ہیں۔

غیر سودی کاروبار کو چھوڑ کر جو کہ **رحمت ہی رحمت** ہے، ہم سودی کاروبار کو پسند کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ **کیساتھ جنگ** ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کی بجائے ہر وقت **گلے شکوے** میں رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے چھوٹے بڑے عذابوں سے جو ہم پر آتے رہتے ہیں، سبق لینے کی بجائے **بے نیازی کا رویہ** اختیار کرتے ہیں اور کچھ لوگ سائنس سے ان عذابوں کا آنا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ سائنس بنانے والا بھی اللہ تعالیٰ خود ہے۔

اسکے علاوہ اَور بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ ہمارا پورا معاشرتی نظام باطل بن چکا ہے۔

اسکا حل کیا ہے.....؟

خود غور کریں اور اپنے ضمیر سے پوچھیں.....!

ایمان کا زبان سے اقرار کر لینا (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ آپ کا ایمان سچ پر مبنی ہے۔اگر عمل سے ثابت نہیں کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ منافقت میں شامل ہو جائے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی ایمان کا ذِکر کیا ہے، اسکے ساتھ اعمال کا ذِکر بھی ہے مثلاً ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے **نیک عمل** کیے۔ان کیلئے جنت الفردوس کی مہمانی ہے''۔(دیکھیں سورہ الکہف ۱۸، آیت ۱۰۷) ''جس نے نیک عمل کیے، خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ ایمان لانے والا تو ہم اسکو ضرور جنت میں داخل ہوں گے''۔ (دیکھیں النساء ۴، آیت ۱۲۴) ''جس نے نیک کام کیے بشرطیکہ ہو وہ ایمان والا تو اسکو ظلم کا خوف ہو نہ کسی نقصان کا''۔(دیکھیں سورہ طٰہٰ ۲۰، آیت ۱۱۲) ''اور اپنے باہمی تعلقات درست رَکھو (یعنی تعلقات میں قرآن کریم واحادیث شریف کی ہدایات کو مدنظر رَکھو) اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حکموں پر چلو اگر واقعتاً تم اپنے آپ کو ایمان والے کہتے ہو''۔(دیکھیں سورہ انفال، آیت ۱)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً
وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا
ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ
اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ
اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا

ترجمہ ◄ (آیات ۴۸ سے ۷۱) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو الفرقان (یعنی تورات) عطا فرمایا جو کہ **روشنی** اور **نصیحت** تھی **متقی** لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے اس سے **ڈرتے رہتے** ہیں اور وہ [قیامت] آخرت کی گھڑی سے **بھی خوف** رکھتے ہیں۔ (اپنے اعمال کے حساب کے خیال سے ڈرتے ڈرتے کام کرتے ہیں) [۴۸-۴۹] (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک شاخ بنی اسرائیل تو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب تورات پر ایمان لے آئے)

اب ہم نے یہ ذِکر (**القرآن الحکیم**) نازل کیا ہے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ پر یعنی بنی اسماعیل) لیکن تم اسکو (غیر متوقع طور پر) ماننے سے انکار کر رہے ہو۔ (اے مشرکین) [۵۰]

ہم نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو **بہترین کردار و ذہانت** سے نوازا اور ہم اس (کے اعمال) کو خوب جانتے تھے۔ اسی لئے اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مورتیں (بت) کیا ہیں جن پر تم لوگ جمے ہوئے ہو؟ [۵۱-۵۲]

انہوں (یعنی مشرکین) نے کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ و اجداد کو انکی عبادت کرتے دیکھا۔ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ تم بھی اور تمہارے آباؤ و

عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ
مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ
مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ
اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا
لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا
بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى

اجداد بھی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔[۵۳-۵۴]

(کافر) لوگوں نے کہا (اے حضرت ابراہیم علیہ السلام!) کیا تو سچی بات کر رہا ہے یا ہم سے مذاق کر رہا ہے؟[۵۵]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ (تم غلطی پر ہو) تمہارا رَبّ تعالیٰ تو وہی رَبِّ کریم ہے جو آسمانوں اور زمین کا رَبّ تعالیٰ ہے اور انکا پیدا کرنے والا ہے اور میں اس بات پر تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔[۵۶] (تمہارے آباؤ و اجداد سراسر غلطی پر تھے۔انہوں نے نہ آسمانوں کو پیدا کیا، نہ زمین کو اور نہ وہ انکے رَبّ تھے)

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ) خدا کی قسم! میں تمہارے بتوں کی ضرور خبر لوں گا جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے (شہر سے باہر جشن منانے کیلئے) پھر اس نے انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے سوائے ایک بڑے بت کے تاکہ وہ (یعنی کافر قوم) اسکی طرف متوجہ ہوں۔[۵۷-۵۸] (اور شاید سیدھے راستے پر آ جائیں)

(قوم نے جب بتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کیساتھ یہ حال کس نے کیا ہے؟ وہ کوئی بڑا ہی ظالم شخص ہے۔آپس میں کہنے لگے کہ

يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ
عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا
ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ
فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا
يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ
اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

ہم نے ایک نوجوان کو انکے خلاف بات کرتے سنا ہے جسکا نام (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) ہے۔ انہوں نے کہا کہ پکڑ لاؤ اسکو تمام لوگوں کے سامنے تاکہ وہ اسکو دیکھ لیں۔[۵۹-۶۱] (یعنی اس کی خبر لیں)

پھر انہوں نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے پوچھا کہ کیا تو نے ہمارے خداؤں کیساتھ یہ حرکت کی ہے؟[۶۲]

اس نے کہا بلکہ یہ ان میں سے بڑے نے کیا ہے۔ انہی سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں۔[۶۳]

پھر ان لوگوں نے اپنے جی میں سوچا اور کہا کہ خود تم لوگ ہی ظالم ہو۔ (کہ بتوں کو پوج کر شرک کرتے ہو اور شرک ظلم ہے)[۶۴]

پھر انہوں نے (شرمندگی سے) سر جھکا لیے اور کہنے لگے کہ تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔[۶۵]

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ تو پھر تم کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انکی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہارا کوئی نقصان کر سکتے ہیں[۶۶]

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

افسوس ہے تم پر اور تمہارے ان بتوں پر جنکی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو۔ **کیا تم عقل نہیں رکھتے** ؟[۶۷] (لیکن اسکے باوجود انہوں نے اپنا طریقہ شرک نہیں چھوڑا بلکہ دُشمنی میں اور زیادہ سخت ہو گئے)

آخر انہوں نے کہا کہ اس (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو جلا ڈالو اور حمایت کرو اپنے خداؤں (یعنی بتوں) کی، اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے۔[۶۸] (پھر انہوں نے ایک چتا جلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا)

ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے حکم کیا کہ اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) پر۔[۶۹]

گو انہوں نے ارادہ کیا تھا (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کیخلاف ایک **بُرائی کا** (جلا دینے کا) لیکن ہم نے انہی کو بُری طرح ناکام کر دیا۔[۷۰]

پھر ہم (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو اور (حضرت) لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس زمین کی طرف نکال لے گئے جس میں ہم نے تمام لوگوں کیلئے برکتیں رکھی ہیں۔ (یعنی وہ علاقہ جو آج کل فلسطین اور شام ہے۔ اُس زمانے میں اِس خطے کو کنعان کہتے تھے)[۷۱]

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس قرآن حکیم کے ذریعے مشرکین مکہ سے مخاطب ہیں۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی تورات جو کہ متقی لوگوں کیلئے ہدایت اور روشنی تھی۔ اسی طرح مجھ پر یہ قرآن حکیم نازل ہوا ہے جو ہدایت اور روشنی ہے ان لوگوں کیلئے **جو متقی ہیں**۔

اے مشرکین مکہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے۔ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کی نسل سے ہوں۔ بنی اسرائیل نے تو شرک نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی جو کتابیں ان پر نازل ہوئیں، انکو انہوں نے مان لیا جس میں سب سے مشہور کتاب تورات ہے۔ اے مشرکین مکہ! اگر تم اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو **اپنا جد امجد مانتے** ہو تو پھر تم بت پرستی کیوں کرتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اسکی قوم نے بت پرستی بند کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے ہجرت کر لی اور ہجرت سے پہلے اسکو قتل کرنے کے لیے آگ میں بھی ڈالا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو بچا لیا۔

اے مشرکین مکہ! اب یوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھے بھی تم قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہو اور مجھے بھی یہاں سے ہجرت کرنی پڑے گی۔ تم نے نہ مجھے نبی مانا، نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کو تسلیم کیا۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ مجھ پر بھی ایمان لاؤ اور اس کتاب پر بھی جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

لیکن تم لوگ اس روش پر چل رہے ہو جس روش پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم چلتی تھی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام **ایک اللہ تعالیٰ** کو پوجنے والے تھے اور اپنی قوم سے اس بات پر جھگڑتے رہتے تھے کہ تم ان بتوں کو کیوں پوج رہے ہو جو نہ بولتے ہیں، نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں لیکن قوم انکی بات ماننے کی بجائے اپنی ہٹ دھرمی پر اَڑی رہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک چھوڑ کر کنعان (موجودہ شام اور فلسطین) کی طرف چلے گئے

اے مکہ والو! تمہارا حال بھی یہی ہے۔ تم اپنی بات پر اَڑے ہوئے ہو۔ انہی بتوں پر جن بتوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اَڑی ہوئی تھی حالانکہ تم دعویٰ کرتے

ہو کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو۔

اے موجودہ اُمتِ مسلمہ! ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُمت سے ہیں لیکن ہم نے بھی **بیشمار بت** پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پوجنے کی بجائے ہم ان بتوں کو پوجتے ہیں جن میں سب سے **بڑا بت اپنا نفس ہے**۔ ہم نہ قرآن حکیم کی پرواہ کرتے ہیں، نہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی، نہ ہی حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی۔ **ہم اپنے نفس کی پوجا کرتے** ہیں۔ جو وہ کہتا ہے، وہی ہم کرتے ہیں۔ خواہ اس چیز سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے کتنا ہی منع کیا ہو۔ کیا **سود، شراب، جوا، بے جا قتل و غارت** اور **ظالمانہ نظامِ حکمرانی** حرام نہیں کیے گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سود ایک بہت بڑی بُرائی ہے اور یہ گناہِ کبیرہ ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ جو سود لے گا، دے گا، وہ **میرے خلاف جنگ** کر رہا ہے لیکن **ہم اپنے نفس کی پرستش میں** سود کو بڑی مرغوب شے سمجھتے ہیں۔ جب تک ہم اس سے باز نہیں آتے اور دوسرے حرام کاموں سے، ہم بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم رہیں گے اور ہم زمانے میں ذلیل ہی ہوتے رہیں گے۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے، وہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت پر چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ''(آخرت میں) لوگوں کو وہی بدلہ ملے گا جو کچھ وہ (دُنیا میں) عمل کرتے تھے''۔ (دیکھیں سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۴۷)

''بیشک (مشرکین اور) وہ (منافقین) ناپاک ہیں اور انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ اس کسب (اعمال) کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے''۔ (دیکھیں سورۃ التوبہ ۹، آیت ۹۵)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے انکے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں۔ یہ مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلے جو وہ (دُنیا میں) کرتے تھے''۔ (دیکھیں سورۃ سجدہ ۳۲، آیت ۱۹)

''کوئی شخص نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے انکی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا کچھ (جنت میں) چھپا رکھا ہے۔ یہ انعام ہے ان نیک کاموں کا جو وہ (دُنیا میں) کرتے تھے''۔ (دیکھیں سورۃ سجدہ ۳۲، آیت ۱۷)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا
جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ
الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾
وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ
الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ

ترجمہ◄ (آیات ۷۲ سے ۸۰) (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اور ہم نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) عطا کیا اور (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) اسکے پوتے کے طور پر عطا فرمایا۔ ہم نے ان سب کو نیک بنایا تھا۔[۷۲]

اور ہم نے انکو لوگوں کا امام (یعنی لیڈر [Leader]) بنایا۔ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی ہدایت کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔ (اے مشرکین! تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی اولاد سے ہو لیکن اس نے تو کسی دوسری مخلوق کو خدا نہیں بنایا تھا)[۷۳]

اور (حضرت) لوط (علیہ السلام) کو ہم نے **حکمت** اور **علم** عطا فرمائے اور اس بستی سے ہم نے انکو نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی۔ وہ دَراصل قوم تھی ہی بُری، جرائم کرنے والی۔ (حضرت لوط علیہ السلام بھی نبی تھے اور انہوں نے بھی اپنی قوم کو وہی پیغام دیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیا تھا۔ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو تو بچا لیا اور قوم کو ہم نے تباہ کر دیا۔ اسی طرح ہم اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بچا لیں گے اور اے مشرکین! تم کو ہم تباہ کر دینگے)[۷۴]

سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ
﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور (حضرت) لوط (علیہ السلام) کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کر لیا، وہ نیک لوگوں میں سے تھا۔[۷۵]

اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) کا ذِکر کرو جبکہ پچھلے زمانے میں (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے اپنے رَبِّ کریم کو پکارا تو ہم نے اسکی دُعا قبول کی اور اسے اور اسکے گھر والوں کو ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ (حضرت نوح علیہ السلام کو ہم نے بچالیا اور اسکی قوم کو ہم نے غرق کر دیا۔ یہی حشر اے مشرکین! تمہارا بھی ہوسکتا ہے)[۷۶]

اور ہم نے اس (یعنی حضرت نوح علیہ السلام) کی مدد کی اسکی قوم کے مقابلے میں جس نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ یقیناً وہ بڑے بُرے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ (ممکن ہے کہ تمہارا حشر بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح کریں)[۷۷]

اور (حضرت) داؤد (علیہ السلام) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا قصہ بیان کرو جبکہ وہ دونوں ایک کھیت کے مقدمہ میں فیصلہ کر رہے تھے۔ (واقعہ یہ ہے کہ) رات کے وقت ایک قوم کی بکریوں نے دوسری قوم کی فصل کو خراب کر دیا اور ہم انکا فیصلہ خود دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کو سمجھا دیا حالانکہ ہم نے دونوں کو **حکمت** اور **علم** سے نوازا تھا۔ (اسی طرح ہم

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۙ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی **حکمت** اور **علم** سے نوازا ہوا ہے۔ جو کچھ وہ تم کو علم اور حکمت کی باتیں بتاتے ہیں، وہ بالکل درست ہیں۔ انکی بات کو سنو اور بت پرستی کو چھوڑ کر توحید کے راستے پر آ جاؤ)

(حضرت) داؤد (علیہ السلام) کیلئے ہم نے **پہاڑوں** اور **پرندوں** کو مسخر کر دیا جو اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے اور یہ (مسخر) کرنے والے ہم ہی تھے۔ (اے مشرکین! کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری ہی نسل کی ایک شاخ سے ایک ایسے نبی ہیں جنکی اطاعت پہاڑ اور پرندے بھی کر رہے ہیں اور تم اتنے بے عقل ہو کہ وہی پیغام تمہاری ہی نسل کا ایک نبی تمہیں دے رہا ہے اور تم سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تلاوت کرنے لگتا ہے تو تم شور مچا دیتے ہو)[۷۸-۷۹]

اور ہم نے (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کو تمہارے لیے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تا کہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔ تو پھر کیا تم شکر گزار نہیں ہوتے۔ (اے مشرکین! جو زرہ تم آج استعمال کر رہے ہو۔ یہ تمہاری نسل کے ایک نبی نے تیار کی تھی۔ کیا تم اپنے ہی خاندان کے بزرگوں کی قدر یہ کرتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے منصوبے بناتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نسل سے حضرت داؤد علیہ السلام تو حفاظت کیلئے زرہ بناتے تھے اور تم اپنے ہی قبیلہ کے نبی کو قتل کرنے کے منصوبے

بناتے ہو)[۸۰]

تشریح: نبیوں کا ذِکر جاری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا مختصر سلسلہ نسب

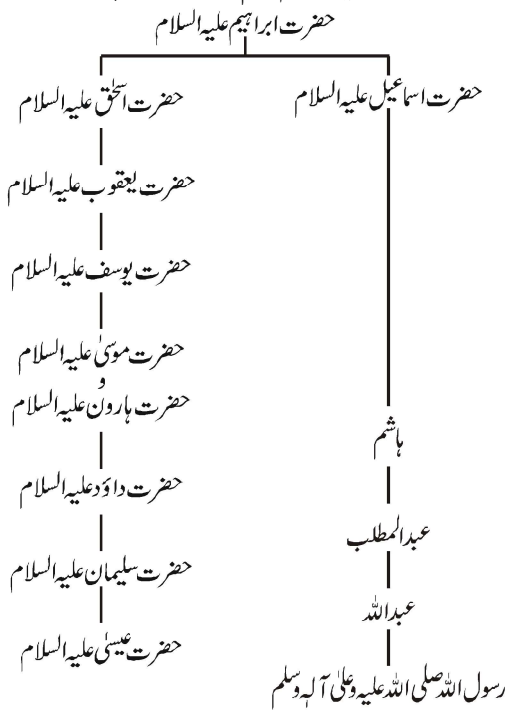

اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار نبی اور رسول بھیجے اور اس زمین پر کوئی ایسی بستی نہیں چھوڑی جسکی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہ بھیجا ہو۔ اکثر کیساتھ کتابیں بھی بھیجیں۔ مشہور کتابیں صحائف حضرت ابراہیم علیہ السلام، تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک ہیں۔

نبی اپنے زمانے کا چنا ہوا شخص ہوتا ہے جو بہترین انسانی اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون رہا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قوم کے **عالم** اور **حکمران ہوتے تھے** اور **انکا آئین** وہ ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ اپنی **وحی** کے ذریعے بھیجتا

تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن حکیم آخری آئین ہے اور یہ تمام دُنیا کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرمادو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔ میں تمہارا معلّم بھی ہوں اور حکمران بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شریعت قرآن حکیم اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنت پر مبنی ہے اور یہ شریعت ساری دُنیا کیلئے ہے کیونکہ ساری دُنیا کا فرض ہے کہ اس شریعت پر ایمان لے آئیں۔ قیامت میں ان سے پوچھا جائیگا۔ میرے وصال کے بعد نبوت نہیں ہوگی لیکن نہج نبوت پر خلافت ہوگی جو تقریباً تیس سال تک رہے گی پھر ملوکیت ہوگی (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خلافت مدینہ طیبہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میری حیات کے بعد تم میں سے زندہ رہنے والا بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تم پر میری اور میرے **ہدایت یافتہ** حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنت پر چلنا لازم ہے۔ اسکو مضبوطی کے ساتھ تھام لو گویا کہ اسکو دانتوں میں پکڑا ہوا ہے۔

تم نے دِین میں ایجاد کردہ نئی نئی باتوں سے لازماً بچنا ہے۔

کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

[مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۶/ ۱۵۷]

ہر مسلمان ملک نے اپنا اپنا آئین بنایا ہوا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کیلئے قرآن حکیم، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور سنت حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو آئین کے طور پر بھیجا ہے۔ ان سے رہنمائی لینے کا طریقہ یہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے **حضرت معاذ بن جبل** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا جب ان کو یمن کا گونر بنا کر بھیجا۔

سوال: اے (حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! شاید تم مجھے دوبارہ نہ دیکھ سکو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم فیصلے کیسے کرو گے؟

جواب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق۔

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پھر پوچھا کہ اگر وہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ملے تو کیا کرو گے؟

جواب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ پھر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں اسکا حل تلاش کرونگا۔

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پھر پوچھا کہ اگر اس مسئلے کا حل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں بھی نہیں ملتا تو کیا کرو گے؟

جواب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں اپنے قیاس اور استدلال سے فیصلہ کرونگا۔

اگلے سال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی وفات ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسی اصول پر کام کرتے رہے۔ کوئی نیا آئین نہیں بنایا اور یہی طریقہ پہلی جنگِ عظیم تک مسلمان ممالک کے خلفاء اپناتے رہے۔

پھر نظامِ خلافت ٹوٹ جانے کے بعد ہر ملک نے اپنی علیحدہ حکومت بنالی اور اپنا اپنا آئین بنا کر بیٹھ گئے۔

اب زمانہ ہے کہ ہم دوبارہ اسی آئین پر آئیں جو قرآن حکیم اور احادیث شریف میں ہے اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طرزِ عمل کو رہنما کے طور پر استعمال کریں۔

ان آیات مبارکہ میں ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذِکر کرنے کا یہی مطلب ہے کہ ہر نبی نے اپنے زمانے میں وہ آئینِ زندگی اپنے لیے اور اپنی قوم کیلئے اپنایا ہوا تھا جو ان پر وحی کے ذریعے آتا تھا اور ہر نبی کے **آئین کی بنیاد توحیدِ باری تعالیٰ** اور **رسالت** پر ہوتی تھی۔

حکمرانی کے سلسلے میں خاص طور پر دو مزید باتوں کا ذِکر فرمایا کہ ''ان (یعنی حضرت

داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام) کو علم دیا اور حکمت عطا کی''۔ علم اور حکمت کے بغیر حکمرانی کا فریضہ اَدا نہیں ہوسکتا۔ آج کل حکمران وہ بنتا ہے جس نے قرآن حکیم شاید ہی کبھی اُٹھا کر دیکھا ہو اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی کتاب تو گھر میں موجود ہی نہیں ہوگی۔ ایک کامیاب حکمران کیلئے اسکی میز پر ان چار کتابوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) قرآن حکیم
(۲) احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم و سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم
(۳) سیرتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
(۴) حیاتِ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یاد رہے کہ زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جیسے آسمانوں کی۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

تو صاف ظاہر ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا آئین ہی نافذ ہونا چاہیے۔

تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانے کے بہترین انسان تھے۔

آج کل کے حکمران بھی معاشرے کے بہترین انسان ہونے چاہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کوئی حاکم فیصلہ کرتے وقت کوشش کرتا ہے کہ حقدار کو پورا حق دلایا جائے تو اسکو دو اَجر ملتے ہیں۔ (ایک حقدار کو حق دلوانے کا اور دوسرا اجتہاد کی کوشش کا) اگر اسکا فیصلہ غلط بھی ہوا باوجود خلوصِ نیت اور محنت و مشقت کرنے کے تو اسکے لیے ایک اَجر ہے''۔ (جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب عادل حاکم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیٹھے گا اور سب سے زیادہ جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا، وہ ظالم حکمران ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے دُور بیٹھنے والا ہوگا'' (جامع ترمذی جلد اوّل حدیث ۱۱۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کوئی حاکم اپنی رعایا کی ضروریات پوری نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس حاکم کی ضروریات پوری نہیں کرتا''۔ (جامع ترمذی، جلد، حدیث ۱۱۹۶)

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى
الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ
عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ
وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ
﴿۸۲﴾ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ
فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ◄ (آیات ۸۱ سے ۹۷) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کیلئے **ہم نے تیز ہوا کو اسکے تابع فرمان** کر دیا جو اسکے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ ہم **ہر چیز کا علم** رکھنے والے ہیں۔[۸۱]

اور **شیاطین** کو بھی ہم نے اسکے **تابع** بنا دیا جو اسکے لیے غوطے لگاتے اور دوسرے کام کرتے تھے۔ ان سب کی نگہبانی کرنے والے **ہم ہی** تھے۔[۸۲]

اور (حضرت) ایوب (علیہ السلام) کا تذکرہ کرو۔ اس نے اپنے رَبِّ کریم کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (لہٰذا مجھ پر رحم فرما اور شفا عطا فرما)[۸۳]

ہم نے اسکی دُعا قبول کر لی اور جو بیماری اسکو تھی، اسکو دُور کر دیا اور پھر ہم نے اسکے اہل وعیال اور اتنے ہی اَور اپنی رحمت سے اسے دیئے اور اسلئے بھی کہ یہ بندگی کرنے والوں کیلئے ایک سبق آموز واقعہ بن جائے۔[۸۴] (یعنی صبر کا سبق)

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۸۵ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۷ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ

(حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) اور (حضرت) ادریس (علیہ السلام) اور (حضرت) ذوالکفل (علیہ السلام) کا بھی ذِکر کرو۔ یہ سب صبر کرنے والے لوگ تھے۔ ہم نے انکو **اپنی رحمت میں داخل** فرمایا (انکو نبوت عطا فرمائی) اور وہ صالح بندوں میں سے تھے۔[۸۵-۸۶]

اور مچھلی والے کا ذِکر کرو جبکہ وہ اپنے غصے میں اپنی قوم سے بھاگ گیا اور اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت نہیں کر سکتے۔ آخر اس نے تاریکیوں میں سے ہمیں پکارا، ایسے کہ ''**لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ**''۔ اے اللہ تعالیٰ! تیرے سوا کوئی اَور اللہ نہیں ہے، تیری ذات پاک ہے ہر نقص سے۔ حقیقت میں قصور تو میرا ہی ہے۔[۸۷]

ہم نے اسکی یہ دُعا قبول کی اور غم سے اسکو نجات دی۔ اسی طرح ہم مومنین کو **بچالیا کرتے** ہیں۔ (مصیبتوں سے)[۸۸]

(حضرت) زکریا (علیہ السلام) کا ذِکر کریں۔ اس نے اپنے رَبِّ کریم کو

الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى
وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى
الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا
خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِىْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا
مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ
هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا
رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ

پکارا کہ اے میرے رَبِّ کریم! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا گو بہترین وارث تو تُو ہی ہے۔ ہم نے اسکی دُعا قبول کی اور اسکو (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) عطا کیا اور اسکی بیوی کو تندرست کر دیا۔ یہ لوگ نیکی کے کاموں میں بہت تیز تھے اور **ہمیں اُمید** اور **خوف** کیساتھ پکارتے رہتے تھے اور **ہمارے آگے عاجز بن کر** رہتے تھے۔[۸۹-۹۰]

اس خاتون کا ذِکر کرو (یعنی حضرت مریم علیہا السلام) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی۔ اسکے اندر **ہم نے اپنی روح پھونک دی** تھی۔ اسے اور اسکے بیٹے کو لوگوں کیلئے نشانی بنایا۔[۹۱]

یہ ہے **تم سب کا دِین، ایک ہی دِین** اور میں ہی **تمہارا رَبّ تعالیٰ** ہوں۔ پس تم میری ہی عبادت (یعنی فرمانبرداری) کیا کرو۔[۹۲]

مگر لوگوں نے خود آپس میں دِین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (ایک دِین کے کئی دِین بنا ڈالے) آخر کار سب نے لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے۔[۹۳]

پھر جو نیک عمل کریگا، ایمان کیساتھ تو اسکے کام کو نظر انداز نہیں کیا جائیگا اور

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾
وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾
حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ
كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ
فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا
قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

اسکے اعمال ہم لکھتے جا رہے ہیں۔[۹۴]

اور ممکن نہیں ہے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو، وہ کبھی پھر واپس آ سکے حتیٰ کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور ہر بلندی سے وہ اُمڈ آئیں گے۔[۹۵-۹۶] (تو قیامت برپا ہونے میں بالکل قریب ہوگی اور پھر تمام ہلاک شدہ بستیوں کے باشندوں کو ہم دوبارہ زندہ کر کے اپنے سامنے لا کھڑا کریں گے)

اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) قریب آ جائیگا تو یکا یک ان لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا تھا (یعنی آخرت پر ایمان نہیں لائے تھے)۔ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی! ہم اس سے تو بالکل غفلت میں پڑے رہے بلکہ ہم حقیقتاً خطا کار تھے۔[۹۷]

تشریح: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذِکر جاری ہے۔

ان آیات مبارکہ میں جن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذِکر کیا گیا، وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام
(۲) حضرت ایوب علیہ السلام
(۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام
(۴) حضرت ادریس علیہ السلام

(۵) حضرت ذوالکفل علیہ السلام
(۶) حضرت ذوالنون علیہ السلام (یعنی حضرت یونس علیہ السلام)
(۷) حضرت زکریا علیہ السلام
(۸) حضرت یحییٰ علیہ السلام
(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ان سب کا ذِکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں، اپنی اپنی اُمت کو **ایک ہی درس دینے** کیلئے بھیجے گئے ہیں کہ **ساری کائنات** کا رَبّ تعالیٰ اور تمہارا رَبّ تعالیٰ اے مشرکین مکہ! ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے اور ایک ہی **اسکا آئینِ زندگی** ہے جو سب قوموں پر مختلف نبیوں کے ذریعے بھیجا گیا لیکن انسان شیطان کے پنجے میں آ کر اس **اصلی دِین** کی بنیاد کو بدلتا رہا اور بہت سے دِین بن گئے اور بہت سی قوموں نے اصلی دِین کو **بدل کر جھوٹے دِین** میں تبدیل کر دیا یعنی شرک جس کی کئی قسمیں ہیں۔

اے مشرکین اور یہود و نصاریٰ! اب جو دِین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے تم کو دیا جا رہا ہے، وہی دِین ہے جو پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا تھا۔ اس **دِین کو قبول** کر لو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے جانے کے بعد اس میں اگر اختلاف کرو گے تو پہلی اُمتوں کی طرح **تم بھی ہلاک** ہو جاؤ گے۔ اب یہی دِین قرآن کریم اور سنتِ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی صورت میں قیامت تک تمام **اقوامِ عالم** کیلئے ہے۔ نہ کوئی اَور نبی آئیگا اور نہ کوئی نئی شریعت آئیگی۔

اے دُنیا کے تمام لوگو! سن لو کہ جو اس دِین پر ایمان لے آئے گا، وہ کامیاب ہو گا یعنی جنت میں جائیگا اور جو اس دِین سے انحراف کریگا، وہ پہلی اُمتوں کی طرح ہلاک ہو جائیگا اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

○.....○.....○

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ
جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً
مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا
زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ
لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا
يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ
اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ
وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۹۸ سے ۱۱۲) (اے مشرکو!) تم اور تمہارے وہ رَبّ جن کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے رہے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں۔ تم بھی وہاں ہی جاؤ گے۔ اگر یہ واقعتاً رَبّ ہوتے تو وہاں نہ جاتے اور اب تم سب اور تمہارے جھوٹے رَبّ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔[۹۸-۹۹]

وہاں وہ چیخیں چلائیں گے (اور شور اتنا ہوگا کہ) کچھ سنائی نہ دے گا۔[۱۰۰]

وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی اچھے اَجر کا فیصلہ ہو چکا ہے (یعنی جنت)، وہ اس (جہنم) سے دُور رَکھے جائیں گے۔ وہ اس (یعنی جہنم) کی سرسراہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ اپنی دِل پسند چیزوں میں ہی رہیں گے[۱۰۱-۱۰۲]

وہ گھبراہٹ کے وقت (یعنی قیامت کے دِن) **ذرا بھی پریشان نہ ہوں** گے اور **فرشتے ان کا استقبال** کریں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دِن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (جنت کا وعدہ)[۱۰۳]

تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ
لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا
عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ
مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ
الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ
﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا
يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى

اس دِن آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رَکھ دیں گے جیسے طومار میں اوراق (یعنی کاغذ بنڈل میں) لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے **کائنات کی تخلیق کی ابتدا کی** تھی، اسی طرح ہم پھر اس کی **دوبارہ تخلیق** کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذِمے، یہ ہم ہی کر کے رہیں گے۔[۱۰۴]

انسان کو نصیحتوں کا ذِکر کرنے کے بعد ہم نے زبور میں لکھ دیا تھا کہ زمین (یعنی جنت کی زمین، ارض الجنّہ) ان لوگوں کی وراثت ہوگی جو میرے نیک بندے ہوں گے۔ اس میں **بہت بڑی خبر ہے بندگی** کرنے والوں کیلئے۔ (کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جنت انکی ہمیشہ کیلئے وراثت بن جائے گی)[۱۰۵-۱۰۶]

ہم نے تو تمہیں سب جہانوں کیلئے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
(تمام اقوامِ عالم، تمام عالم جنات، جہانِ دُنیا اور جہانِ آخرت کیلئے)[۱۰۷]

(**تمام اقوامِ عالم کو**) کہو کہ میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ تو یہ ہے کہ تمہارا رَبّ تعالیٰ ایک ہی اللہ بزرگ و برتر ہے تو تم اس بات کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔[۱۰۸]

سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں نے تو **تم کو اور تمام عالم انسانیت کو بلا استثنا خبردار** کر دیا ہے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ چیز (یعنی عذاب دُنیا اور آخرت) جسکا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، قریب ہے یا بعید، اللہ تعالیٰ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو اعلانیہ تم کہتے ہو اور وہ بھی جو تم خفیہ (چھپ کر) کہتے ہو۔[۱۰۹-۱۱۰]

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہ مہلت تمہارے لیے ایک امتحان کا ذریعہ ہے اور تمہیں ایک وقتِ معین کیلئے موقع دیا جا رہا ہے۔ (کہ آیا تم ایمان لاتے ہو یا نہیں)[۱۱۱]

(پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے) کہا کہ اے میرے رَبِّ کریم! حق کیساتھ فیصلہ فرما دے۔ اے دُنیا کے تمام منکرین حق! (سن رکھو) جو تم باتیں گھڑتے ہو (نبی اور اسکے پیغام کے خلاف) انکے مقابلے میں ہمارا (یعنی رسول اور مومنین کا) **رَبّ الرحمٰن** ہی مدد کرنے والا ہے۔[۱۱۲]

تشریح: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو بھی دوسری چیزوں کو اپنا خدا بنائے گا، وہ بالآخر جہنم میں جائیگا۔

قرآن حکیم میں آیا ہے کہ ''**اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○**'' (التوبہ ۹، آیت ۳۱) ترجمہ ''ان لوگوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رَبّ بنالیا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور اسی طرح (نصاریٰ نے) حضرت مسیح ابن مریم

علیہ السلام کو بھی رَبّ بنالیا ہے حالانکہ انکو حکم دیا گیا تھا کہ رَبِّ واحد کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں (کیونکہ) اسکے سوا کوئی دوسرا رَبّ کائنات میں ہے ہی نہیں۔ وہ بہت پاک ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں''۔

بت پرستی کسی نہ کسی صورت میں ہر زمانے میں رہی ہے۔

ایک اَور طریقہ رَبّ بنانے کا وہ ہے جو ہم آج بھی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں جیسے ہم کہتے ہیں اور ہمارا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ ''**دام بنائے کام**'' یعنی دولت ہی کام بناتی ہے۔ ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر نہیں بلکہ **وسائل** پر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اسکی مثال یہ ملتی ہے جب جنگِ حنین میں فوج نے اپنی تعداد (وسائل) پر بھروسہ کرلیا اور کہنے لگے کہ آج تو ہم جیتیں گے ہی جیتیں گے پھر یہ ہوا کہ میدانِ جنگ میں وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جو کہ اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے تھے کیساتھ آ کر ملے گئے۔ اپنی تعداد پر بھروسہ کرنا بھی وسائل کو رَبّ بنانا ہے۔ (**دیکھیں سورۃ التوبۃ ۹، آیت ۲۵**)

مصیبت آنے پر پہلے ہم اپنے وسائل پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انہی کو ہم رَبّ سمجھتے ہیں۔ جب کام نہیں بنتا تو پھر ہم مجبوری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں حالانکہ کام بنانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دوسرے تمام وسائل کام بنانے میں ذرا بھی اہمیت نہیں رَکھتے **جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ دے**۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''**وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ**''۔ (الحج ۲۲، آیت ۷۶) ترجمہ ''تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے'' (اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)

اللہ تعالیٰ چاہے تمہاری **تدبیر** اور **منصوبے** کو ناکام کردے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہارے **وسائل** اور **طاقت** کو **نیست و نابود** کردے اور چاہے تو تمہارے منصوبے کو کامیاب کردے۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ:

مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد اس بات پر متفق ہے کہ یہاں ''ارض'' کا مطلب ''ارضِ جنت'' ہے یعنی جو بھی نیک اعمال کریگا، وہ جنت کا وارث ہوگا۔ وہ جو بُرے اعمال کرے گا، جنت کا وارث نہیں بنے گا۔

حجرِ اسود کی موجودگی بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جنت کی ترکیب بھی اس زمین جیسی ہے جس پر ہم بس رہے ہیں۔ اگر حجرِ اسود کے اجزاء اس زمین سے مختلف ہوتے تو یہ اب تک تحلیل ہو چکا ہوتا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **شخصیت** اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **تعلیم** اور **نظام** جو لے کر وہ آئے، اس زمین پر **تمام مخلوق** کے لیے **رحمت** ہے اور آخرت میں بھی حساب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **شفاعت** سے لوگ فائدہ اُٹھائیں گے۔

اے اقوامِ عالم! اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رحمت کا حصہ دار بننا چاہتے ہو تو ان پر ایمان لے آؤ کیونکہ استدلال سے یہ بات واضح ہے کہ جو بھی ان پر ایمان نہیں لائے گا، وہ انکی رحمت میں شامل نہیں ہوگا۔

اب آپکی قسمت آپکے ہاتھ میں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے گروہِ خواتین! نیکی کیا کرو کیونکہ میں تم میں اکثریت کو جہنمی دیکھتا ہوں''۔ عورتوں نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اس کی کیا وجہ ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''تم آپس میں ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرتی ہو

۲) تم شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو

۳) اور تم ناقص العقل ہو اور ناقص دِین ہو''۔

خواتین نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! ہمارے دِین اور عقل میں کیا کمی ہے؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عقل کا نقصان یہ ہے کہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی شہادت قبول ہے اور دِین کا نقص یہ ہے کہ ماہواری کے دِنوں میں نہ تو نماز اَدا کر سکتی ہو اور نہ روزہ رَکھ سکتی ہو''۔

([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷)

۝.....۝.....۝

اَلحَج ۲۲

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۷۸ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۰) اے (تمام دُنیا کے) لوگو! اپنے رَبّ تعالیٰ سے ڈَرو (اور نیک کام کرو) کیونکہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی ہولناک چیز ہے۔[۱]

(اتنی ہولناک چیز ہے کہ) عورت دودھ پیتے بچے سے (یکدم) غافل ہو جائیگی (اسکو چھوڑ دے گی اور ہولنا کی کے اَثر سے) جو حاملہ ہوگی، اسکا حمل گر جائیگا اور لوگوں پر نشے کی کیفیت دیکھو گے حالانکہ وہ (حقیقتاً) نشہ میں نہیں ہونگے بلکہ یہ اللہ

عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ
فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳ لا
كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ
اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ
رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ
مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ
وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ط وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا
نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ

تعالیٰ کے **عذاب کی شدت** کی وجہ سے ہوگا۔[۲]

لوگوں میں بعض (منکرین حق) ایسے ہیں جو بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور ہر باغی شیطان (انسان اور جنات میں سے) کی پیروی کرنے لگتے ہیں حالانکہ یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو بھی شیطان (انسان اور جن) کو دوست بنائیگا، وہ اسے گمراہ کر دیگا اور عذابِ جہنم کا راستہ دکھائے گا۔[۳-۴]

اے (**تمام دُنیا کے**) **لوگو**! اگر تمہیں دوبارہ زندہ اُٹھائے جانے میں کچھ شک ہے تو (تم اس بات پر ذرا غور کرو کہ) ہم نے پہلے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک قطرہ پانی (نطفہ) سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جو مکمل بھی ہو سکتی ہے اور نامکمل بھی تا کہ ہم تم پر ہمارا **قادرِ مطلق** ہونا واضح کر دیں۔ ہم نطفہ کو ایک خاص وقت تک رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو ایک بچے کی حالت میں پیدا کرتے

مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ
عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ
زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ
يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ۙ
وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ
مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي

ہیں۔ پھر تم اپنی **پوری جوانی** کو پہنچ جاتے ہو۔ تم میں سے بعض کو ہم موت دے دیتے ہیں اور بعض کو **اس نکمّی عمر** تک لے جاتے ہیں جس میں تم سب کچھ جاننے کے بعد کچھ نہیں جانتے۔

(**دوبارہ زندہ** اُٹھنے کی مثال پر ذرا غور کرو) ایک مُردہ زمین (بے آباد، خشک، بنجر) کو تو دیکھو کہ جب ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو یہ پھیل اور پھول جاتی ہے اور ہر قسم کی خوبصورت **نباتات** اُگاتی ہے۔ (اسی طرح قیامت کے روز مُردے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اُٹھائے جائیں گے)[۵]

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے جو کہ سچا ہے اور یقیناً وہ مُردوں کو زندہ کریگا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۶]

(**اے دُنیا کے تمام انسانو!**) یقین کرلو کہ آخرت کی گھڑی آ کر رہے گی (اور اعمال کا حساب لیا جائے گا) اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کو دوبارہ زندہ اُٹھائے گا جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔[۷]

بعض لوگ ایسے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر **کسی علم** کے اور

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰

ہدایت کے (یعنی **تربیت کے بغیر**) اور **روشن کتاب** (یعنی قرآن حکیم) کے علم کے بغیر بحث کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور پھر دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ **سے گمراہ** کرتے ہیں۔ ایسے شخص کیلئے دُنیا میں ذِلت کا عذاب ہے اور قیامت کے دِن تو اسکو ہم آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔[۸-۹]

یہ ہے تیرا وہ مستقبل اے انسان (منکرِ حق)! جو تیرے **اپنے ہاتھوں** (کے اعمال) نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (بلکہ انسان خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے)[۱۰]

تشریح: **یہ انسانی فطرت** ہے کہ ایک شخص کام میں دلچسپی یا تو **خوف** کی وجہ سے لیتا ہے یا **شوق** کی وجہ سے۔ قرآن حکیم میں جہنم کا بھی خوف دلایا گیا اور جنت کا بھی شوق دلایا گیا۔ بعض انسان جہنم کے خوف سے بُرائی سے بچتے اور بعض انسان جنت کے شوق میں بُرائی سے بچتے اور نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں لیکن اعلیٰ ترین دَرجہ یہ ہے کہ **انسان اللہ تعالیٰ سے خوف میں رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈَرنے والا ہوں''۔[مشکوٰۃ]

سب نبی علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے عام انسانوں کی نسبت زیادہ ڈَرتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے **اللہ تعالیٰ کی عظمت** کو زیادہ جانتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''علم بہت بڑا پردہ ہے''۔ (کشف المحجوب)

ہمیں چاہیے کہ آخرت سنوارنے کیلئے ہم جنت کا شوق پیدا کریں اور جہنم کا خوف اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید بھی رکھیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے بھی رہیں۔

یہ مشکل بھی نہیں ہے۔ اگر آپ روزانہ اسکی مشق کریں کہ جب کوئی کام کرنے لگیں تو یہ دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے **راضی** ہوگا یا **ناراض** ہوگا۔ یہ جہنم کا کام ہے یا جنت کا۔ یہ شیطان کا کام ہے یا اللہ تعالیٰ کا کام۔ اگر آپ اسکی مشق کرتے رہیں گے تو پھر ایک دِن آئیگا کہ آپکی یہ عادت **فطرتِ ثانیہ** بن جائیگی اور آپ عوام الناس میں چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونگے اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ قبر میں حساب کتاب شروع ہونا ہے اور قیامت کا آنا یقینی ہے اور پھر مکمل حساب کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے میں کوئی شک نہیں لہٰذا روزمرہ کی زندگی میں یہ یقین کرلو کہ ایک دِن مرنا ضرور ہے اور اسکا علم بھی ہمیں وقت سے پہلے نہیں بتایا گیا لہٰذا ہر وقت موت کیلئے تیار رہو اور موت کو یاد رکھنے کیلئے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''کبھی کبھی قبروں کی زیارت کیا کرو''۔[مشکوٰۃ]

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۹۴۵)

نوٹ: غنیمت جاننے کا مطلب یہ ہے کہ جوانی میں جتنی زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکتے ہو، کرلو۔ بڑھاپے میں تو انسان کے تمام اعضاء بشمول دماغ، آنکھیں، کان اور دِل وغیرہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت آدمی عبادت بھی نہیں کرسکتا اور بعض لوگوں کی تو حالت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ کسی کو پہچان بھی نہیں سکتے۔ اس حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے اور نوجوانی میں جتنا بھی ہو سکے، **اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرو۔**

ایک اَور حدیث مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو انسان ساری عمر نیک عمل کرتا ہے جب وہ عمل **بیماری کی وجہ** سے یا **بڑھاپے کی وجہ** سے چھوٹ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو وہی ثواب دیئے چلا جاتا ہے جب تک کہ وہ تندرست نہ ہوجائے یا موت نہ آجائے۔

يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِىْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ
اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ
انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ قف خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ
لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱ سے ۱۶) اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کمزور ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔ اگر اس کے حالات ٹھیک ہوئے تو وہ مطمئن رہتا ہے۔ اگر کوئی مصیبت آ گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں بھی اس نے نقصان اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔ یہ ہے انسان جو سب سے زیادہ واضح طور پر نقصان اُٹھانے والا ہے۔ (اے ایمان لانے والو! اپنے ایمان کو **ہر دَم مضبوط کرتے رہو** اور **ثابت قدمی** اور **صبر کو مت چھوڑو**)[۱۱]

پھر وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان سے دُعائیں (مدد کیلئے پکارتا ہے) مانگتا ہے جو نہ اسکا **نقصان** کر سکتے ہیں اور نہ اسکو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اس طرح گمراہی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ (شرک کر کے)[۱۲] (قبر میں پڑے ہوئے بزرگ، بت وغیرہ، اجرام فلکی)

دَراصل وہ ان ہستیوں کو پکارتا ہے جنکا نقصان انکے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ کیسی بدترین یہ ہستی اسکی سرپرست ہے اور کیسی بدترین یہ ہستی اسکی دوست ہے۔ (یعنی جھوٹے خدا)[۱۳]

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

اسکے برعکس جو (مضبوط) ایمان لائے اور انہوں نے عمل نیک کیے، اللہ تعالیٰ انکو ایسے باغات میں داخل کریگا جن میں دریا بہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کرگزرتا ہے۔ (جو شخص اپنے ایمان سے پھر گیا، ہم اسکی مدد نہیں کرتے۔ جو ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے، ہم اسکی مدد کرتے ہیں اور نیک عمل کی توفیق دے دیتے ہیں) [۱۴]

جو شخص یہ خیال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کی مدد دُنیا اور آخرت میں نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ ایک رسّی آسمان تک تان لے پھر **سلسلہِ وحی کو کاٹ** دے تو غور کرنا چاہیے کہ آیا اسکی یہ تدبیر اسکی بے صبری کو کم کرسکتی ہے اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن پاک) کو اُتارا ہے کھلی ہوئی یہ نشانی (بنا کر) اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ **جسکے لیے ارادہ** کرتا ہے، اسے ہدایت کر ہی دیتا ہے۔ [۱۵-۱۶]

تشریح: ان آیات مبارکہ کا لبِ لباب یہ ہے کہ انسان اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ عافیت کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرے، مصیبت کے وقت صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے حالات کے بدلنے کی اُمید رکھے۔ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری ہستیوں کی طرف مدد کیلئے رجوع کرنا اپنے کیے ہوئے نیک اعمال کا ضائع کرنا ہے کیونکہ یہ شرک ہے جو گناہِ عظیم ہے۔ اس سے ساری نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جب تم مجھ سے دُعا کرتے ہو تو میں قریب ہی ہوتا ہوں اور میں تمہاری دُعا کو

سنتا ہوں اور میں اسکا مداوا کرتا ہوں''۔(**دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۸۶**)

اللہ تعالیٰ کا دامن کسی حال میں نہ چھوڑیں۔اس نے ایمان والوں کی مدد کرنا اپنے ذِمہ لے رَکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ''**الحق**'' ہے اور **سچی بات** ہی کرتا ہے۔قرآن حکیم میں ہے کہ''**وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○**''(الروم ۳۰، آیت ۴۷) ترجمہ''مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے''۔

مومنین کا مطلب پکے ایمان والے مسلمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مکمل فرمانبرداری کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ''مجھے ایسا عمل بتائیں جس سے میں جنت میں چلا جاؤں''۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرا

۲) فرض نمازوں کو اَدا کر

۳) مقررہ زکوٰۃ دیا کر

۴) رمضان المبارک کے روزے رَکھا کر''۔

یہ سن کر اس دیہاتی نے کہا کہ''اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس میں نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی''۔یہ کہہ کر جب وہ واپس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جو شخص چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲)

نوٹ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ساری دُنیا کے لیے نبی بن کر آئے تھے اسلئے دُنیا کے تمام انسانوں پر یہ فرض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت پر ایمان لائیں۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائیں اور قرآن کریم پر ایمان لائیں۔

ے یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ
وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖ اِنَّ
اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ
وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ
وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ
مَا يَشَآءُ ﴿۱۸﴾ السجدة هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز

ترجمہ ◄ (آیات ۱۷ سے ۲۵) جولوگ ایمان لائے ہیں یا یہودی ہیں یا صابی ہیں یا نصاریٰ ہیں یا **مجوسی** یا **مشرکین** ہیں، ان سب کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے روز **فیصلہ** کر دیگا (کہ کون **حق** پر تھا اور کون **حق پر نہیں** تھا) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔[۱۷]

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ **اللہ تعالیٰ** کے **سامنے سب سجدہ** کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور جو بھی زمین میں ہیں اور سورج بھی اور چاند بھی اور ستارے بھی اور پہاڑ بھی اور درخت بھی اور جانور بھی اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے **مستحق** ہو چکے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ **ذلیل** کرے، اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کر لیتا ہے۔[۱۸]

(اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ) دو فریق ہیں جو رَبّ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ان میں سے وہ فریق جنہوں نے کفر کیا، ان کیلئے آگ کے

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ
يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۚ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا
فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ؕ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ
حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ
غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾
اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ
وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ

لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ انکے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائیگا جس سے انکے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ گل جائیگا اور انکی کھالیں بھی اور انکے لیے سزا دینے کو لوہے کے ہتھوڑے ہونگے۔ (**یہ ہے جہنمی فریق**)[۱۹-۲۱]

جب کبھی یہ لوگ شدتِ غم سے جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو انکو واپس دھکیل دیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔[۲۲]

دوسرا فریق وہ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اللہ تعالیٰ انکو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن میں دریا بہہ رہے ہونگے۔ وہاں انہیں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائینگے اور انکا لباس ریشم کا ہوگا۔[۲۳]

انکو **پاکیزہ** بات کرنے کی توفیق بخشی جائیگی اور انہیں ''**صراط الحمید**'' یعنی لائقِ حمد کا راستہ دکھایا جائیگا۔[۲۴] (یعنی اللہ تعالیٰ کا راستہ)

الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾

جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا (یعنی مشرکین) اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو **روکتے** ہیں اور **مسجدِ حرام** سے بھی جسکو سب انسانوں کیلئے برابر بنایا ہے خواہ وہ مقامی لوگ ہوں یا باہر سے آنے والے، جو بھی اس (مسجدِ حرام میں) راستی سے ہٹ کر **ظلم کا طریقہ** اپنائے گا تو ہم اسکو دَردناک عذاب دینگے۔ (یہ مشرکین ہیں جو خود پاک نہیں ہیں کہ مسجد حرام میں داخل ہوسکیں۔ اُلٹا یہ پاک لوگوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں) [۲۵]

تشریح: **دُنیا کے تمام انسانوں** کے لیے یہ **لازم** ہے کہ اس خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لائیں۔ اب ان کے پہلے ایمان اور عقیدے ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**'' (سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان کر دو کہ اے ''**تمام دُنیا کے انسانو**''! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا **بادشاہِ مطلق** ہے۔ اب اس نے دُنیا کے لیے آخری شریعت بھیجی ہے جو پہلی تمام شریعتوں کا مجموعہ ہے اور اسی نے حکم دیا ہے کہ پہلی تمام شریعتوں کو چھوڑ کر اس آخری شریعت کو قبول کریں اور اسی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ یہ شریعت ہمارے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے تم پر بھیجی گئی۔

قیامت تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ میں چونکہ **بادشاہِ مطلق** ہوں اور میرے علاوہ اَور کوئی بادشاہ اور حکمران نہیں ہے تو میرا ہی حکم تمہیں چارونا چار ماننا پڑیگا۔

پہلے جو ہو چکا، سو ہو چکا۔ اب مرنے سے پہلے جو اس شریعت پر ایمان نہیں لائے گا اور عمل نہیں کرے گا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو بڑے گروپ بنا دیئے ہیں۔

پہلا گروہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ واحد پر اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت پر اور قرآن حکیم پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور مرتے دَم تک منکر ہی رہتے ہیں۔ یہ گروہ جہنمی ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لے آتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نبی آخر الزماں مان لیتا ہے اور قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانتا ہے، یہ گروہ جنتی ہے۔

مان لینے کا مطلب یہ ہے کہ

۱) اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کیا جائے۔

۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حکموں کو مانا جائے اور ان کے نقش قدم پر چلا جائے۔

۳) اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ہر حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ہر عمل اور ہر نقش قدم قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ ان کو سمجھیں گے تو عمل کریں گے۔

قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے وسیع حدیثوں کا ذخیرہ آپ کے ذہن میں موجود ہونا چاہیے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف سمجھنے کے لیے عربی زبان کا علم حاصل کرنا چاہیے۔

Nothing Venture Nothing Have

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

ہمارے راستے میں ایسی جدوجہد کرو جیسا کرنے کا حق ہے

۝.....۝.....۝

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ
بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ
فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ
اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ
بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ
الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۲۶ سے ۳۳) ہم نے (سیدنا حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو **اپنے گھر** کے پاس ٹھکانہ دیا اور کہا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو **طواف** کرنے والوں کیلئے، قیام کرنے والوں کیلئے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا۔[۲۶] ([یعنی نماز فرض ونفل] اور طواف اور اہم عبادتیں) (اللہ تعالیٰ کا گھر تو پہلے ہی موجود تھا۔ سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا۔ طوفانِ نوح میں منہدم ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر بنایا۔ پھر قریش نے بنایا اور آج تک وہی ہے جو قریش نے بنایا تھا)

اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ **حج** کیلئے آئیں خواہ پیدل خواہ دُبلی پتلی سواریوں پر ہر دُور دراز مقام سے تاکہ وہ **فائدے** حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کا ذِکر کریں (قربانی کریں اللہ تعالیٰ کے نام پر) **مقرر دِنوں** میں ان جانوروں پر جو اللہ تعالیٰ نے **انہیں بخشے** ہیں اور پھر خود بھی کھائیں اور تنگدست محتاج کو بھی کھلائیں۔ (یعنی قربانی اللہ تعالیٰ کیلئے کریں نہ کہ بتوں کیلئے)[۲۷-۲۸]

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ
حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ
لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾
حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ

پھر انکو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دُور کریں (یعنی غسل کریں) اور اپنی نذریں پوری کریں (جو کوئی نذر مانی ہو) اور اس قدیم گھر کا طواف (زیارت) کریں (یعنی خانہ کعبہ کا)۔ یہ ہے مقصد تعمیرِ کعبہ شریف کا۔

جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ **حرمتوں** (احرام کے ساتھ بندشوں کی پابندی کرنا) کا احترام کریگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اسکے لیے بہت اچھی بات ہے۔ (حج میں حلال وحرام کے حدود جو بتائے گئے ہیں، ان پر عمل کرو)

تمہارے لیے مویشی جانور (پالتو جانور مثلاً گائے بکری، اونٹ وغیرہ) حلال کیے گئے سوائے ان چیزوں کے جو تمہیں بتائی جا چکی ہیں پس تمہیں چاہیے کہ **بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو**۔ (جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔[الحدیث])[۲۹-۳۰]

یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اسکے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ **کیساتھ شریک کریگا** تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اسے پرندے اُچک لے گئے یا ہوا اسکو چیتھڑے بنا کر دُور پھینک دے۔ (یعنی اسکی ہلاکت یقینی ہے اور

يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾
لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ
اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

بدترین ہلاکت جہنم کا ٹھکانہ ہے)[۳۱]

یہ ہے **شرک کا انجام** (مکمل **ہلاکت**) اور جو اللہ تعالیٰ کی **نشانیوں** کا احترام کرتا ہے تو یہ **دِلوں کے تقوے** سے ہے۔(اسی کا دِل شرک سے پاک ہے)[۳۲]

تمہیں ایک وقتِ مقرر تک ان قربانی کے جانوروں سے فائدہ اُٹھانے کا حق ہے پھر انکو قربان کرنے کیلئے اس قدیم گھر کے پاس لے جاؤ۔[۳۳]

تشریح: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ:

''**بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو**''۔

اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا **بہت بڑا جھوٹ** ہے اور یہ **نا قابل معافی** ہے۔اسی طرح **جھوٹ بولنا** بھی نا قابل معافی گناہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک شخص مومن ہو کر چوری اور بدکاری تو کر سکتا ہے لیکن جھوٹ نہیں بول سکتا''۔([احمد])

ایک رات حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خواب میں مختلف واقعات دکھائے۔ان میں سے ایک واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص کے جبڑے چیرے جا رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ جھوٹا شخص تھا۔ جھوٹ بولتا تھا اور ساری دُنیا میں پھیل جاتا۔قیامت تک یہی عذاب جاری رہیگا۔(بخاری)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر رکھ دی گئی ہے۔[مشکوٰۃ شریف]

اسلامی قانون میں یہ جرم قابلِ سزا ہے۔حضرت **امام ابو یوسف** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت **امام محمد** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص عدالت میں جھوٹا

گواہ ثابت ہو جائے، **اسکی تشہیر کی جائے** اور **لمبی قید کی سزا** دی جائے۔ یہ سیدنا **حضرت عمر فاروق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ **کا قول** اور **فعل** بھی تھا۔ سیدنا **حضرت عمر فاروق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسے شخص **کو کوڑے مارے** جائیں، اسکا **سر مونڈا جائے** اور **منہ کالا کیا جائے** اور **لمبی قید** کی سزا دی جائے۔ **حضرت عبداللہ بن عامر** اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا **حضرت عمر فاروق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں ایک شخص کی گواہی جھوٹی ثابت ہوگئی تو انہوں نے ایک دِن **برسرِ عام کھڑا** کر کے اعلان کرایا کہ یہ فلاں بن فلاں **جھوٹا گواہ** ہے۔ اسے **پہچان** لو پھر اسکو **قید** کر دیا۔ [تفہیم القرآن]

جب انسان اپنے قول اور فعل میں خالص توحید پر قائم رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا دَرجہ بلند فرما دیتا ہے اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جب انسان شرک کرتا ہے تو وہ **انسانیت کی بلندیوں** سے نیچے گر کر **پستیوں** تک پہنچ جاتا ہے اور آخرت میں جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورۃ **التین** میں فرمایا کہ ''**ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ**''۔

[التین ۹۵، آیت ۵]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! مجھے ایسی چیز بتایئے جو مجھے دوزخ سے دُور کر دے اور جنت میں داخل کر دے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن یہ اس کیلئے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دیں۔ وہ بات یہ ہے کہ

۱) تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو
۲) نماز قائم کرو ۳) زکوٰۃ دو
۴) رمضان المبارک کے روزے رَکھو ۵) حج بیت اللہ کرو''۔

پھر فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں خیر کا دروازہ نہ بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی ایسا ہی ہے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی کہ ''انکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ اپنے رَبِّ کریم کو خوف اور اُمید سے

پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔ کسی شخص کو اس بات کا علم نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان انکے اعمال کے بدلے میں کیا کچھ چھپا رکھا ہے۔ (یعنی جنت میں)''۔ (دیکھیں السجدہ ۳۲، آیات ۱۶-۱۷)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں اس کی جڑ (یعنی دوزخ سے دُوری اور جنت میں داخلہ) نہ بتاؤں؟.....اسکی جڑ اسکی چوٹی اور اسکی ریڑھ کی ہڈی کے متعلق نہ بتاؤں؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اسکی جڑ اسلام ہے ۲) اسکی بالائی چوٹی نماز ہے اور اسکی ریڑھ کی ہڈی جہاد ہے''۔

اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں ان سب کی جڑ نہ بتاؤں؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ ''اسکو اپنے قابو اور کنٹرول میں رکھو''۔ (یعنی جو بات کہو، حق کہو) (جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۲۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''(اللہ تعالیٰ کے) بندے اور مشرک کے درمیان صرف نماز فرق کرتی ہے''۔ (جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۲۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان بھائی کو قتل کرنا کفر ہے اور اسے گالی دینا فسق ہے''۔ (جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۴۲)

نوٹ: ہمارے سیاسی لوگ واضح طور پر ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں۔ جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ آپ ان کے متعلق کیا کہیں گے؟

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن پر لعنت کرنے والا اسکے قاتل کی طرح ہے''۔ (ماخذ از جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۴۳) **نوٹ:** ایک دفعہ ہماری پارلیمنٹ کے چند ممبروں نے پوری پارلیمنٹ پر لعنت بھیجی۔ کیا گالی دینے والے ممبر ایمان والے ہیں؟

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى
مَا رَزَقَهُمْ مِنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ
اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى
مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ
لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا

ترجمہ◄ (آیات ۳۴ سے ۳۸) ہم نے ہر اُمت کیلئے قربانی مقرر کر دی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں کیونکہ تم سب کا رَبّ تعالیٰ ایک ہی رَبِّ کریم ہے تو اسی ایک کی فرمانبرداری کرو اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! بشارت دے دو انکو جو اللہ تعالیٰ کے سامنے **عاجزی** کرنے والے ہیں (یعنی وہ تکبر نہیں کرنے والے)[۳۴]

(عاجزی کرنے والے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب انکے پاس اللہ تعالیٰ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو انکے دِل اللہ تعالیٰ کے **ڈر سے کانپ** اُٹھتے ہیں اور جو مصیبت بھی ان پر آتی ہے، اس پر صبر کرتے ہیں اور **نماز قائم** رَکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انکو رزق دیا ہے، اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔[۳۵]

قربانی کے اونٹوں کو ہم نے شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی نشانیوں) میں شامل کیا ہے۔ تمہارے لیے اس میں بھلائی ہے (قربانی کرنے میں)۔ جب انہیں کھڑا کر

وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

کے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرو اور جب انکے پہلو زمین پر ٹک جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور انکو بھی کھلاؤ جو (**سوال نہیں کرتے** بلکہ) **قناعت** کیے بیٹھے ہیں اور انکو بھی کھلاؤ جو **حاجت پیش** کرتے ہیں (جو مانگتے ہیں) اس طرح ان جانوروں کو ہم نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے تا کہ تم ہمارا شکر اَدا کرو۔[۳۶]

(یاد رکھو کہ) انکا نہ تو خون ہم تک پہنچتا ہے، نہ گوشت بلکہ **تمہارا تقویٰ** پہنچتا ہے۔ (تمہارے دِل کا خلوص کہ قربانی تم صرف اللہ تعالیٰ کے حکم پر کرو اور جب انکو ذبح کرو تو تین دفعہ کہو 'اللہ اکبر'۔ نہ دکھاوے کیلئے اور نہ فخر کیلئے اور نہ کسی بت کیلئے) اس طرح ہم نے ان (جانوروں) کو تمہارے قابو میں کیا تا کہ تم **اللہ تعالیٰ کی کبریائی** بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے **تمہیں ہدایت دی** اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! اچھے کام کرنے والے لوگوں کو (اچھے بدلے کی) بشارت دو۔[۳۷]

یقیناً اللہ تعالیٰ بچاتا ہے (شیطانِ جن سے اور شیطانِ انسان سے) ان لوگوں کو **جو ایمان لائے**۔ اللہ تعالیٰ یقیناً نہیں پسند کرتا **خیانت** کرنے والے اور (اللہ تعالیٰ کی) **نعمت کا شکر نہ کرنے** والے کو۔[۳۸]

تشریح: فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ط وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ:

تم جان لو کہ تمہارا رَبِّ کریم وہی ایک رَبِّ کریم ہے اور اسی کے حکم کی اطاعت کرو اور بشارت ہے ان کیلئے جو اسکے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں۔ (تکبر نہیں کرتے جیسا کہ شیطان نے کیا اور ملعون ہو گیا)

کوئی عمل بھی اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اگر کسی دوسرے کو شامل کر دیا تو وہ شرک ہو جائے گا۔

آج کل **بت پرستی** تو کم ہے لیکن دوسرے قسم کے شرک بہت ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کیساتھ **اپنے نفس** کو شامل کرنا، **بندوں کی رضا کو شامل** کرنا، **فوت شدہ حضرات اولیا کرام** رحمہ اللہ علیہم اور **حضرات انبیاء کرام** علیہم السلام کو **شامل کرنا**، یہ سب شرک میں شامل ہیں۔

شرک ظلم عظیم ہے اور یہ نا قابل معافی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ**'' (المومن ۴۰، آیت ۱۴) ترجمہ ''سو تم لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا کرو، اسکے دِین کیساتھ پوری طرح مخلص ہو کر''۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ہر وقت مخلص رہو۔ بات کرو تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہدایت اور آداب کے مطابق بات کرو۔ کام کرو تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہدایت کے مطابق کام کرو۔

اللہ تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے، تکبر پسند نہیں ہے۔ **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جس کے دِل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہے، وہ جنت میں نہیں جائے گا''۔

[ابن ماجہ]

اور اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے:

(۱) عاجزی کرنے والوں کو

(۲) مصیبت پر صبر کرنے والوں کو

(۳) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو

(۴) نماز قائم کرنے والوں کو

(۵) اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کو

اللہ تعالیٰ کا رزق وہ ہے جو **حلال** رزق ہے۔ حرام رزق اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ شیطان کا رزق ہے اور حرام رزق سے قربانی، زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ قبول نہیں ہوتے۔ حرام مال سے دُعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حرام مال سے جو کپڑا پہنا ہوا ہے وہ جب تک کپڑا آپکے جسم پر ہے، نماز قبول نہیں ہوگی۔ حرام مال سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائیگا۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف)

تقویٰ کا مطلب:

فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہ تو قربانی کا گوشت اور نہ خون ہم تک پہنچتا ہے بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ قربانی اللہ تعالیٰ کیلئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اور سنتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھتے ہوئے اَدا کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیساتھ لوگوں کی رضا کو شامل کرلیا جو کہ کئی صورتوں میں ہوسکتی ہے تو وہ قربانی تقویٰ سے خالی ہے۔ بغیر تقویٰ کے قربانی کا قبول ہونا محال ہے۔

قابیل اور ہابیل دونوں نے قربانی دی۔ قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی کیونکہ وہ تقویٰ سے خالی تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیساتھ اپنے نفس کی رضا بھی شامل تھی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا:

اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔ یہ حفاظت شیاطین جنات سے اور شیاطین انسان سے ہے۔ ہر نیک کام میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد فرماتا ہے اور بُرے کام سے انکو بچنے میں مدد دیتا ہے۔ اگر انسان بُرے کام کا ارادہ کرکے بُرا کام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا ثواب لکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا:

(۱) خیانت کرنے والوں کو

(۲) اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ناشکری کرنے والوں کو

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ
لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ
اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ◄ (آیات ۳۹ سے ۴۱) اجازت دے دی گئی (جنگ کرنے کی) ان لوگوں کو (یعنی مومنین کو) جنکے خلاف جنگ کی جارہی ہے کیونکہ وہ **مظلوم ہیں** (ظلم کا بدلہ لینا جائز ہے بلکہ ضروری ہے) اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان (یعنی مظلوموں) کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے ناحق صرف اسلئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رَبِّ کریم، اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو (یعنی مظلوم کو) دوسرے بعض لوگوں سے (یعنی ظالموں سے) نہ بچاتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذِکر ہوتا ہے، سب مسمار کر ڈالے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ ضرور انکی مدد کریگا جو اسکی مدد کرینگے (جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرینگے)۔ اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔[۳۹-۴۰]

(اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے) یہ وہ لوگ ہیں جن کو زمین میں اگر ہم اقتدار دیں تو وہ **نظامِ صلوٰۃ** نافذ کرتے ہیں اور **نظامِ زکوٰۃ** قائم کرتے ہیں اور **نظامِ اَمر و نہی** کا دستور بناتے ہیں (یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر [نیکی کا حکم کرنا، بُرائی

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

سے روکنا]) اور تمام کاموں کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔[۴۱] (وہ چاہے تمہیں پاس کردے اور وہ چاہے تو تمہیں فیل کردے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا ہے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا)

تشریح : ایک وقت تھا جبکہ مومنین کو مکہ مکرمہ میں تلوار اُٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی، وہ ظلم پر ظلم سہتے رہے لیکن مشرکین سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اس بات کی اجازت مل گئی کہ اگر جنگ کرنی پڑے اپنے **دفاع** کیلئے تو تمہیں آج سے اجازت دی جاتی ہے۔ اسکے بعد مسلسل تین جنگیں **دفاع** میں ہی لڑی گئیں۔ جنگِ بدر، جنگِ اُحد اور جنگِ خندق

مکہ مکرمہ میں مسلمان مظلوم تھے۔ مدینہ منورہ میں آ کر بھی مظلوم ہی رہے کیونکہ مشرکینِ عرب شیطان کے بھائی ہونے کی وجہ سے ایک اللہ تعالیٰ کو پوجنے والوں کے جانی دُشمن بن گئے تھے۔ مسلمان مدینہ منورہ میں بھی آ کر اَمن پسند ہی رہے۔ یہ مشرکین ہی تھے جو بار بار مدینہ منورہ پر حملے کرتے رہتے تھے۔

کفر اور اسلام کی یہ دُشمنی اس وقت سے شروع ہو کر دجال کے قتل ہونے تک قائم رہے گی۔ آج بھی مشرکین، یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دُشمن ہیں اور یہ دُشمنی بھی شیطانیت پر مبنی ہے۔ جب سب سے بڑا شیطان دجال قتل کیا جائیگا حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں تو تمام یہودی بھی قتل کر دیئے جائیں گے پھر ساری دُنیا پر اسلام کی حکومت ہوگی اور ساری دُنیا مسلمان ہو جائیگی۔

حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہجِ نبوت (منہاجِ نبوت) پر خلافت کے فرائض سرانجام دینگے۔ پورے عدل و انصاف سے حکومت ہوگی اور انکا عرصہ تقریباً چالیس سال ہوگا۔[احمد]

اسکے بعد دینِ اسلام میں تنزل شروع ہوگا اور ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچ جائیگا کہ پھر بت پرستی شروع ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا تو پھر قیامت آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرتے ہیں: [الحج ۲۲، آیت ۴۰]

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی فرد یا جو کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی پوری فرمانبرداری کریگی، اللہ تعالیٰ **شیطان** سے اسکی حفاظت کریگا۔ شیطان انسانی بھی ہو سکتے ہیں اور جناتی بھی۔ اگر انسانی شیطان سے جنگ ہے تو قرآن کریم میں واضح طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں، جنگ اُحُد میں، جنگ خندق میں اور جنگ حنین میں مومنین کی مدد کی کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے تھے اور مدمقابل فوج شیطان کے دوست تھے۔

اگر آج بھی ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے پر تیار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی طرح اپنی مدد پہنچائے گا جیسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو پہنچائی ہے۔ یہ مشکل بھی نہیں ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ گھوڑے کی باگ جن ہاتھوں میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ دے دیا ہے کہ مسلمان حکمران کو ان چیزوں کا لازمی انتظام کرنا چاہیے۔

(۱) تمام ملک میں نظامِ صلوٰۃ کو لازمی قائم کیا جائے

(۲) تمام ملک میں نظامِ زکوٰۃ کو اصلی بنیادوں پر نافذ کیا جائے

(۳) نیکی کا حکم کرنے اور بُرائی سے روکنے کے ایک مضبوط نظام کی لازماً ضرورت ہوتی ہے۔ آج کل مساجد میں جو وعظ کیے جاتے ہیں، اس میں اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اَدا نہیں ہوتا۔

اَمر بالمعروف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال فرمایا ہے، اس کو حلال سمجھا جائے۔ جسکو حرام کیا ہے، اسکو حرام سمجھا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

نہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ ہر ناپسندیدہ قول یا فعل یا رویہ یا عمل جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، اسکو روکا جائے۔ یہ **بنیادی فرائض** ہیں ایک مسلمان **قوم کے حکمران** کے۔ ان کے لیے کوشش کرنا لازمی ہے لیکن انکا انجام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رَکھا ہے۔ چاہے تو ساری قوم کو نیک بنا دے اور چاہے تو ساری قوم کو گمراہ کر دے لیکن مسلمان حکمران کا یہ فرض بنتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح نیکی کو قائم اور بُرائی کو مٹانے کیلئے رات دِن کوشش کرے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ
وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾
وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ
لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾
فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ
يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا

ترجمہ ◄ (آیات ۴۲ سے ۵۱) (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) اگر وہ (یعنی مشرکین مکہ) تمہیں جھٹلاتے ہیں (تو یہ پہلے دُنیا کا قاعدہ رہا ہے) ان سے پہلے قوم (حضرت) نوح (علیہ السلام)، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور قومِ (حضرت) لوط (علیہ السلام) اور **اہل مدین** بھی اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) بھی **جھٹلائے جا چکے** ہیں۔ ان سب (جھٹلانے والے) کافرین کو میں نے مہلت دی۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو دیکھ لو کہ میری سزا کیسی (سخت) تھی؟ (اسی طرح ایک وقت آئیگا کہ ان مشرکین کو ہم سخت سزا دینگے)[۴۲-۴۴]

کتنی ہی ظالم (گناہگار) بستیاں تھیں جن کو ہم نے تباہ کیا اور آج وہ کھنڈرات بنی ہوئی ہیں۔ کتنے ہی **کنویں خشک** پڑے ہیں اور کتنے ہی بڑے بڑے **محلات کھنڈر** بنے ہوئے ہیں۔ (یعنی وہ آبادیاں جو کنوؤں کے پاس تھیں اور اپنی طرف سے بہت مضبوط گھر بناتے تھے ہم نے انکو انکی نافرمانی کی وجہ سے تباہ کر کے رکھ دیا)[۴۵]

تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ

کیا یہ لوگوں (یعنی مشرکین، کافرین) ملکوں میں چلے پھرے نہیں تا کہ وہ اپنے دِل (و دماغ) سے کام لیتے اور انکے کان (ہمارے پیغام کو) سننے والے ہو جاتے۔ دَراصل بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دِل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (کیونکہ وہ غور وفکر نہیں کرتے۔ اپنی گمراہی کا احساس نہیں کرتے)[۴۶]

یہ لوگ عذاب کیلئے جلدی مچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کیخلاف نہیں کرتا (عذاب آ کر رہے گا) لیکن تمہارے رَبّ تعالیٰ کا ایک دِن تمہارے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔[۴۷][عذاب اپنے وقت پر ضرور آئے گا]

کتنی ہی بستیاں تھیں جو ظالم تھیں (ہماری نافرمان تھیں)۔ ہم نے انکو مہلت دی (تا کہ وہ صحیح راستے کی طرف پلٹ آئیں لیکن جب وہ مسلسل گمراہ رہے تو) پھر ہم نے انکو پکڑ لیا (اور تباہ کر دیا۔ بالآخر) سب کو آنا تو میرے پاس ہی ہے۔ (قیامت کے روز)[۴۸]

ان (مشرکین) لوگوں کو کہہ دو کہ میں تو تمہیں (صرف) خبردار کرنے کیلئے آیا ہوں (تمہارے شرک کے انجام سے)۔ پھر جو ایمان لے آئے اور نیک عمل

كَرِيْمٌ ۝۵۰ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۵۱

کرے تو اسکے لیے بخشش ہوگی اور عزت کی روزی۔ (جنت کا ٹھکانہ) [۴۹-۵۰]
اور جو ہماری نصیحتوں کو ٹھکرانے کی کوشش کریگا، وہ دوزخ میں جائیگا۔ [۵۱]

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کا **اٹل قانون** ہے کہ جو انسان یا قوم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے سے انکار کرتی ہے اور اپنی زندگی کو اپنی **خواہشات** (یعنی **اپنی مرضی**) کے مطابق بسر کرتے ہیں، وہ بالآخر تباہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اس دُنیا میں بھی **ذلیل** ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم کا ایندھن بنتے ہیں۔

اور جو لوگ اور قومیں **اللہ تعالیٰ واحد** پر اور **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں اور **نیک عمل** کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو اس دُنیا میں بھی **عزت** کی روزی دیتا ہے اور **آخرت** میں بھی **عزت کی روزی** دے گا یعنی **جنت**۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کیلئے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اس جگہ کو بدلنا نہیں چاہیں گے۔ (الکہف ۱۸، آیات ۱۰۷-۱۰۸)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اسکو ''**لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه**'' پر یقین تھا، وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (صحیح مسلم، جلد اوّل)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه** کی گواہی دی (**اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه**) اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص توحید اور رسالت پر ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا وہ جنتی ہوگا''۔ (صحیح مسلم، حدیث ۴۶)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ
اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ
اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۲ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً
لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ
وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ

ترجمہ◄ (آیات ۵۲ سے ۵۷) (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) تم سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول آیا، جب اس نے اللہ تعالیٰ کی وحی لوگوں کے سامنے پڑھی تو **شیطان** نے اس میں خلل ڈالا۔ پس جو بھی شیطان وسوسے ڈالتا ہے سننے والوں کے دِلوں میں، اللہ تعالیٰ ان (وسوسوں) کو بالآخر مٹا دیتا ہے اور اپنی **آیات مبارکہ** انکے دِلوں میں **پختہ** کر دیتا ہے (یعنی ایمان پختہ ہو جاتا ہے)۔ اللہ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے اور حکمت والا ہے۔ [۵۲] (وہ جانتا ہے کہ کون پختہ ایمان والے ہیں)

حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو (سبب) فتنہ بنا دے ان لوگوں کیلئے جنکے دِلوں میں **مرض** ہے (یعنی **کفر اور نفاق کا**) کہ انکے دِل **سخت ہو جائیں**۔ اس طرح یہ ظالم (کافر اور منافقین) مخالفت میں بہت دُور نکل جاتے ہیں۔ [۵۳] (شیطان کے وسوسوں سے مومن کا ایمان پختہ مزید ہوتا ہے اور منافق و کافر کا کفر زیادہ ہو جاتا ہے)

اسکی حکمت یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو **صحیح علم** ہوتا ہے، وہ حق بات کو جان لیں کہ یہ تیرے رَبِّ کریم کی طرف سے ہے۔ پس وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور

فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ
عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ
بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ
جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع

انکے دِل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ یقیناً **اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کیلئے سیدھا راستہ دکھانے والا ہے**۔[۵۴]

کافر تو مسلسل اس شک میں پڑے رہیں گے (کہ آیا یہ نبی ہے یا نہیں۔ آیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے یا خود گھڑی ہوئی ہے) حتیٰ کہ یا تو ان پر قیامت کی گھڑی اچانک آ جائیگی یا ایک منحوس دِن کا عذاب نازل ہو جائیگا۔[۵۵]

اس (یعنی قیامت کے) دِن **بادشاہی اللہ تعالیٰ** ہی کی ہوگی (بتوں کی اور انسانوں کی نہیں ہوگی) اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) انکے درمیان فیصلہ کر دیگا۔ (مومنین اور کافرین اور منافقین کے درمیان کہ کون سیدھے راستے پر تھا کون نہیں۔ فیصلہ کرنا بادشاہِ مطلق کا حق ہے۔ انسانوں یا دوسروں کا حق نہیں ہے)

تو جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے، وہ جنت میں جائیں گے۔[۵۶]

جو انکار پر ڈٹے رہے اور ہماری آیات کو جھٹلاتے رہے، انکے لیے ذِلت کا عذاب ہوگا۔ (اور وہ جہنم میں جائینگے)[۵۷][یہ کافرین اور منافقین ہیں]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کا ذِکر کیا گیا ہے۔ ایک وہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ

کی **وحی کو سنتے** تو ہیں لیکن اس میں شک بھی کرتے ہیں اور نبی کی نبوت میں شک کرتے ہیں اور جو پڑھا جاتا ہے، اس میں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خود بنالایا ہے۔ یہ لوگ شیطان کے ساتھی ہیں اور شیطان ہی انکو یہ پٹی پڑھاتا ہے۔

جو لوگ **صحیح علم** والے ہوتے ہیں، وہ رسول اور نبی پر ایمان بھی لاتے ہیں اور جو کچھ نبی پر وحی آتی ہے، اس پر مکمل یقین رَکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا راستہ دکھاتا ہے جبکہ پہلی قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کا **اصول یہ ہے** کہ وہ ہدایت ان کو دیتا ہے جن کے دِلوں میں **ہدایت کی چاہت ہوتی ہے** کیونکہ اللہ تعالیٰ دِلوں کے خفیہ حالات جاننے والا ہے۔ جن لوگوں کے دِلوں میں ہدایت کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ وہ **مخالفت پر سوچتے** ہیں، **مخالفت پر بولتے ہیں، مخالفت پر ہی لڑائی جھگڑا** کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔

پہلا قدم انسان نے اُٹھانا ہوتا ہے۔ پھر **اس قدم کے مطابق اللہ تعالیٰ انکی مدد فرماتا** ہے یا **انکو شیطان کے حوالے کر دیتا ہے۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف دَس قدم بڑھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر دِل میں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذِکر دِل میں کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر اعلانیہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذِکر اعلانیہ انسانوں سے بہتر مجمع میں کرتا ہے یعنی فرشتوں کے مجمع میں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف چل کر آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف بھاگ کر آتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ خود قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتا، ہم اسکو شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (دیکھیں سورۃ الزخرف ۴۳، آیت ۳۶)

حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خواب میں چند گناہوں کی سزا دکھائی۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ خون کے دریا میں تیر رہے تھے تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود خور تھے۔ (بخاری)

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

ترجمہ◄ (آیات ۵۸ سے ۶۶) جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں پھر قتل کر دیئے گئے یا مر گئے، اللہ تعالیٰ انکو اچھا رزق دیگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ (وہ جنت کا رزق حاصل کریں گے)[۵۸]

وہ انہیں (یعنی شہداء کو) ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ راضی ہو جائیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا اور مہربان ہے۔ (یعنی جنت کی جگہ پہنچائے گا)[۵۹]

یہ تو ہے ایسے مہاجرین کا حال جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔ (وہ مہاجرین جن پر زیادتی کی گئی) وہ بدلہ لے سکتے ہیں ویسا ہی جیسا انکے ساتھ کیا گیا اور پھر (اگر وہ بدلہ لیتے وقت) زیادتی کر جائیں تو اللہ تعالیٰ اس (یعنی مظلوم کافر) کی ضرور مدد فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔[۶۰] (تم بھی بدلہ لینے کی بجائے اپنے کافر دُشمن کو معاف کر دو تو بہتر ہے)

یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ہی رات سے دِن اور دِن سے رات کو نکالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔[۶۱] (اللہ تعالیٰ ہی روشنی لاتا ہے اور اللہ

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ
هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً ز فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ط اِنَّ اللّٰهَ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ ج لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ ع اَلَمْ تَرَ
اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ
تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ

تعالیٰ ہی تاریکی۔ ایسا ہی نظام انسان کے ساتھ ہے۔ ظلم تاریکی ہے۔ معاف کر دینا روشنی ہے۔ روشنی انسان کے لیے بہ نسبت تاریکی کے زیادہ مفید ہے۔ اسی طرح معاف کر دینا ظلم کرنے سے زیادہ مفید ہے۔ اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)

یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رَبّ ہے اور باقی ''سب رَبّ'' باطل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے اور اس کا ہر حکم اور ہر فیصلہ حق ہے) اور اللہ تعالیٰ ہی اعلیٰ اور غالب اور سب سے بڑا ہے۔[۶۲]

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے اور اسکی بدولت زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین اور خبر رَکھنے والا ہے[۶۳]

اسی کا ہے سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غنی اور لائقِ تعریف ہے۔[۶۴]

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اسی نے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے، تمہارے لیے بنا رَکھا ہے اور اسی کے حکم سے کشتی سمندر میں چلتی ہے اور اسی نے آسمان کو تھاما ہوا

تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ز ثُمَّ
يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر وہ زمین پر آ نہ گرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں پر بڑا ہی مہربان اور رحیم ہے۔[۶۵]

وہی ہے جس نے تم کو زندہ کیا۔ وہی تم کو موت دیگا۔ وہی تم کو دوبارہ زندہ کریگا لیکن بات یہ ہے کہ انسان سچی بات نہیں مانتا۔[۶۶]

تشریح: ہجرت فی سبیل اللہ ایک بہت بڑی قربانی ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیتا ہے۔ ہجرت کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مظلوم کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے خواہ وہ کافر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مظلوم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

دِن اور رات کے نظام سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ کائنات کا نظام ٹھوس اصولوں پر مبنی ہے اور یہ ٹھوس اصول **حق ہیں**، اسکے علاوہ سب باطل ہے۔

اسی طرح نیکی اور بدی کا انجام ٹھوس اصولوں پر مبنی ہے۔ جو نیکی کے راستے پر چلے گا، آخرت میں اسکے لیے ایسے ہی روشنی ہوگی جیسے دِن کی روشنی ہوتی ہے۔ جو بُرائی کے راستوں پر چلے گا، اسکے لیے آخرت میں ایسے ہی اندھیرا ہوگا جیسے یہاں کی رات ہوتی ہے کہ راستہ تلاش کیے ہوئے بھی نہیں ملتا اور آخرت میں وہ جہنم میں جا گرے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے پانی کی۔ نبوت کی تعلیم آسمان کے پانی کی طرح ہے۔ جو زمین پانی کو جذب کرتی ہے، وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور مفید ہو جاتی ہے اور جو زمین پانی کو جذب نہیں کرتی، وہ بنجر ہوتی ہے اور غیر مفید ہوتی ہے۔

اسی طرح نبی کا پیغام جو انسان اپنے اندر جذب کرتا ہے، وہ سرسبز ہو جاتا ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو نبی کی تعلیم کو اپنے اندر جذب نہیں کرتا، وہ بنجر زمین کی

طرح رہ جاتا ہے۔اس دنیا میں بھی ٹھکرایا جاتا ہے اور آخرت میں بھی ٹھکرایا جائے گا۔
(دیکھیں تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۷۷)

کائنات میں جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس پر حکمران ہے۔جسکو چاہے، دے اور جسکو چاہے، نہ دے لیکن وہ ''الحمید'' ہے، قابلِ تعریف ہے اور حکمت والا ہے۔اس نے زمین اور سمندر کو انسان کے کنٹرول میں کر دیا ہے جس سے وہ اپنے لیے ہر قسم کی حاجات اخذ کرتا ہے۔

یہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو پیدا فرمایا اور پھر انسان کو موت دیتا ہے اور پھر اسکو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔یہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا کرنے کی بجائے منکرِ حق ہو کر غیر اللہ کی عبادت کی طرف چلا جاتا ہے اور دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رَکھتا

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

[سورۃ آلِ عمران ۳، آیت ۸]

اے اللہ تعالیٰ! ہمارے دِلوں کو بعد ہدایت دینے کے، غلط راستے کی طرف نہ موڑ دینا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اے رَبّ کریم! یہ ہماری خدمت قبول فرما، تو سب کچھ سننے والا اور علم رَکھنے والا ہے۔ہمیں (ہماری خطاؤں سے) دَرگزر فرما۔تو بہترین معاف فرمانے اور رحم فرمانے والا ہے۔

[سورۃ بقرۃ ۲، آیات ۱۲۷-۱۲۸]

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی — تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی
کافر ہے مسلماں، تو نہ شاہی، نہ فقیری — مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا — مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں — مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی !
میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک — دیرینہ ہے تیرا مرض کور نگاہی

○.....○.....○

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا
يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط اِنَّكَ
لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ
اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ ذٰلِكَ
فِىْ كِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾
وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

ترجمہ ◄ (آیات ۶۷ سے ۷۸) ہر اُمت کیلئے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جسکی وہ پیروی کرتے ہیں۔ پس (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) انہیں چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں تجھ سے جھگڑا نہ کریں۔ تم اپنے رَبِّ کریم (واحد) کا پیغام پہنچاتے رہو۔ یقیناً تم سیدھے راستہ پر ہو۔[۶۷]

اور اگر وہ جھگڑیں تو کہہ دو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کو اسکا پورا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن تمہارے درمیان فیصلہ کر دیگا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین (یعنی جو کچھ ان میں سے اسکا علم رَکھتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں محفوظ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔[۶۸-۷۰]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کر رہے ہیں، جنکے لیے انکے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی خود انکے بارے میں وہ کوئی علم رَکھتے ہیں (تو وہ ظالم ہیں) ان ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ (قیامت کے دِن)[۷۱]

وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ
۷۱ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ
وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ
بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۷۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ
يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۷۳ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

جب تم انکو ہماری واضح آیات مبارکہ سناتے ہوتو تم ان منکرینِ حق کے چہروں پر ناپسندیدہ آثار دیکھتے ہواور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیات مبارکہ سناتے ہیں۔ان سے کہو کہ کیا میں بتاؤں تمہیں کہ اس سے بدتر چیز کیا ہے؟ **وہ آگ** ہے جسکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کافرینِ حق (مشرکین مکہ) سے کررکھا ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔[۷۲]

اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے۔غور سے سنو! جولوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن چیزوں کو پوجتے ہیں، وہ سب مل کر اگر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں پیدا کر سکتے اور اگر ایک مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔مانگنے والا بھی کمزور اور مدد دینے والا بھی کمزور۔[۷۳]

قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ
مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ
وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِي
اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ
عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر جو پہچاننی چاہیے تھی، نہیں پہچانی۔ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی قوت والا اور زبردست ہے۔[۷۴]

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والا منتخب فرما لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔[۷۵]

جو کچھ انکے سامنے ہے، اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو بعد میں آنے والے حالات ہیں، ان سے بھی وہ واقف ہے اور سارے کام اسی کی طرف پلٹتے ہیں۔ (تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)[۷۶]

اے ایمان لانے والو! جھک جاؤ اور سجدہ کرو اور اپنے رَبّ کریم کی ہی بندگی کرو اور اچھے کام کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔[۷۷]

اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایسے جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو اپنے کام کیلئے چن لیا ہے اور دِین میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی۔ یہ وہی دِین

اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۷۸ ع

ہے جو تمہارے باپ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی تمہارا نام ''مسلم'' رکھا اور اس قرآن حکیم میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ اَدا کرو اور **اللہ تعالیٰ کیساتھ جڑے** رہو۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ بہت ہی اچھا مولیٰ اور بہت ہی اچھا مددگار ہے۔[۷۸]

تشریح: تبلیغ کا طریقہ یہ ہے کہ انسان خود اپنی بات اچھے پیرائے میں دوسرے کے سامنے بیان کر دے اور بحث میں نہ پڑے۔ اگر دوسرا شخص بحث کرنا بھی چاہتا ہے تو اس سے اجتناب کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو بحث سے اجتناب کریگا جبکہ وہ صحیح راستے پر ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت میں ایک درخت لگائے گا''۔ (ترمذی)

بحث ومباحثہ اور جھگڑا کرنے سے برکت اُٹھ جاتی ہے کیونکہ وہاں شیطان آ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو لوگ بتوں کو پوجتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہیے کہ بت نہ تو دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ چلتے ہیں تو وہ تمہارے نفع ونقصان کے مکلّف کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ جو بزرگوں کی قبروں سے حاجات مانگتے ہیں، انکا بھی یہی حال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوگا اور اسی کی ہی عبادت

کریگا تو وہی کامیاب ہوگا۔ بتوں کے آگے اور بزرگوں کی قبروں پر جو سجدہ ریز ہوگا، وہ **ناکام ہوگا۔**

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ:

اللہ تعالیٰ نے اس **اُمت** کو اللہ تعالیٰ کا پیغام تمام دُنیا تک پہنچانے کیلئے **چن لیا ہے**۔ مسلمان کا اوّلین فرض اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ہے لیکن ہم اس پیغام کو بھول کر دوسرے کاموں میں مصروف ہیں۔ ان کاموں میں سب سے بدتر کام وہ ہے جو دولت اکٹھی کرنے کیلئے **ناجائز طریقے** استعمال کیے جاتے ہیں اور پھر اس حرام سے کمائی ہوئی دولت کو حرام کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ہم اپنی ڈیوٹی سے بالکل غافل ہو چکے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ اگر تم دُنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے تو تم دُنیا کی بہترین قوم بن جاؤ گے۔ قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ**'' (آلِ عمران ۳، آیت ۱۱۰) ترجمہ ''تم ایک بہترین اُمت ہو جو کہ تمام انسانوں کی رہنمائی کیلئے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور **اللہ تعالیٰ پر ایمان** رکھتے ہو''۔ تم نہ کافر نہ مشرک ہو بلکہ پکے مسلمان ہو۔

یعنی تمہارا بہترین اُمت بننا اس بات سے مشروط ہے کہ تم دُنیا میں نیکی کو قائم کرو گے اور بُرائی کو مٹاؤ گے اور اللہ تعالیٰ واحد کی ہی بندگی کرو گے۔

لیکن ہم نے وہی کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ''مجھے یہ فکر نہیں کہ تم کافر بن جاؤ گے بلکہ تشویش اس بات کی ہے کہ دُنیا تم پر کھول دی جائیگی اور جانور کی طرح تم اسی میں مگن ہو جاؤ گے''۔ (صحیح بخاری)

آج کل ہم نے دولت کو حرام ہو یا حلال، اسکی کوئی پرواہ نہیں، اوّلین ترجیح دی ہوئی ہے اور اسکو خرچ کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین کو پس پشت ڈالا ہوا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہم کمزور ترین ملت بن چکے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم اس دَرجہ کمزور ہو جاؤ گے کہ تمہاری دُشمن قومیں تمہیں تر نوالہ سمجھیں گی''۔ ایک

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! یہ کیوں ہو گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**دُنیا کی محبت سے**''۔(مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات میں واضح فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے جڑے رہو''۔

لیکن ہم نے کیا کِیا؟ ہم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر **اپنی خواہشات سے جڑے** رہنے کو بہتر سمجھا ہم اسی طرح **عقل سے دُور** جا پڑے جیسے مشرکینِ مکہ دُور تھے۔

ہم بھی انکی طرح آنکھیں رَکھتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں، کان رَکھتے ہیں لیکن سنتے نہیں، دِل و دماغ رَکھتے ہیں لیکن سوچتے نہیں، جانور بن گئے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ (دیکھیں سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۷۹)

ایک حدیث مبارکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے یہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرتا رہوں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت نہ دے لیں پھر جب وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو میں اپنا ہاتھ ان سے روک لوں۔ پھر انہوں نے اپنی جانوں اور اموال کو مجھ سے محفوظ کر لیا اور انکا حساب اللہ تعالیٰ کے ذِمہ رہا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۰)

؎ دلِ بیدار پیدا کر کہ خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب کاری، نہ میری ضرب کاری
خداوندا یہ تیرے سادہ دِل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری
مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری
تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سوزی کر
میری دانش ہے افرنگی، میرا ایمان ہے زناری

.....

؎ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش و فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

اَلْمُؤْمِنُوْن ۲۳

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۱۸ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۱) کامیاب ہو گئے وہ لوگ:

(۱) جو ایمان لائے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ واحد پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر)[۱]

(۲) جو اپنی نماز میں عجز وانکساری کرتے ہیں (یعنی تکبر اور غفلت سے بچتے ہیں)[۲]

(۳) جو لغویات سے بچتے ہیں۔ (یعنی غلط خیالات، غلط باتوں اور غلط کاموں سے۔ سنیما سے بچتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر بُرے ڈراموں سے بچتے ہیں۔ ان لوگوں سے دُور رہتے ہیں جن کی شہرت اچھی نہیں ہے۔ کھیل سے دُور رہتے ہیں۔ ناولوں اور ڈائجسٹوں کے قریب نہیں جاتے۔ جوا، تاش اور چوسر سے بچتے ہیں۔ غیبت اور چغلی نہیں کرتے۔ طعنہ زنی نہیں کرتے۔ جھوٹ نہیں بولتے وغیرہ وغیرہ)[۳]

(۴) جو زکوٰۃ اَدا کرتے ہیں۔ (یعنی اپنے مال سے زکوٰۃ نکال کر اسکو پاک کر لیتے ہیں۔ اگر زکوٰۃ مال میں شامل رہے تو وہ مال حرام میں شامل ہے اور اپنی روح کی زکوٰۃ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحٰفِظُوْنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ

بھی اَدا کرتے ہیں یعنی روح کو پاکیزہ رَکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے۔علم قرآن کریم اور علم حدیث شریف حاصل کر کے خداواحد کے حکموں پر عمل کرتے ہیں)[۴]

(۵) جو اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور لونڈیوں کے کہ وہاں وہ قابلِ مواخذہ نہیں ہیں البتہ جو اسکے علاوہ تلاش کرے، وہ حق سے تجاوز کرنے والے ہیں۔(یعنی حق صرف تمہارا اپنی بیویوں پر ہے اور لونڈیوں پر.....بس)[۵-۷]

(۶) اپنی **امانتوں** کی اور اپنے **وعدوں** کی حفاظت کرتے ہیں۔(یعنی امانت اَدا کرتے ہیں اور خیانت نہیں کرتے۔مزید یہ کہ **ہر قسم** کے وعدہ کی خلاف ورزی سے پرہیز کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے، حکمران سے اور بندوں سے)[۸]

(۷) اپنی تمام نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(یعنی وقت پر پڑھنا، پورے خشوع و خضوع سے پڑھنا اور قضا کرنے سے پرہیز کرنا)[۹]

یہ ہیں وہ لوگ جو وارث ہونگے۔وہ وراثت میں پائیں گے **جنت**

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

الفردوس اوراس میں ہمیشہ رہیں گے۔[۱۰-۱۱]

تشریح : سورۃ المومنون کی یہ آیات مبارکہ آپکے لیے ایک **عظیم تحفہ** ہے۔اس میں پہلی ہی آیت مبارکہ آپکو کامیابی کی یقین دہانی کراتی ہے۔کامیاب ہونے کیلئے اگر آپ ان سات شرائط کو قبول کرلیں اوران پر مسلسل عمل کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپکے لیے جنت الفردوس کا وعدہ فرمایا ہے۔جنت الفردوس سب جنتوں سے اعلیٰ ترین ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ○**''۔ (النساء۴،آیت ۸۷) ترجمہ ''اورکون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا ہے''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''سب سے افضل عمل کون سا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا'' پھر پوچھا گیا کہ ''اسکے بعد؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا'' پھر پوچھا گیا کہ ''اسکے بعد؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حج مقبول''۔([کتاب الایمان] صحیح مسلم، جلداوّل،حدیث ۱۵۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سب سے افضل عمل نماز کا وقت پر اَدا کرنا ہے''۔پھر فرمایا کہ ''اس کے بعد افضل عمل والدین کیساتھ حسن سلوک کرنا۔اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا''۔([کتاب الایمان] صحیح مسلم،جلداوّل،حدیث ۱۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے گناہِ کبیرہ کے متعلق فرمایا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) ناحق قتل کرنا (۴) اور جھوٹ بولنا۔([کتاب الایمان] صحیح مسلم،جلداوّل،حدیث ۱۶۸)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ
جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا
النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا
الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ
اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ
اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲ سے ۱۷) ہم نے ابتدا میں مٹی سے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اسکی نسل کو نطفے سے پیدا کیا جس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ پھر اس نطفے کو خون کے لوتھڑے میں تبدیل کیا پھر خون کے لوتھڑے کو بوٹی میں تبدیل کیا پھر بوٹی میں ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر بالآخر ایک مکمل انسان بنا دیا۔ پس بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین تخلیق کرنے والا ہے۔[اَللّٰهُ اَكْبَر] پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم کو ضرور اُٹھنا ہے۔[۱۲-۱۶]

اور تمہارے اوپر ہم نے سات نظام (یعنی آسمان) بنائے اور ہم بنانے کے بعد اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔[۱۷] (ہم لَطِيْفٌ خَبِيْر ہیں)

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل بتائے ہیں۔ اگر ان مراحل پر ہم غور کریں تو کیا ہم اس بات کا انکار کر سکتے ہیں کہ انسان کو بنانے والی ہستی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ اس تخلیق کے بعد میں انسان کو موت دونگا،

وہ بھی ایک نظام کے تحت ہے اور پھر قیامت کے روز اسکو زندہ اُٹھا کھڑا کرونگا، وہ بھی باقاعدہ ایک پیچیدہ نظام کے تحت ہوگا۔

جیسے انسان کو مختلف مراحل سے گزار کر مکمل انسان بنایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان مختلف ادوار میں سے گزار کر مکمل کیے۔ یہ سب کچھ بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے غافل نہیں ہوا بلکہ اسکی پرورش اور اسکا مرنا اور دوبارہ جینا، سب اللہ تعالیٰ نے اپنے کنٹرول میں رَکھا ہے، کسی دوسرے کے کنٹرول میں نہیں دیا۔ اس کا مکمل انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔

یہ واضح نشانیاں ہیں کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی دوسری ہستی قابلِ عبادت نہیں ہوسکتی۔

اپنے ہاتھوں سے جو انسان بت بنا کر انکی عبادت شروع کرتا ہے تو اس سے زیادہ اندھا کون ہوگا کہ وہ ایسی چیز کی عبادت کر رہا ہے جو نہ بولتی ہے، نہ دیکھتی ہے، نہ سنتی ہے، نہ نفع نقصان پہنچا سکتی ہے (بت، سورج، چاند، ستارے، آگ، گائے، قبروں میں پڑے ہوئے بزرگ وغیرہ تمام انسان نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہوئے ہیں اپنی جہالت کی وجہ سے)

یہ انسان کے ہی فائدے میں ہے کہ وہ **ان بناوٹی خداؤں کی گندگی سے بچے۔**

جو مانگنا ہے، اپنے خالق سے ہی مانگیں کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کو پسند نہیں فرماتا کہ آپ براہِ راست اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں سے، انسانوں سے اور ولیوں کے ذریعے سے مانگیں۔ آخرت میں جہنم کے سوا ایسے شخص کیلئے کوئی اَور ٹھکانہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرلو۔ میں تم سے ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں''۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! وہ کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھ سے یہ وعدہ کرلو کہ تم کسی سے کوئی سوال نہیں کرو گے (صرف اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرو گے) تو میں تم سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں''۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اگر میرے گھوڑے کا چابک بھی نیچے گر جاتا تھا تو اس حدیث شریف کے بعد میں ہمیشہ خود نیچے اُتر کر اُٹھاتا تھا اور کسی سے سوال نہیں کرتا تھا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

یادرہے کہ

(۱) ہمارا نفس بھی ایک بت ہے۔نفس کی خواہشات پوری کرنا شرک ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کیساتھ فوت شدہ بزرگوں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے مانگنا بھی شرک ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔(مشکوٰۃ شریف)

قرآن حکیم کہتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رَبّ بنا لیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رَبّ بنالیا۔(دیکھیں سورۃ التوبہ۹،آیت۳۰)

(۳) اللہ تعالیٰ سے مانگ کر بندوں سے مانگتے رہنا اور بندوں کو اپنا وسیلہ بنانا اور انہی پر بھروسہ رَکھنا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔جنگِ حنین میں مسلمانوں نے اپنی تعداد پر فخر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکو پہلے شکست دی پھر یہ حرکت معاف کر کے شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔(مشکوٰۃ)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صبح کے وقت بازار کو جاتے تو جس ریڑھی والے یا بیوپاری یا غریب یا کسی بھی دوسرے شخص سے ملتے تو اسے **سلام** کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم صرف سلام کرنے کیلئے صبح کو بازار جاتے ہیں اور کوئی خرید وفروخت نہیں کرتے۔(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں صرف سلام کی غرض سے جاتا ہوں اور خرید وفروخت نہیں کرتا)۔(مشکوٰۃ شریف،جلد دوم،حدیث ۴۴۵۷)

نوٹ: ان کے نزدیک دِل میں اگر دو نیتیں کرلیں یعنی اللہ تعالیٰ کی خاطر سلام اور اپنے لیے خرید وفروخت تو یہ شرک ہو جائے گا۔[بڑی باریک بینی کی سوچ ہے]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص ہمیشہ بندوں سے سوال کرتا رہے گا تو قیامت کے دِن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل،حدیث ۱۷۴۳) بندوں سے ہر وقت سوال کرنا شرک ہے۔

○.....○.....○

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي
الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸ ج
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۭ لَكُمْ
فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۱۹ لا وَشَجَرَةً
تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاۗءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ
لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝۲۰ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ
كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۱ لا وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸ سے ۵۰) اور ہم ہی نے **خاص مقدار میں** آسمان سے پانی اُتارا اور اسکو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اسکو **غائب** کرنے پر بھی پوری قدرت رکھتے ہیں[۱۸] (زمین پر زندگی اس پانی کی بدولت ہے۔ اگر ہم یہ پانی خشک کر دیں تو تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمہارے جھوٹے خدا ہرگز پانی کو دوبارہ نہیں لا سکتے۔ پھر تمہاری عقل کہاں گئی کہ باوجود جاننے کے اپنے جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں آتے جو سب کچھ کر سکتا ہے لیکن تمہارے جھوٹے خدا کچھ بھی نہیں کر سکتے)

پھر اس پانی کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں بہت سے میوے ہیں اور انہی میں سے تم کھاتے ہو۔[۱۹]

اور وہ درخت بھی ہم ہی نے پیدا کیا جو **طورِ سینا** سے نکلتا ہے (یعنی زیتون کا درخت)۔ تیل لیے ہوئے وہ اُگتا ہے جو کھانے والوں کیلئے سالن بھی ہے۔ (زیتون کا پھل بھی کھایا جاتا ہے اور تیل بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کا اچار بھی بنتا ہے)[۲۰] (یہ ہماری مخلوق ہے خدا نہیں ہے)

تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا
سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا
رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ

مویشیوں میں بھی تمہارے لیے ایک سبق ہے۔ انکے بطنوں (تھنوں) سے ایک چیز ہم تمہیں پلاتے ہیں (یعنی دودھ) اوران (مویشیوں) میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انکوتم کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتیوں پر تم سواری کرتے ہو۔[۲۱-۲۲] (یہ بھی ہماری مخلوق ہے۔خدانہیں ہیں)

ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کواسکی قوم کی طرف بھیجا۔اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو۔اسکے سوا کوئی تمہارا رَبّ نہیں ہے۔کیا تم ڈَرتے نہیں ہو۔(شرک کرنے سے)[۲۳]

اسکی قوم کے سرداروں نے ماننے سے انکار کیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو ایک انسان ہے تمہاری طرح کا، یہ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت حاصل کرے۔اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرشتے بھیجتا (کافر کہتے تھے کہ انسان کی جگہ فرشتہ ہونا چاہیے جو ہمیں ہدایت کرے)۔ہم نے تو کبھی اپنے باپ دادوں سے پہلے وقتوں میں یہ بات نہیں سنی (کہ انسان رسول بن کر آئے) یہ تو ایک آدمی ہے جسکو **جنون** لگ گیا ہے۔تو کچھ مدت کیلئے تم انتظار کرو۔(وہ اپنے وقت پر فوت ہوکر تمہارا پیچھا چھوڑ دے گا)[۲۴-۲۵]

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ
اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا
وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ
اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ
وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ
مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى
الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

(حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رَبِّ کریم! میری مدد فرما کہ یہ لوگ مجھے (مسلسل) جھٹلا رہے ہیں۔ ہم نے وحی کی کہ **ہماری نگرانی** میں اور **ہماری وحی** کے مطابق کشتی تیار کرو۔ پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور اُبلنے لگے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک کا جوڑا لے کر اس میں سوار ہو جاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لے لو سوائے اسکے جسکے خلاف پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے اور ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ یہ سب غرق ہونے والے ہیں۔[۲۶-۲۷]

پھر جب تم اپنے ساتھیوں سمیت کشتی پر سوار ہو جاؤ تو دُعا کرنا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم (مشرک) قوم سے نجات دی اور دُعا کرنا کہ اے پروردگار! مجھے برکت والی جگہ اُتارنا اور تو بہترین اُتارنے والا ہے۔[۲۸-۲۹]

وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا
اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ
﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا
هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا
مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ

اس قصے میں (عبرت کی) **بڑی نشانیاں** ہیں اور ہم **آزمائش** تو کیا ہی کرتے ہیں۔[۳۰]

پھر انکے بعد ہم نے ایک دوسری قوم بھیجی (جو مشرک تھی)۔ پھر انہی میں سے انکے لیے ہم نے رسول بھیجا۔ (یہ پیغام دے کر کہ) اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی رَبِّ کریم نہیں ہے۔ کیا تم ڈَرتے نہیں ہو۔ (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) [۳۱-۳۲]

اسکی قوم کے سرداروں نے جو کہ کافر تھے اور آخرت پر یقین نہیں رَکھتے تھے اور جن کو ہم نے دُنیا کی زندگی میں **آسودگی** دے رَکھی تھی کہنے لگے کہ یہ شخص تو ایک بشر ہے تمہاری طرح کا۔ جو کچھ تم کھاتے ہو، وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو، وہی یہ پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی فرمانبرداری کی تو تم نقصان اُٹھاؤ گے۔ کیا وہ یہ ڈَراوا دیتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور تمہاری ہڈیاں رہ جائیں گی تو تم دوبارہ زندہ کر کے نکالے جاؤ گے۔ ناممکن ہے، ناممکن ہے جس چیز سے تمہیں ڈَرایا جاتا

اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ
﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ
اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ
انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ
لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ
فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ
اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ

ہے۔صرف یہی زندگی ہے دُنیا کی زندگی جس میں ہم نے مرنا ہے اور جینا ہے اور ہم ہرگز دوبارہ اُٹھائے نہیں جائیں گے۔[۳۳-۳۷]

یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر صرف جھوٹ گھڑ رہا ہے اور ہم کبھی بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ رسول نے کہا کہ اے میرے رَبِّ کریم! میری مدد فرما کہ یہ مجھے جھٹلا رہے ہیں۔[۳۸-۳۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے کافرو!) وہ وقت دُور نہیں جب تم شرمندہ ہو گے۔ آخر کار سچ مچ ایک چیخ نے انہیں آ لیا اور ہم نے **انکو کوڑا کرکٹ بنا** کر رَکھ دیا۔ پس دُور ہو جاؤ اے ظالموں (مشرکین) کی قوم۔[۴۰-۴۱]

اسکے بعد پھر ہم نے **دوسری قوموں** کو پیدا کیا۔ کوئی قوم نہ تو اپنے مقررہ وقت سے پہلے ختم ہوتی ہے، نہ وقت کے بعد (عین ٹھیک وقت پر عذاب سے تباہ کر دی

مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا
رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ
فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ
فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى
وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَمَلَاْئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ ۚ
فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ
﴿۴۷﴾ ۚ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ

گئی جو وقت پہلے سے تقدیر میں لکھا جا چکا تھا) پھر ہم نے **پے در پے رسول** بھیجے۔ جب بھی اس قوم کا رسول انکے پاس آیا تو انہوں نے اسکو جھٹلایا تو ہم ایک کے بعد ایک کے بعد ایک **قوم کو ہلاک** کرتے رہے اور **انکو افسانہ** بنا کر رکھ دیا۔ پس دُور پھینک دی جاتی ہیں (اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت سے) وہ قومیں جو ایمان نہیں لاتیں۔[۴۲-۴۴]

اس کے بعد ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور اس کے بھائی (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو (واضح) نشانیوں اور واضح ثبوت کیساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا مگر انہوں نے **تکبر کیا** اور وہ قوم تھی ہی **مسلسل تکبر** کرنے والی۔[۴۵-۴۶]

(فرعون اور اس کے سردار) کہنے لگے کہ کیا ہم ان دو آدمیوں پر ایمان لائیں جو ہماری طرح کے انسان ہیں اور ان دونوں کی قوم ہے بھی ہماری غلام (بنی اسرائیل)۔ پس ان لوگوں (یعنی فرعون اور اسکی قوم) نے ان دونوں (نبیوں) کو جھٹلایا اور پھر جا شامل ہوئے **ہلاک ہونے** والوں میں۔ ہم نے تو (حضرت) موسیٰ

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

(علیہ السلام) کو کتاب (یعنی تورات) دی تھی تا کہ وہ لوگ (یعنی فرعون اور اسکی قوم) ہدایت حاصل کریں (لیکن ان لوگوں نے اس کتاب کو تسلیم نہیں کیا اور نقصان اُٹھایا)[۴۷-۴۹]

اور ہم نے (حضرت) ابنِ مریم (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور اسکی والدہ کو **ایک نشانی** بنایا اور انکو ایک سطح مرتفع پر رکھا اور چشمے ان میں جاری کئے۔ (ان کے لیے)[۵۰]

تشریح : اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی نعمتیں بتا رہا ہے کہ زمین کی زندگی میں ہم نے یہ یہ نعمتیں انسان کے روزمرہ کے استعمال کیلئے پیدا کی ہیں اور ان چیزوں کے **ہم ہی پیدا** کرنے والے ہیں **نہ کہ** تمہارے بت یا کوئی اَور مخلوق۔

پھر قومِ حضرت نوح علیہ السلام کا ذِکر ہے کہ قوم نے اس کو نبی نہیں مانا اور ہم نے اسکی قوم کو سوائے چند لوگوں کے جو کہ اسکی کشتی میں اس نے سوار کر لیے تھے، وہ مومنین تھے، باقی سب کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پھر **بہت سی قوموں** کو پیدا کیا گیا اور ہر قوم میں **رسول بھیجے** لیکن انہوں نے رسولوں کی بات نہ مانی اور اللہ تعالیٰ ہر قوم کو اپنے عذاب سے تباہ کرتا چلا گیا۔

پھر عنقریب زمانہ میں ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا باوجود واضح نشانیاں دکھانے کے اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب بھی عطا کی تا کہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں لیکن فرعون اور اس کی قوم نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔

پھر اسکے بعد قریب ہی زمانے میں حضرت ابنِ مریم حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو بھیجا۔

ان آیات مبارکہ سے ہم یہ رہنمائی لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا **حوصلہ بلند** ہو۔ یہ سورۃ مکی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بظاہر کوئی اُمید نظر نہیں آتی تھی کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان لائیں گے بلکہ ہر روز آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایک **نیا الزام لگا** دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو **حوصلہ دیا جا** رہا ہے کہ تم سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا اور بالآخر **ہم نے رسولوں کی مدد** کی اور **انکی قوموں** کو جن میں سے جو ان پر ایمان نہیں لائے، انکو تباہ کر کے رَکھ دیا۔ جو ایمان لائے، انکو بچالیا بمعہ رسول کے۔

ان آیات مبارکہ کا **دوسرا پہلو** یہ ہے کہ مشرکین کو یہ بتا دیا گیا کہ ہم رسولوں کی مدد کرنے والے ہیں۔ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو پہلی قوموں کا ہو چکا ہے۔ تمہارے لیے بھلائی یہی ہے کہ تم اپنے رسول پر ایمان لے آؤ تا کہ تم اُخروی نجات حاصل کر سکو۔ موت کا آنا اور دوبارہ اُٹھایا جانا ہمارا سچا وعدہ ہے۔ یہ کب ہوگا، اسکا علم ہم نے کسی کو نہیں دیا؟

یہ آیات مبارکہ ہماری ہدایت کیلئے بھی اسی طرح بھیجی گئی ہیں جس طرح مکہ مکرمہ والوں کیلئے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں نہیں مانیں گے اور ان پر عمل نہیں کریں گے تو ممکن ہے کہ ہمارا حشر بھی وہی ہو جو ان قوموں کا ہوا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈَرنا چاہیے اور قرآن حکیم اور احادیث شریف کے علم کو ملک میں پھیلانا چاہیے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور ہمارے **تمام ملکی قوانین قرآن حکیم** اور **احادیث شریف** کے **مطابق بنائے جانے** چاہیں۔

ے گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

ے اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینہ ویران میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

ے کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اُتر سکتی نہیں آئینہ تحریر میں

○.....○.....○

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا
صَالِحًا ط اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ
اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲
فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ط كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى
حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ
وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ط بَلْ لَّا
يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ

ترجمہ◄ (آیات ۵۱ سے ۶۱) اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور نیک عمل کرو (حلال کھانے اور نیک عمل کا آپس میں گہرا تعلق ہے)۔ جو کچھ تم کرتے ہو، میں اسکا علم رکھتا ہوں۔[۵۱]

اور یہ تمہاری اُمت (یعنی اُمت آدم) ایک ہی اُمت ہے (یعنی بنی نوع انسان تمام ایک ہی اُمت ہیں) اور میں تمہارا رَبّ کریم ہوں۔ پس مجھ سے ڈرو لیکن بعد میں لوگ اس (ایک) دِین کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف گروہ بن گئے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے، اسی پر ہی وہ خوش ہیں۔ تو رہنے دو انکو اپنی حرکتوں میں ایک خاص مدت تک۔[۵۲-۵۴] (مشرکین مکہ بھی ان گروہوں میں سے ایک گروہ ہے)

(مشرکین) کیا یہ سمجھتے ہیں کہ جو ہم انہیں مال اولاد سے مدد دے رہے ہیں تو گویا انہیں بھلائیاں دینے میں مصروف ہیں۔ نہیں .....! (ایسا نہیں ہے) اصل حقیقت کا انہیں علم نہیں ہے۔ (مال و دولت تو انکے لیے ایک آزمائش ہے کہ آیا ہمارا شکر اَدا کرتے ہیں یا بدستور شرک کرتے رہیں گے)[۵۵-۵۶]

مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ
يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ
رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ
لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

جولوگ بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے ہیں تو دَرحقیقت وہ لوگ ہیں جو اپنے رَبِّ کریم **سے ڈَرتے** رہتے ہیں۔ وہ اپنے رَبِّ کریم کی نصیحتوں پر ایمان لاتے ہیں (اورعمل کرتے ہیں) اور وہ اپنے رَبِّ کریم کیساتھ کسی کو **شریک نہیں** ٹھہراتے۔[۵۷-۵۹]

ان کا حال یہ ہے کہ (وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں) مال دیتے ہیں جو کچھ دے سکتے ہیں اوران کے دِل اس خیال سے ڈَرتے رہتے ہیں کہ انہیں اپنے رَبِّ کریم کے پاس جانا ہے (اوراپنے اعمال کا حساب دینا ہے)۔ یہ ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کے لیے دوڑ بھاگ کررہے ہیں اورایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ [۶۰-۶۱]

تشریح : نیک عمل اورحلال غذا میں **چولی دامن** کا رشتہ ہے۔ جو **حلال غذا** کھائے گا، اللہ تعالیٰ اسکو نیک عمل کی توفیق دیگا، اسکی دُعائیں قبول ہونگی۔ جو **حرام کمائی** سے کھائے گا، وہ بُرائی کی طرف راغب ہوگا اور **اسکی دُعائیں** قبول نہیں ہونگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک شخص جسکے بال بکھرے ہوئے ہیں اورسفر سے گردآلود ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہے، یا رَبّ! یا رَبّ! لیکن اسکی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اسکا کھانا بھی حرام، اسکا پہننا بھی حرام، اسکی دُعا کیسے قبول ہوگی''۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پلا ہوا ہو اور جو گوشت حرام سے پلا ہوا ہے، اسکے لیے زیادہ مناسب نارِ جہنم ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۲)

امیر المومنین سیدنا **حضرت ابوبکر صدیق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پی لیا۔ پھر اپنے غلام سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ تو اس نے کہا کہ باہر ہمسائے کی بکریاں چر رہی تھیں تو میں نے ایک بکری کا دودھ دھولیا۔ امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی اور سارے کا سارا دودھ نکال دیا۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۴۰ سے ماخذ)

حرام کھانے سے کوئی **نیک عمل** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا (کیونکہ کھانا پینا جسم کا حصہ بن جاتا ہے) اور **حرام کپڑا جب تک جسم پر رہتا ہے، اسکی نماز قبول** نہیں ہوتی۔(جب نماز قبول نہیں ہوئی تو باقی نیک عمل بھی قبول نہیں ہوں گے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے ایک بالشت زمین ظلماً چھینی تو اسے قیامت کے دِن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائیگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۸۱۱)

قرآن حکیم کی تعلیم اور احادیث شریف کے مجموعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حرام کے کھانے سے، پہننے سے، استعمال کرنے سے انسان کا کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔

جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے، وہ اپنے مال کو پاک نہیں کر رہے یعنی وہ پورا مال حرام ہے آپکے لیے۔ جب تک آپ **غریبوں کا حق نہیں** دینگے، آپکا مال پاک نہیں ہوگا لہٰذا مال میں ملی ہوئی زکوٰۃ سارے **مال کو حرام** کر دیتی ہے۔ اگر آپ حرام کھا رہے ہیں تو پھر آپکی کوئی نیکی بھی قبول نہیں ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے سود کھانے والے، دینے والے، لکھنے والے اور زکوٰۃ روکنے والے پر لعنت فرمائی۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۷۰۶)

بعض لوگ مال و دولت کے نشہ میں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بڑا مہربان ہے۔

مال و دولت کا دینا یا کسی کو نہ دینا، اللہ تعالیٰ کی **حکمت پر مبنی** ہے۔ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ انسان **کو آزمارہا** ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائیوں کی توفیق رَکھتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) جو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈَرتے رہتے ہیں۔

(۲) جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ایمان لاتے ہیں (اور عمل کرتے ہیں)

(۳) جو اپنے رَبِّ کریم کیساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے راستے میں عطا کرتے ہیں۔ (یعنی مال و دولت اور علمِ دِین)

(۵) انکے دِل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈَرتے رہتے ہیں۔

(۶) وہ نیکی کے کاموں میں خوب دوڑ بھاگ کرتے ہیں۔

(۷) اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص نے دوسرے کی چیز پر دعویٰ کیا (یعنی جھوٹا دعویٰ) وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی مومن نہیں ہے)''۔ ([کتاب الایمان] صحیح مسلم، جلد اوّل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص ہمیں دھوکہ دیتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی وہ مومن نہیں ہے)''۔ ([کتاب الایمان] صحیح مسلم، جلد اوّل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک دفعہ ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرے تو اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو اندر سے غلہ گیلا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص نے دھوکہ دیا، وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی میری اُمت کا ایک فرد نہیں ہے''۔ ([کتاب الایمان] صحیح مسلم، جلد اوّل)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کیا کرتا تھا''۔ ([کتاب الایمان] صحیح مسلم، جلد اوّل)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن نہ انکو پاک کرے گا، نہ انکی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا جو جھوٹا حاکم تھا اور مغرور فقیر تھا''۔ ([کتاب الایمان] صحیح مسلم، جلد اوّل)

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ
غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ
هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ
بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْئَرُوا
الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ
اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقٰبِكُمْ
تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ قصلے بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ

ترجمہ◄ (آیات ۶۲ سے ۷۷) **ہم کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ مشقت نہیں ڈالتے**۔ ہمارے پاس کتاب ہے (یعنی اعمال نامہ) جو کہ بالکل سچ سچ بتا دینے والی ہے اور لوگوں پر ظلم ہرگز نہیں کیا جائیگا۔ (یعنی قیامت کے روز اس اعمال نامہ کی بنا پر عدل سے فیصلہ ہوگا)[۶۲]

مگر یہ لوگ (یعنی کافر) اس بات سے بے خبر ہیں اور انکے اعمال بھی اوپر ذِکر کردہ (نیک) اعمال سے مختلف ہیں۔ (یعنی آیات مبارکہ ۵۷ سے ۶۱ تک جو ابھی پیچھے گزری ہیں)[۶۳]

جب ہم ان (یعنی کافروں) کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لینگے تو پھر یہ بلبلانا شروع کر دینگے۔ (ہم کہیں گے) اب **بند کرو اپنی آہ وفغاں**۔ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) طرف سے اب تمہیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ جب ہماری آیات مبارکہ تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں تو تم (دُنیا میں) اُلٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے۔ تم ان سے **تکبرانہ رویہ** اختیار کرتے تھے اور رات دِن **بیہودہ باتوں** میں لگے رہتے تھے[۶۴-۶۷]

﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ
اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ
لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ
بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ
الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ
ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ
رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ

کیا یہ (کافر) لوگ اس قول (یعنی قرآن حکیم) پر **غور وفکر** نہیں کرتے؟ یا وہ (نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کوئی ایسی چیز لایا ہے جو کبھی انکے آباؤ واجداد کے پاس نہ آئی تھی یا یہ کہ اپنے رسول سے یہ ناواقف تھے (یعنی اسکی زندگی کے حالات نہیں جانتے تھے حالانکہ وہ انہی میں رہتے تھے) کہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔[۶۸-۶۹]

یا یہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ مجنوں ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ تو حق (یعنی سچائی) لایا ہے اور حق (یعنی سچائی) ہی انکی اکثریت کو ناگوار ہے۔[۷۰]

اگر ''**الحق**'' (یعنی اللہ تعالیٰ) ان (یعنی کافروں) کی **خواہشات کے پیچھے** چلتا تو آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان میں ہے، کا نظام **درہم برہم** ہو جاتا۔

نہیں (اللہ تعالیٰ انکی خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا) بلکہ ہم ان کا اپنا ہی ذِکر (**تاریخِ انسانی**) ان کے پاس لائے ہیں اور وہ **اپنی ہی تاریخ** سے منہ موڑ رہے ہیں[۷۱]

کیا تو ان سے اخراجات مانگتا ہے (نصیحت کی اُجرت) تیرے لیے تیرے رَبِّ کریم کا دیا ہوا ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رازق ہے۔ تُو تو انکو سیدھے راستے کی

لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ
رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ
فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا
فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ
مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

طرف دعوت دے رہا ہے مگر جو لوگ **آخرت پر ایمان نہیں** رکھتے، وہ سیدھے راستے سے **ہٹ کر** چلنا چاہتے ہیں۔[۷۲-۷۴][آخرت کے حساب پر ایمان نہیں رکھتے]

اگر ہم ان پر رحم کریں اور وہ مصیبت جس میں یہ آج کل مبتلا ہیں، دُور کر دیں تو یہ اپنی **سرکشی** میں بالکل ہی بہک جائیں گے۔ ہم نے انکو **عذاب میں پکڑا** پھر بھی وہ اپنے رَبّ کے آگے نہ جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی حتیٰ کہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دراوزہ کھول دیں تو یکا یک تم دیکھو گے کہ یہ **خیر** سے مایوس ہو گئے ہیں۔(یعنی یہ خیال کریں گے کہ ہم پر اچھے دِن کبھی نہیں آئیں گے)[۷۵-۷۷]

تشریح: یہ آیات مبارکہ خاص طور پر مشرکینِ مکہ کیلئے تھیں اور اب ہم سب کیلئے ہیں۔ ہر انسان کا اعمال نامہ ہر لمحہ تیار ہو رہا ہے اور قیامت کے روز یہ اعمال نامہ ہمارے سامنے کھول کر رَکھ دیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ اپنا حساب خود کرلو۔

جو قرآن حکیم اور احادیث شریف کی نصیحتوں سے بے پرواہ ہو کر عیاشیوں میں مگن ہیں، انکا انجام جہنم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے انسان کو **قرآن حکیم پر غور** کرنے کی اور اس بات پر غور

کرنے کی کہ اس کائنات کا نظام حق پر چل رہا ہے۔ یہ کسی گروہ کی خواہشات کے مطابق نہیں چل رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمانوں اور زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

اے انسان! تمہاری ہی تاریخ ہم قرآن حکیم میں بیان کر رہے ہیں، اس سے سبق لو۔ جن قوموں نے اپنے نبی کی بات مانی، وہ کامیاب رہیں۔ جن قوموں نے اپنے نبی کو جھٹلایا، ہم نے انکو نیست و نابود کر دیا اور آخرت میں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گی۔

تاریخِ انسانی کا مطالعہ کرو اور اس سے سبق سیکھو۔

تاریخِ انسانی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو **قومیں حق** پر رہیں، انہوں نے **عدل قائم** کیا اور اس زمین پر **طاقتور ترین** قومیں بن کر اُبھریں۔

جن قوموں نے **باطل** (یعنی جھوٹ) پر اپنا نظام چلایا، وہ بالآخر **اللہ تعالیٰ کے عذاب** سے یا تو بالکل تباہ ہو گئیں یا وہ **منتشر ہو کر** دُنیا کے مختلف حصوں میں بکھر گئیں۔

قومِ سبا بھی منتشر ہوئی اور **بنی اسرائیل** بھی منتشر ہو کر ساری دُنیا میں بے عزت ہوئے۔

ہم اور **ہماری حکومتیں** بھی **باطل** پر چل رہی ہیں۔ ہم نے بھی تاریخ انسانی سے کچھ نہیں سیکھا۔ **نظامِ عدل** کی جگہ ''**نظامِ ظلم**'' چل رہا ہے حالانکہ تاریخ انسانی بتاتی ہے کہ جو قوم عدل پر نہیں چلتی، وہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ عدل صرف **قرآن حکیم**، **سنت رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات **خلفائے راشدین مہدیّین** رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی اطاعت کرنے میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد **خلافت ہوگی** جو **نہج نبوت** پر ہوگی یعنی اس دَور میں عدل ایسے ہی ہوگا جیسے نبی کے دَور میں عدل ہوتا ہے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**ہم نے نبیوں کو عدل قائم** کرنے کیلئے بھیجا''۔ (**سورۃ الحدید** ۵۷، آیت ۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک دفعہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا کہ ''اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! عدل سے کام لو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا کون ہے**''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس شخص کی گردن اُڑا دیں''۔ آپ صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں!'' وہ آدمی تو چلا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس شخص کے قبیلہ سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو قرآن حکیم بہترین پڑھیں گے۔ نمازیں بہترین اَدا کریں گے۔ روزے اس طرح رَکھیں گے کہ تم ان پر رشک کرو گے لیکن وہ دِین سے نکلے ہوئے ہونگے''۔ (ابن ماجہ)

دِین کی بنیاد عدل ہے۔ عدل کی بنیاد ''**حق**'' ہے اور اللہ تعالیٰ ''**الحق**'' ہے۔ عدل وہ ہے جو ''**الحق**'' کہے۔ باطل وہ ہے جس کو ''**الحق**'' باطل کہے۔ انسان کی خواہشات ہمیشہ باطل ہوتی ہیں۔

حق (یعنی عدل) قائم کرنے کے لیے ضابطہ حیات وہ اپنانا پڑے گا جو ''**العادل**'' ہمیں عطا کرے گا۔ اس ضابطہ کے خلاف جو کچھ بھی ہوگا، باطل ہوگا۔

یہ ضابطہ عدل قرآن کریم، احادیث شریف، طرزِ حکومت حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علم سے حاصل کرنے کے ساتھ عمل کرنے کے بغیر کہیں نہیں ملے گا۔

اے قوم اور حکمران! اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ اور اپنے نفوس کی خواہشات کو چھوڑ دو تو اس دُنیا کے گھر کے بدلے وہ گھر ملے گا جو بہت بہتر ہوگا یعنی جنت کا گھر۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے، اسکے مطابق فیصلہ کرو اور حق کے خلاف دوسرے لوگوں کی خواہشات پر مت چلو''۔ (دیکھیں سورۃ المائدۃ ۵، آیت ۴۸) شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد حق کے ساتھ فیصلہ کرنا سب سے اہم فرض ہے اور یہ سب سے افضل عبادت ہے۔ (شرح صحیح مسلم از مولانا سعیدی صاحب) امام احمد رحمہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''انکا فیصلہ تم کرو''۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اگر میں انکے درمیان فیصلہ کروں تو مجھے کیا اَجر ملے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تمہارا فیصلہ صحیح ہوا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود خطا لاحق ہوگئی تو تم کو ایک نیکی ملے گی۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، جلد پنجم)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ
الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ
وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ
الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا
مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ
لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ◄ (آیات ۷۸ سے ۹۲) وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے پیدا کیں تمہارے لیے سننے اور دیکھنے کی طاقتیں اور سوچنے کو دِل دیا مگر تم کم ہی شکر کرتے ہو۔[۷۸]

اُسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور رات اور دِن کا اختلاف اسی نے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔[۷۹-۸۰]

مگر لوگ (یعنی مشرکین مکہ) وہی کچھ کہتے ہیں جو ان سے پہلے کہتے رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں باقی رہ گئیں تو ہم دوبارہ زندہ اُٹھائے جائیں گے۔ یہ وعدہ تو ہم سے اور ہمارے آباؤ واجداد سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ یہ تو محض پُرانے زمانے کے قصے کہانیاں ہیں۔[۸۱-۸۳]

ان سے پوچھو کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے، یہ کس کا ہے؟ بتاؤ اگر تمہیں کچھ علم ہے؟[۸۴]

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ
رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى
تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ
﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ
اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ

یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر کیا یہ سوچتے نہیں ہیں۔ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہوسکتا)[۸۵]

ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمان اور عرشِ عظیم کا رَبّ تعالیٰ کون ہے؟ (یعنی ساتوں آسمان کا حاکمِ اعلیٰ کون ہے) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو کہو کہ پھر تم کیا اس سے ڈرتے نہیں ہو۔[۸۶-۸۷]

ان سے پوچھو کہ ہر چیز کی بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور کون ہے جو اسکے مقابلہ میں (تم کو) پناہ دے سکتا ہے۔ بتاؤ اگر تم علم رَکھتے ہو۔ یہ کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ (پھر ان سے پوچھو کہ) تم کیوں دھوکہ کھاتے ہو؟ (کہ اسکے ساتھ اَور بھی رَبّ بنائے ہوئے ہیں)[۸۸-۸۹]

ہم تو انکے پاس حق (یعنی سچائی) لے کر آئے لیکن وہ (اپنے عقیدوں اور اعمال میں) جھوٹ پر ہی رہے۔[۹۰]

اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی کوئی دوسرا اسکی بادشاہت میں

عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

شریک ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر بادشاہ اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ ان باتوں سے جو لوگ (یعنی مشرکین) اسکے بارے میں بناتے ہیں۔[۹۱]

وہ تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ بہت عظیم ہے اس شرک سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔[۹۲]

تشریح: یہ آیات مبارکہ جیسے مشرکینِ مکہ کیلئے تھیں، آج ہمارے لیے ہیں۔ تمام دُنیا کے مشرکین، اہل کتاب اور مسلمانوں کیلئے ہیں۔ اگر ہم اس بات پر یقین کر لیں کہ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان کا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ایک بیوقوف انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس بادشاہ کے احکامات پر ہم نے عمل نہ کیا تو لازماً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم پر فردِ جرم عائد ہونی چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ وہ ہمیں مہلت دیئے جا رہا ہے کہ ہم اسکو عملی طور پر تسلیم کر لیں جیسے عقلی طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ وہی حاکم مطلق ہے۔

اگر ہم اسکو واحد اور یکتا اور حاکم مطلق تسلیم نہیں کرینگے تو ہمارا انجام بُرا ہوگا جیسے پہلی قوموں کا ہوا جیسا کہ قرآن حکیم میں تفصیل سے بتا دیا گیا ہے۔

انسان کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک راستہ کہ اسکے احکامات کو پس پشت ڈال کر ہم **اپنی مرضی اور خواہشاتِ نفس** پر زندگی بسر کرتے رہیں۔ اسکا **انجام جہنم** ہے

دوسرا راستہ یہ ہے کہ اسکے **احکامات** پر پوری طرح دِل و جان سے عمل کریں اور اسکا انعام اللہ تعالیٰ نے **جنت رکھا ہے۔**

یہ فیصلہ کرنا کہ ہم اسکے احکام پر عمل کرتے ہیں یا نہیں کرتے، **ہمیں پورا پورا اختیار دے دیا گیا** ہے۔ اب فیصلہ ہمارا ہے کہ ہم جہنم کا راستہ اختیار کرتے ہیں جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے یا جنت کا راستہ اختیار کرتے ہیں جسکے باغات ہمیشہ سرسبز رہیں گے۔ وہاں نہ کوئی غم ہوگا، نہ کوئی خوف۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا
تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ
نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ
رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ
بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ
اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ

ترجمہ◄ (آیات ۹۳ سے ۱۰۱) کہو (یعنی دُعا مانگو) کہ اے میرے رَبّ تعالیٰ! جس عذاب کی انکو دھمکی دی جا رہی ہے، وہ اگر میری موجودگی میں آئے تو مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ دَراصل ہم تمہارے سامنے ہی وہ چیز (یعنی عذاب) لے آنے کی پوری قدرت رَکھتے ہیں جسکی دھمکی انہیں ہم دے رہے ہیں لیکن (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) انکی بُرائی (یعنی ان کی طرف سے بُری مخالفت) کا دفاع بہترین طریقے سے کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں وہ بناتے ہیں۔ (انکی بداخلاقی کا جواب بداخلاقی سے نہ دو بلکہ اچھے اخلاق سے دو [الحدیث])[۹۳-۹۶]

اور دُعا کرو کہ اے پروردگار! میں شیاطین (یعنی شیاطین جن اور شیاطین انسان) کے **وسوسوں** سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں تو اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (شیاطین انسان اور شیاطین جن) میرے سامنے آئیں۔ جب ان میں سے کسی کو موت آ جاتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رَبّ! مجھے اسی دُنیا میں واپس بھیج دیجئے جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ میں اب (واپس جا کر) نیک عمل کروں گا۔ ہرگز نہیں! (یہ جھوٹ بولتا ہے) یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ (واپس آ کر بھی

اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝

نیک عمل نہیں کریگا) موت کے بعد ایک زمانہ **برزخ** ہے (یعنی قبر) اس دِن تک جب وہ دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جائینگے۔[۹۷-۱۰۰]

پھر جب صور پھونکا جائیگا (اور دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جائینگے) تو انکے درمیان (یعنی شیاطین اور کافر کے درمیان) کوئی تعلق نہیں رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔[۱۰۱]

تشریح: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ:

مشرکینِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے انتہائی بداخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یہ ہدایت فرما رہے ہیں کہ انکی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دینا بلکہ بُرائی کے بدلے اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''اچھا اخلاق یہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی اچھے اخلاق سے پیش آئے تو تم بھی اس سے اچھا برتاؤ کرو بلکہ اچھا اخلاق یہ ہے کہ اگر دوسرا انسان تجھ سے بداخلاقی کرتا ہے تو تُو اس سے اچھا اخلاق ظاہر کرے''۔ (مشکوٰۃ)

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ:

شیاطین جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ (دیکھیں سورۃ الناس ۱۱۴) اسی طرح مومنین جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ جنات میں بھی نبی بھیجتا رہا ہے اور انسانوں میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔ یہ دونوں مخلوق اسی زمین پر رہتے ہیں۔ انسانی شیاطین جناتی شیاطین آپس میں ایک دوسرے

کے دوست بن جاتے ہیں۔

اسی طرح مومنین جنات اور مومن انسانوں آپس میں ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی کا جذبہ رَکھتے ہیں۔ مومنین جنات انسانی نبیوں کے پاس تعلیم کیلئے آتے رہے ہیں۔ (دیکھیں سورۃ الجن ۷۲)

انسانی شیاطین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے نبیوں کے باغی ہیں اور انسانی مومنین اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم انسانی شیاطین کو پہچانیں اور ان سے الگ رہیں یا انکو دِینِ اسلام کی تبلیغ کریں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے سے بیان کرتے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بحث کرتے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ پھر کہتے ہیں کہ تمہارے رَبّ کو کس نے پیدا کیا تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لیا کرو''۔ (کتاب الایمان شرح صحیح مسلم، جلد اوّل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جیسے ہی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے، ابلیس ایک شیطان اس کے ساتھ لگا دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''ہم نے ہر انسان کے ساتھ فرشتے لگا رَکھے ہیں جو اس کی (شیطان سے) حفاظت کرتے ہیں''۔ (دیکھیں رعد ۱۳، آیت ۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور ایک شیطان ہوتا ہے جو اس کو بُرائی کی ترغیب دیتا ہے''۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے دریافت کیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے'' تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ ''ہاں! میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور اسکو میرا مطیع کر دیا اور مجھے صرف بھلائی کی طرف ہی متوجہ کرتا ہے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شیطان انسان کے خون میں سرایت کر جاتا ہے''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف)

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ
النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى
عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ
عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا
مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا
وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۲ سے ۱۱۸) جسکے اعمال کا وزن بھاری ہوا، وہ کامیاب ہونگے اور جسکے اعمال کا وزن ہلکا ہوا، وہ نقصان اُٹھائینگے اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے [۱۰۲-۱۰۳]

آگ انکے چہروں کی کھال کو بھون ڈالے گی اور انکے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔[۱۰۴]

(جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ) کیا تمہارے سامنے میری آیات مبارکہ **پڑھی نہیں جاتی** تھیں؟ اس وقت تم **انہیں جھٹلاتے** تھے۔[۱۰۵]

وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رَبّ تعالیٰ! **ہماری بدنصیبی** ہم پر چھا گئی تھی۔ ہم واقعی گمراہ لوگ تھے۔ اے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال لے۔ اگر ہم پھر ایسا قصور کریں تو ہم ضرور ظالم ٹھہرے۔[۱۰۶-۱۰۷]

اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ **پڑے رہو** اسی میں **ذِلت کیساتھ** اور مجھ سے کلام مت کرو۔[۱۰۸]

تم وہی تو ہو جو میرے ان بندوں کا **مذاق** اُڑاتے تھے جو کہتے تھے کہ اے

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
الرّٰحِمِيْنَ ج صلے ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى
اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِىْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّىْ
جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ
﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا

ہمارے رَبِّ کریم! ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمیں **بخش دے** اور ہم **پر رحم فرما**۔ تو بہترین رحم فرمانے والا ہے اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے حتیٰ کہ تم نے مجھے بھی بھلا رکھا تھا۔[۱۰۹-۱۱۰]

آج ہم ان لوگوں کو انکے **صبر کا پھل** دینگے۔ (ایمان لانے والے) یہی ہیں وہ لوگ جو صحیح کامیاب ہوئے۔[۱۱۱]

(جہنمیوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ) زمین میں کتنے سال رہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک دِن یا اس سے بھی کچھ کم۔ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔[۱۱۲-۱۱۳]

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ واقعی بہت تھوڑا عرصہ دُنیا میں رہے۔ **کاش! کہ تم اس وقت اس بات کا علم حاصل کر لیتے**۔[۱۱۴] (کہ زمین کی زندگی چند دِن ہے اور آخرت کی ہمیشہ کے لیے ہے جنت ہو یا جہنم)

(اللہ تعالیٰ کہے گا کہ) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے **تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے** (انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟) اور تم ہماری طرف واپس نہیں آؤ

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

گے۔ پس وہی بلند ترین مرتبے والا ہے اللہ تعالیٰ **بادشاہِ حقیقی**۔ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا رَبّ اور وہی رَبّ ہے **عرشِ کریم کا** اور جو کوئی **اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اَور** کو بھی (رَبّ) **پکارے گا** جس کے متعلق اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے رَبِّ کریم کے پاس ہے۔ ایسے (مشرک) کافر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔[۱۱۵-۱۱۷]

اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! دُعا کرو کہ اے میرے رَبِّ کریم! **دَرگزر** فرما اور **رحم** فرما۔ تو بہترین رحم فرمانے والا ہے۔[۱۱۸] (یعنی ہماری غلطیوں کو بخش دے)

تشریح : قیامت کے دِن حساب کتاب کے وقت اعمال تولے جائیں گے۔ جنکے اعمال بھاری ہونگے، وہ جنت میں جائیں گے اور جنکے اعمال ہلکے ہونگے، وہ جہنم میں جائینگے۔

اللہ تعالیٰ اس وقت جہنمیوں سے پوچھے گا کہ کیا کبھی تم نے سوچا نہیں تھا کہ زمین کی زندگی تو چندروزہ ہے اور آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔

یہ جہنمی لوگ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ ہمیں ایک دفعہ واپس بھیج دیجئے تو ہم نیک کام کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ جب نیک کام کرنے کا وقت تھا تم تو **ان بندوں کا ہنسی مذاق** اُڑایا کرتے تھے جو نیک کام کرتے تھے۔ اب تم مجھ سے دُور ہو جاؤ اور میرے ساتھ بات مت کرو۔

تم تو یہ بھی سمجھتے تھے کہ دُنیا کی زندگی بس ایسے ہی ہے۔ہم نے مر کے کہاں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔اگر تم **یقین** کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کی **باتیں** اور اسکے **نبیوں** کی باتیں **سچی** ہیں اور تم نے مر کر دوبارہ اُٹھنا ہے اور (اپنے اعمال کا) حساب دینا ہے تو تم شاید ہوش میں آ جاتے۔اب چکھو جہنم کا مزہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے کفر کی وجہ سے۔

جس نے بھی اللہ تعالیٰ **کے ساتھ شرک** کیا تو وہ کافر ہی مرا اور کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں (۷۰واں) حصہ ہے (یعنی جہنم کی آگ ستر [۷۰] گناہ زیادہ تیز ہے)''۔(مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث ۵۴۲۰)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جسکو آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے۔ان سے اسکا دماغ ہانڈی کی طرح کھولے گا۔وہ سمجھے گا کہ سب سے سخت عذاب اسی کو دیا جا رہا ہے حالانکہ اسکا عذاب سب سے ہلکا ہوگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز ایک جہنمی کو لایا جائے گا (جو ابھی جہنم میں داخل نہیں ہوا ہوگا) جو دُنیا کے اندر عیش وعشرت میں رہا ہوگا پھر اسے آگ میں غوطہ دیا جائے گا۔پھر پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے کبھی کوئی آرام دیکھا۔کہے گا کہ تیری قسم اے رَبّ تعالیٰ! نہیں (میں نے کبھی آرام نہیں دیکھا زمین پر)

اسی طرح ایک جنتی کو لایا جائے گا (جو ابھی جنت میں داخل نہیں ہوا ہوگا) یہ شخص دُنیا میں سب سے زیادہ مصیبت میں رہا ہوگا۔اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی زمین پر۔کہے گا کہ تیری قسم اے رَبّ تعالیٰ! نہیں۔نہ میرے پاس کبھی کوئی تکلیف گزری اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس جہنمی سے جسکا عذاب سب سے ہلکا ہوگا، پوچھے گا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری دولت ہو اور تو اسکا فدیہ دے دے اور چھوٹ جائے تو کہے گا کہ ہاں! میں ایسا ضرور کرونگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اس سے بہت ہی آسان بات تجھ سے کہی تھی جبکہ تو (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تو نے انکار کیا اور میرے شریک ٹھہرائے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے لوگو! رویا کرو اور اگر نہ ہو سکے تو رونے کی کوشش کیا کرو کیونکہ جہنم میں جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ انکے آنسو انکے چہروں پر نالوں کی طرح بہیں گے کہ اگر کشتیاں ڈالی جائیں تو ان میں چلنے لگیں۔ جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہنے لگے گا اور آنکھیں زخمی ہو جائیں گی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۰)

حضرت ابو بردہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں ایک وادی ہے جسکو ''ہب ہب'' کہا جاتا ہے۔ ہر **متکبر** اسی میں ڈالا جائے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۴)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر بد بخت''۔ پوچھا گیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! **بد بخت کون ہے؟**'' فرمایا کہ ''**جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ چھوڑے**''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۴۸)

؎ کہن ہنگامہ ہائے آرزو سرد — کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سرد
بتوں کو میری لا دِینی مبارک — کہ ہے آج آتش **اَللّٰهُ هُو** سرد

؎ ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟ — خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں — تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

○.....○.....○

اَلنُّور ۲۴

مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۶۴ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۸) یہ ایک سورت ہے جسے ہم ہی نے نازل کیا اور ہم ہی نے اسکے **احکامات پر عمل کرنا ضروری ٹھہرایا**۔ اس سورت میں ہماری ہدایات بالکل صاف صاف ہیں تا کہ **تم غور وفکر کرو**۔[۱]

زانی عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اگر تم پختہ ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر تو اللہ تعالیٰ کے دِین کے بارے میں ان پر ترس کھانے کا خیال تمہیں نہیں ہونا چاہیے اور مومنین کا ایک طبقہ عذاب کے وقت مشاہدہ کیلئے

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا
زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ
مِشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ
شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا
لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا
الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

موجود ہونا چاہیے۔(تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں)[۲]

بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت سے یا مشرکہ عورت کے ساتھ اور بدکار عورت نکاح نہیں کرتی مگر بدکار مرد یا مشرک مرد کے ساتھ۔ یہ حرام کر دیا گیا ہے اہلِ ایمان کے لیے۔[۳]

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ بھی نہ لا سکیں تو انکو اَسّی کوڑے لگاؤ اور انکی شہادت کبھی قبول نہ کرو کیونکہ وہ صحیح راستے سے ہٹے ہوئے ہیں البتہ جو لوگ بعد میں توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں (تو ان سے یہ شہادت کی شرط ہٹالی گئی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۴-۵]

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور انکے پاس خود انکے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک مرد کی شہادت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ

اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ
كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ
تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ
۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ
بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ

تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔[۶-۷]

اور عورت سے عذاب اس طرح ٹل سکتا ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹے اگر وہ سچا ہے۔[۸-۹]

اگر تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتے اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔ (تو ایسا الزام تمہارے لیے باعثِ فتنہ بنتا)[۱۰]

جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں، وہ تمہارا ہی ایک گروہ ہے (یعنی مسلمان لیکن منافقین)۔ اس واقعہ کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو (یعنی فتنہ نہ سمجھو) بلکہ یہ بھی تمہارے لیے خیر ہی ہے۔ جس نے اس میں جو کچھ کمایا، اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا اور جس شخص نے بڑا حصہ لیا، اسکے لیے بڑا عذاب ہے۔ (یعنی عبداللہ بن اُبی)[۱۱]

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا
اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ
لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ
الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا
هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ
شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ
اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ
اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ ۚ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ
بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ

تم نے جس وقت ایسا سنا تو اس وقت کیوں نہ **مومن مردوں** اور **مومن عورتوں** نے اپنے دِل میں نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح جھوٹ ہے[۱۲]

وہ لوگ چار گواہ کیوں نہ لائے؟ کیونکہ وہ نہیں لائے تو اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔[۱۳]

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رحمت اس دُنیا میں اور آخرت میں تم پر نہ ہوتی تو جس بات میں تم پھنس گئے تھے، اسکی وجہ سے تم پر بڑا عذاب آ جاتا۔[۱۴]

تمہاری زبانیں تو یہ بات پھیلاتی جا رہی تھیں اور جس بات کا تمہیں علم نہیں تھا، اسکے متعلق تمہارے منہ کھلے ہوئے تھے اور تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی اہم بات تھی۔[۱۵]

عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮ وَلَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱

جب تم نے اسے سنا تو تم نے کیوں نہ کہا کہ ہمیں تو زیب نہیں دیتا کہ ہم ایسی بات کریں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، یہ تو ایک بہت بڑا بہتان باندھا گیا ہے۔[۱۶]

اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ہرگز ہرگز ایسی حرکت مت کر بیٹھنا۔ اگر تم واقعتاً پکے مومن ہو۔[۱۷][اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اس کا نبی بھی پاک ہے۔ اس کے گھر والے بھی پاک ہیں]

اللہ تعالیٰ اپنی ہدایات کھول کر بیان کر رہا ہے۔ وہ پورے علم والا اور حکمت والا ہے۔[۱۸]

تشریح: یہ آیات مبارکہ ایک خاص واقعہ کے متعلق اور ایک خاص شخصیت کے متعلق ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق قوم کا رویہ اور اس شخصیت کے متعلق اخلاقی رویہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے اُمت پر کھول کر رکھ دیا ہے۔

ان آیات مبارکہ کا لبِ لباب یہ ہے کہ کسی پر کوئی **الزام** لگانا معمولی بات نہ سمجھو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بُری بات ہے۔ اگر کسی پر الزام لگانا چاہتے ہو تو اس کیلئے ثبوت پیش کرو۔ اگر ثبوت نہیں پیش کر سکتے تو پھر تمہارا الزام جھوٹا سمجھا جائیگا اور تم سزا کے مستحق ہو گے۔

یہاں الزام ایک خاص نوعیت کا ہے جو کہ ترجمے میں واضح ہے لیکن ہم اس سے

ایک سبق حاصل کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ **اپنی زبان پر کنٹرول رکھو**۔ اگر کسی پر کوئی الزام لگانا ہے تو پہلے اسکے ثبوت اکٹھے کرو اور بہتر یہ ہے کہ الزام لگانے کی بجائے اسکے گناہ کو چھپانے کی کوشش کرو۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مجھے اسکی ضمانت دے جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اسکی ضمانت دے جو دونوں پاؤں کے درمیان ہے (یعنی عصمت گاہ) میں اسکو جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم حدیث ۴۵۹۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے جسکو اس نے اہمیت نہیں دی لیکن اسکے باعث اللہ تعالیٰ اسکا دَرجہ بلند کر دیتا ہے۔

ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک لفظ کہہ دیتا ہے جسکی اسے پرواہ نہیں ہوتی لیکن وہ اسے جہنم میں لے جاتا ہے''۔([بخاری] مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۴۶۰۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم پر سچائی لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک **صدیق لکھ دیا جاتا ہے**۔

جھوٹ سے پرہیز کریں کیونکہ **جھوٹ بدی کی طرف** لے جاتا ہے اور بدی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک **کذاب لکھ دیا جاتا** ہے''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**جو خاموش رہا، وہ نجات پا گیا**''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ **بے کار باتوں کو چھوڑ دے**''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو

اسکی بدبو کے باعث فرشتہ اس سے ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں ہوتی کسی چیز میں بے غیرتی مگر اسے داغدار کر دیتی ہے اور نہیں ہوتی کسی چیز میں **حیا مگر اسے زینت بخشتی** ہے''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۳۹)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن بزدل بھی ہوسکتا ہے۔ بخیل بھی ہوسکتا ہے **مگر کذاب نہیں ہوسکتا**''۔(مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۴۶۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''جس نے کوئی ایسا گناہ کیا جس پر حد کی سزا نافذ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ بڑا انصاف فرمانے والا ہے۔ اسکو آخرت میں دوبارہ سزا نہیں دیگا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مزید فرمایا کہ

''جس نے حد والا کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالے رکھا تو اللہ تعالیٰ بڑا کرم فرمانے والا ہے۔ وہ اس چیز کو نہیں دُہراتا جس پر وہ معاف کر چکا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دو عادتیں ایسی ہیں جو کرنے میں ہلکی لیکن میزان میں بھاری ہیں۔ ایک **لمبی خاموشی**۔ دوسری **حسن اخلاق**''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اسکی پردہ پوشی فرمائیگا۔

جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی پردہ دری فرماتا ہے حتیٰ کہ گھر بیٹھے اسکو رسوا کر دیتا ہے''۔(ابن ماجہ)

جیسا برتاؤ تم دوسروں سے رکھو گے ویسا برتاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رکھے گا گویا کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے۔

۝.....۝.....۝

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۹ سے ۲۱) جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، وہ دُنیا اور آخرت میں دَردناک عذاب کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے (ایسے لوگوں کو) لیکن تم نہیں جانتے۔[۱۹]

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی تم پر نہ ہوتے اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔ (تو یہ خبر تمہارے اندر ایک بہت بڑا فتنہ اُٹھاتی)[۲۰]

اے ایمان والو! شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ جو شیطان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے تو وہ اسے **بے حیائی اور ناپسندیدہ کاموں** کا حکم کرتا ہے۔ (بے حیائی پھیلانا شیطان کا کام ہے)

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شاملِ حال نہ رہے تو تم میں سے کوئی شخص بھی ہرگز ہرگز پاک نہیں رہ سکتا مگر یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہیں پاک کرتا

ہے، جس کو چاہے۔ (وہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور پاک کرتا ہے) اللہ تعالیٰ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔[۲۱]

تشریح : شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکاتا رہے گا۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار **بے حیائی کروانا** اور **بے حیائی پھیلانا** ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا لباس اسی لیے اس نے اُتروایا کہ وہ بے حیائی سے واقف ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو معاف فرما دیا۔

اب شیطان کا سب سے بڑا مشغلہ یہی ہے کہ وہ بے حیائی کو کئی طریقوں سے جو زمانے کے لحاظ سے نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں، معاشرے میں پھیلاتا ہے اور بے حیائی کی روک تھام کرنے والے بے بس ہو جاتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے روانہ کرتا ہے اور ان میں ادنیٰ ترین لشکری وہ ہوتا ہے جو بہت بڑا فتنہ اُٹھاتا ہے۔ جب وہ اپنی کارگزاری سناتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا، اس پر شیطان کہتا ہے، تُو نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک دوسرا لشکری آتا ہے تو شیطان پوچھتا ہے کہ تُو کیا کر کے آیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میں نے **شوہر** اور **بیوی** کے درمیان تفریق (لڑائی جھگڑا اور جدائی) کرائی ہے۔ (یہ کارگزاری سن کر) شیطان کہتا ہے کہ تم نے بہت بڑا کام کیا اور اسکو اپنے قریب کر لیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۴)

ہمارے ٹیلی ویژن، فلمیں، اخبارات، ناول اور افسانے وغیرہ وغیرہ بے حیائی سے بھرے ہوئے ہیں۔ آج کل شیطان ان ذرائع کو خوب استعمال کر رہا ہے اور ہمارے تعلیمی اداروں میں ہر سطح پر مخلوط نظامِ تعلیم (Co-Education) نظر آتا ہے لیکن ہم اور ہمارے علماء کرام اور ہمارے حکمران اس بُرائی کو روکنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ان میں سے سب سے زیادہ ذِمہ داری حکمرانوں کی ہے جو مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے احکامات پر

قائم رہنے والے اوران پر عمل نہ کرنے والوں کی مثال اس قوم جیسی ہے جو قرعہ اندازی کر کے سمندر میں ایک کشتی میں سوار ہوتی ہے۔ بعض اوپر کی منزل پر بیٹھے اور بعض نیچے کی منزل پر۔ تو جو لوگ نیچے تھے، وہ پانی لینے کیلئے اوپر چڑھتے اور اوپر بیٹھنے والوں پر پانی گرا دیتے۔ چنانچہ اوپر والوں نے کہا کہ ہم تمہیں پانی لینے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ تم لوگ اوپر آ کر ہمیں تکلیف دیتے ہو۔ اس پر نیچے والوں نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے! ہم نیچے سے کشتی میں ایک سوراخ کر لیتے ہیں، اس میں سے پانی لے لیں گے۔

اب اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں سوراخ کرنے سے روک دینگے تو سب محفوظ رہیں گے ورنہ سب کے سب غرق ہو جائینگے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۹۴)

عوام کی بھی ذِمہ داری بنتی ہے کہ وہ نیکی کی ترغیب دیں اور بُرائی سے لوگوں کو منع کریں۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''جو کوئی بُرائی دیکھے، اسکو ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر وہ ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا تو زبان سے مٹانے کی کوشش کرے۔ اگر زبان سے بھی ممکن نہیں ہے تو اپنے دِل سے اسکو بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور دَرجہ ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

زمینی حقائق یہ ہیں کہ اگر آپ کسی کو غلطی سے ٹوکیں یا روکیں اور آپ اپنا رویہ شائستہ بھی رَکھیں تو بھی اکثر انسان آپکی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اسکے لیے حکومت کی پشت پناہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن معاشروں میں حکومت کی پشت پناہی بُرائی کو مٹانے کے پیچھے اور اچھائی کی ترغیب دینے کے پیچھے ہوتی ہے، وہ اچھا نتیجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کوئی شخص کسی بُرائی کی بنیاد رَکھتا ہے۔ وہ دُنیا میں جب تک بُرائی چلتی رہتی ہے، اسکا ایک حصہ اسکے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے (جیسے قابیل نے قتل کی بنیاد رَکھی تو قیامت تک جتنے بھی قتل ہو رہے ہیں، اسکا ایک حصہ قابیل کے نامہ اعمال میں لکھا جا رہا ہے) (مشکوٰۃ شریف)

؎ تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ
کوئی بتائے کہ یہ مسجد ہے یا کہ مے خانہ

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا
اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ
اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ

ترجمہ◄ (آیات ۲۲ سے ۲۹) نہ کھائیں وہ لوگ قسم جو صاحبِ فضل (خوشحال) ہیں اور صاحبِ وسعت (مالدار) ہیں کہ اپنے **رشتہ داروں، مسکینوں** اور اللہ تعالیٰ کے راستے کے **مہاجرین** کی مدد نہیں کریں گے۔ انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور دَرگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے اور جان رَکھو کہ اللہ تعالیٰ ہے ہی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا۔ (تم لوگوں پر رحم کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ [ترمذی])[۲۲]

جو لوگ پاکدامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، وہ ملعون ٹھہرے، دُنیا میں اور آخرت میں اور انکے لیے ایک **بڑا عذاب** ہوگا۔ (یہ منافقین تھے جنہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی)[۲۳]

انہیں وہ دِن (یعنی قیامت کا دِن) یاد رَکھنا چاہیے جبکہ انکی **زبانیں** اور انکے **ہاتھ** اور انکے **پاؤں** گواہی دینگے جو کچھ عمل وہ کرتے رہے تھے۔ (مومن وہ ہے جو اپنی زبان سے اور ہاتھ کے شر سے لوگوں کو محفوظ رَکھے۔ [بخاری])[۲۴]

اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا

اس دِن ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ پورا پورا بدلے دے گا جس کے وہ حقدار ہوں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ دَراصل ''**الحق**'' ہے۔ (یعنی سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے)[۲۵]

(یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ) بُری عورتیں، بُرے مردوں کیلئے اور بُرے مرد، بُری عورتوں کیلئے۔ پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کیلئے اور پاکیزہ مرد، پاکیزہ عورتوں کیلئے۔ ایسے لوگ ان باتوں سے پاک ہیں جو عوام انکے متعلق بناتے ہیں۔ انکے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور رزقِ کریم ہے۔ (یعنی انکے لیے جنت ہے جنہوں نے اپنی زبان اور عصمت کی حفاظت کی [مشکوٰۃ])[۲۶]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جایا کرو جب تک کہ اہلِ خانہ سے اجازت نہ لے لو اور **گھر والوں پر سلام** بھیجو۔ یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اسکا خیال رَکھا کرو۔ (گھنٹی بجاؤ تین دفعہ۔ اگر جواب نہ آئے تو واپس ہو جاؤ اور بُرا نہ مناؤ۔ اگر اجازت ملنے پر داخل ہو جاؤ تو **بسم اللہ** کہو اور سب کو

تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

السلام علیکم کہو۔[الحدیث])[۲۷]

اگر گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزگی کا راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔[۲۸]

تمہارے لیے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہیں ہے اور جن میں تمہارے کاروبار کی چیزیں ہیں۔ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو، اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے۔[۲۹]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں ہمیں رہنمائی یہ ملتی ہے کہ

(۱) لوگوں کے قصور معاف کر دیا کرو۔ اگر تم معاف کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرما دیگا۔[الحدیث]

(۲) کسی عورت پر یا مرد پر بغیر علم کے کوئی الزام تراشی نہ کرو۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

(۳) قیامت کے دِن ہر انسان کے اعضا گواہی دینگے مثلاً زبان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ۔ ہر اس بات کی جو انہوں نے کی، اچھی ہو یا بُری۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۱۸)

(۴) قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دیگا۔ بُرائی کی سزا اور نیکی کا اَجر اور ذرا برابر بھی کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کے گھروں میں آنے جانے کے آداب بتا دیئے ہیں۔ ان پر غور کرو اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ **اللہ تعالیٰ ظاہر** اور **غائب** کا جاننے والا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا

ترجمہ◄ (آیات ۳۰ سے ۳۱) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! **مومن مردوں** کو کہہ دو کہ **اپنی نظریں نیچی** رکھیں اور **اپنی عصمت** کی حفاظت کیا کریں۔ یہ انہی کے حق میں زیادہ **پاکیزہ** طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔[۳۰]

اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! **مومن عورتوں** سے بھی کہہ دو کہ **اپنی نظریں نیچی** رکھا کریں اور اپنی **عصمت کی حفاظت** کیا کریں۔ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں (ارادۃً) سوائے اسکے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر **اپنی اوڑھنیاں** ڈالیں رکھیں اور اپنی **زینت ظاہر** نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے..... شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، **اپنے غلام**، وہ **زیر دست** مرد (ہیجڑے) جو کسی اَور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

سے ابھی واقف نہیں ہیں۔ عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی زینت کا جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے، لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! سب مل کر اللہ تعالیٰ سے **توبہ کرو**۔ اُمید ہے کہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ (یعنی جنتی بن جاؤ گے)[۳۱]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے معاشرے میں **رہنے کے آداب بتائے** ہیں کہ عورتوں کیلئے کن آداب کی ضرورت ہے تا کہ **بے حیائی نہ پھیلے** اور مردوں کیلئے کن آداب کی ضرورت ہے تا کہ بُرائی سے بچے رہیں۔

اگر ہم ان آداب کا خیال رکھیں جو ان آیات مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں تو ہمارے معاشرے میں فحاشی کے اڈے، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اپنی کارکردگی کو **صحیح راستے** پر لانے کا سوچیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان آیات مبارکہ پر غور کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مدنظر رکھ کر بے حیائی پھیلانے کی بجائے بے حیائی کو روکنے کی کوشش کریں۔ انکا ایک بہت اہم مقام ہے۔ اس سے وہ جنت خرید لیں یا جہنم۔ فیصلہ انکے اپنے ہاتھوں میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو بُرائی کی ابتداء کرتا ہے۔ وہ بُرائی جب تک لوگ کرتے رہتے ہیں، ان سب کا ایک حصہ اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جس نے وہ بُرائی شروع کی یا اسکو پھیلایا۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی نیک کام کی ابتداء کی تو اسکے نامہ اعمال میں ان تمام لوگوں کی نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے جو اسکے نقشِ قدم پر چل کر نیکی کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا قصلے وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ ط وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا

ترجمہ ◄ (آیات ۳۲ سے ۳۴) تم میں سے جو لوگ غیر شادی شدہ ہیں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں (غربت نکاح نہ کرنے کی وجہ نہیں ہونی چاہیے۔ بے حیائی و زنا سے رزق کم ہوتا ہے اور پاکیزہ تعلقات سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور بڑا علم رکھنے والا ہے۔[۳۲]

اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں، انہیں چاہیے کہ **پاکدامنی** اختیار کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے **انکو غنی** کر دے اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت کی درخواست کریں (آزاد ہونے کی درخواست کریں)، ان سے مکاتبت (اقرار نامہ) کر لو اگر تمہیں معلوم ہو کہ انکے اندر بھلائی ہے (یعنی شر پسند شخص نہیں ہے) اور انکو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دُنیاوی فائدے کی خاطر **قحبہ گیری** پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

انکو مجبور کرے تو اس مجبوری کے بعد ان لونڈیوں کو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔[۳۳]

ہم نے تمہارے لیے واضح ہدایات اُتاری ہیں اور ان قوموں کی مثالیں تمہیں دی ہیں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں اور (ضروری) نصیحتیں ہم نے بھیج دی ہیں ان کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔[۳۴]

تشریح: ان آیات مبارکہ سے ہم مندرجہ ذیل رہنمائی لیتے ہیں:

(۱) جو لوگ شادی کی عمر کو پہنچ جائیں خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام اور لونڈی، انکی شادی کر دینی چاہیے جتنی جلدی ممکن ہو۔ اس سے معاشرے میں پاکیزگی کا عنصر غالب رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے نوجوانو کے گروہ! جو تم میں سے نکاح کی طاقت رَکھتا ہو (مالی وسائل رَکھتا ہو) تو وہ ضرور نکاح کرے اور جو نکاح کی طاقت نہیں رَکھتا (غریب آدمی ہے) تو وہ روزے رَکھے کیونکہ روزہ نکاح کی خواہش کو کم کر دیتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

ایک دوسری حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو نکاح کی طاقت (یعنی مالی وسائل) رَکھتا ہو تو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ **آنکھ کی حفاظت** اور **عصمت کی حفاظت** کا باعث ہے''۔ (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''چار چیزیں باعثِ سعادت ہیں:

(الف) نیک عورت

(ب) وسیع رہائش
(ج) اچھا پڑوسی
(د) اچھی سواری
اور چار چیزیں بدنصیبی کی علامت ہیں:
(الف) بُرا پڑوسی
(ب) بُری عورت
(ج) بُری سواری
(د) تنگ رہائش''۔ [صحیح ابنِ حبان]

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''جو اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے ہیں، وہ جنت الفردوس کے وارث ہونگے''۔ (دیکھیں المومنون ۲۳، آیات ۱ تا ۱۱)

(۲) معاشرے کو پاکیزہ رَکھنے کیلئے اور پُرامن رَکھنے کیلئے مرد اور عورت کے میل ملاپ اور چلنے پھرنے کے آداب بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے۔ فرمایا کہ ''اے مومن مردو!
(الف) اپنی نگاہیں نیچی رَکھا کرو
(ب) اپنی عصمت کی حفاظت کیا کرو
(ج) یہ تمہارے لیے پاکیزگی کا باعث ہیں''۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے مومن عورتو!
(الف) اپنی نگاہیں نیچی رَکھا کرو
(ب) اپنی عصمت کی حفاظت کرو
(ج) اپنی زینت کو مت ظاہر کرو
(د) اپنے سینوں پر اوڑھنیاں ڈال لیا کرو
(ر) زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلا کرو کہ زینت (کی آواز) سنائی دے''
پھر فرمایا کہ
''سب اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کیا کرو تا کہ تم نجات پاؤ''۔
(کہ جہنم سے نجات پاسکو) [دیکھیں النور ۲۴، آیات ۳۰-۳۱]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ
كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ
زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ
مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ
يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ
عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ

ترجمہ ◄ (آیات ۳۵ سے ۴۰) آسمانوں اور زمین کا نور اللہ تعالیٰ سے ہی ہے (یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلتا ہے، وہ دَراصل نور میں چلتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نہیں چلتا بلکہ اپنی خواہشات اور مرضی پر چلتا ہے، وہ اندھیرے میں چل رہا ہے) اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال یہ ہے کہ ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے اور چراغ ایک فانوس میں ہے اور فانوس کا حال یہ ہے کہ جیسے موتی چمک رہا ہو اور وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس کا تیل خود بخود بھڑک اُٹھنے کے لیے تیار ہے خواہ اس کو آگ بھی نہ چھوئے۔ گویا کہ نور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے، رہنمائی فرماتا ہے اور وہ لوگوں کو بات سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔[۳۵]

(اسکے نور سے مستفید ہونے والے) وہ لوگ ہیں جو ان گھروں (یعنی مساجد) میں پائے جاتے ہیں جنہیں (عزت میں) بلند کرنے اور جن میں اللہ تعالیٰ

فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۳۶ۙ
رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا
تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝۳۷ۙ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ
اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ

نے اپنے نام کا ذِکر کرنے کی اجازت دی ہے اوران میں صبح وشام اسکی تسبیح بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ اَدا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ یہ لوگ اس دِن سے ڈَرتے ہیں جس میں دِل اُلٹ جائینگے اور آنکھیں پتھرا جائینگی۔[۳۶-۳۷]

اللہ تعالیٰ انکو **بہترین بدلہ** عطا فرمائیگا انکے اعمال کا بلکہ **مزید اپنے فضل سے** بھی دیگا۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، بے حساب رزق (یعنی دُنیا میں پاکیزہ رزق اور آخرت میں جنت کا رزق) عطا فرماتا ہے۔[۳۸]

جنہوں نے **کفر** کیا، انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے سراب (ریگستان میں ریت کا چمکنا سراب کہلاتا ہے) کہ پیاسا اسکو پانی سمجھتا ہے مگر جب وہ اسکے پاس پہنچتا ہے تو وہاں کوئی چیز موجود نہیں ہوتی اور اسکے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پاتا ہے (وہ آخر میں صحرا میں ہی مرجاتا ہے اور پانی نہیں ملتا) تو پھر اسکا حساب پورا پورا چکھا دیا جاتا ہے (یعنی جہنم میں بھیج دیا جاتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ حساب لینے میں دیر نہیں لگاتا۔[۳۹]
(کافر اپنے اعمال سراب کی طرح چمکدار سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

ان کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وجود نہیں ہے۔ مرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ جن اعمال کو وہ بڑی بڑی نیکیاں سمجھ رہے تھے، وہاں تو انکے اَجر کا وجود ہی نہیں ہے۔ انکا کوئی اَجر ہے ہی نہیں)

یا پھر (کافر کی ایک اَور مثال) ایسے ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا ہے۔ اوپر ایک موج پر موج چھائی ہوئی ہے پھر اس پر ایک بادل بھی ہے۔ تاریکی پر تاریکی چھا گئی ہے۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ نور نہ بخشے، اسکے لیے پھر کوئی نور نہیں ہے۔ (کافر کے تمام اعمال اندھیرا ہیں جبکہ مومن کے تمام نیک اعمال اللہ تعالیٰ کا نور ہیں)[۴۰]

تشریح : ان آیات مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک عمل جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کیا جاتا ہے، وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نور کی طرح روشن ہوگا اور اس روشنی میں مومن اپنا راستہ جنت کی طرف طے کرے گا۔

کافر کا کوئی عمل قبول نہیں۔ اسکا نیک عمل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ اسکی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اندھیرا ہے۔ آخرت میں اسکے اعمال اسکے لیے روشن نہیں ہونگے بلکہ وہ اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا پھرے گا اور بالآخر جہنم میں جا گرے گا۔

اسی لیے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ [ترجمہ] ''وہ دِن (بھی یاد رکھنے

کے قابل ہے) جب ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھو گے کہ انکا نور انکے آگے اور انکی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ) آج تم کو بشارت ہے باغوں کی جنکے نیچے ندیاں جاری ہیں۔ جن میں تم ہمیشہ رہو گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔ قیامت کے روز منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ذرا ہماری طرف دیکھو کہ کیا ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ان سے کہا جائیگا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ اپنا نور کہیں اَور جگہ تلاش کرو پھر انکے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائیگی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اسکے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب''۔ (منافقین عذاب میں ہوں گے)

(الحدید ۵۷، آیات ۱۲-۱۳)

کافروں کے لیے انکے اعمال اس سے بھی زیادہ گہرے اندھیرے میں ہونگے جس کی مثال ان آیات مبارکہ میں سمندر سے دی گئی ہے۔ (دیکھیں النور ۲۴، آیت ۴۰)

؎ خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

☆.....☆.....☆

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

[اقبال]

زمین

؎ آہ یہ مرگِ دوام، آہ یہ رزمِ حیات!
ختم بھی ہو گی کبھی کشمکش کائنات!
عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات!
عارف و عامی تمام بندۂ لات و منات!
خوار ہوا کس قدر آدمِ یزداں صفات
قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کا ثبات
کیوں نہیں ہوتی سحر حضرتِ انساں کی رات؟

○.....○.....○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ
وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ
يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ
وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ
فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۴۱ سے ۴۶) کیا تم دیکھتے نہیں جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو بڑے ہی منظّم ہیں، سب **اللہ تعالیٰ کی تسبیح** بیان کر رہے ہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے **اپنی نماز** کو اور **اپنی تسبیح** کرنے کے طریقے کو۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ **اسکا پورا علم** رکھتا ہے۔ (اے انسان! کیا تو جانوروں اور پرندوں سے بھی نیچے گر گیا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتا)[۴۱]

آسمانوں اور **زمین کی بادشاہت** اللہ تعالیٰ واحد ہی کی ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ (جب بادشاہت اسکی ہے قوانین زندگی اور موت بھی اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے ہی چلیں گے۔ کسی اَور کے قوانین پر چلو گے تو وہ باطل ہوں گے)[۴۲]

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر انکو آپس میں جوڑتا ہے پھر اسے ایک موٹا بادل بنا دیتا ہے اور پھر تو دیکھتا ہے کہ اسکے بیچ میں سے مینہ برستا ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں، اولے برساتا ہے پھر جسے چاہتا ہے، ان سے نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ان سے اسکو بچا لیتا

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي
الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى
اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ

ہے۔قریب ہے کہ بادلوں کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی کو اُچک لے جائے۔(یہ ہماری ہی رحمت ہے جو تم لوگوں کو اس سے بچالیتی ہے)[۴۳]

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو رات اور دِن کا اُلٹ پھیر کر رہا ہے۔ان میں اہلِ بصیرت کیلئے بہت سی عبرت کی باتیں ہیں۔(اس زمین پر ساری مخلوق بشمول انسان کی زندگی رات اور دِن کے تغیر پر منحصر ہے)[۴۴]

اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو مادہ (پانی) سے پیدا کیا ہے۔ان میں سے بعض ہیں جو پیٹ پر چلتے ہیں (یعنی سانپ وغیرہ) اور بعض ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں (یعنی مرغی وغیرہ) اور بعض ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں (یعنی بھینس وغیرہ) اللہ تعالیٰ پیدا فرمالیتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے[۴۵]

ہم نے صاف صاف اپنی نشانیاں نازل کیں۔اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے سیدھے راستے کی۔(تمہارے اپنے ماحول میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں کہ اگر تم اپنی دو آنکھوں اور اپنے دونوں کانوں کو اور دِل و دماغ کو استعمال کرو تو تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ کائنات کا خالق، مالک اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی اَور نہیں ہو

يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

سکتا۔)[۴۶]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق اور اسکا مالک ہونے میں بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان اور زمین پیدا فرمائے اور جو کچھ ان میں ہے، سب اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا ہی حق بنتا ہے کہ ہر مخلوق **ذی روح** یا **غیر ذی روح** اسی کی تعریف کرے، اسی کے حکموں پر چلے، اسی سے ڈرتی رہے۔ اسی کی بندگی کرے۔ کسی کو اسکا شریک نہ بنائے۔

زمین پر پانی برسانا اسی ایک اکیلے بادشاہ کا کام ہے اور اس بارش سے ہر قسم کی روئیدگی زمین میں اُگتی ہے اور اس روئیدگی پر اور پانی پر ہر چیز کی زندگی کا انحصار ہے۔ ہر چلنے والی مخلوق اسی نے پیدا کی ہے۔ کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے بغیر ٹانگوں کے، کوئی چار ٹانگوں پر چلتا ہے۔ انسان دو ٹانگوں پر چلتا ہے اور انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ جب بلاشبہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے تو وہ وہی اکیلا حقدار ہے کہ انسان اسی کی ہی بندگی کرے۔ اسی کا ہی ہر بات میں حکم مانا جائے۔ اسکے سوا کائنات میں کسی دوسرے کو نہ اسکا شریک بنایا جائے اور نہ کسی کو اس کا مدمقابل رَبّ بنایا جائے۔

کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نہ تو اسکو کسی اَور کے حوالے کیا اور نہ ہی اسکو اکیلا چھوڑ دیا بلکہ خود اسکا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور انسان کی ہدایت کیلئے ایک نظامِ رسالت قائم کیا جو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اور رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔

اس بادشاہِ مطلق نے **ہر قوم کو اپنا آئین دیا**۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جو آئین دیا، وہ قرآن حکیم کی شکل میں ہمارے پاس من وعن موجود ہے۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، قرآن کریم اور رسالت کے ذریعے ہدایت دیتا ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ جو انسان ہدایت کیلئے محنت کرتے ہیں تو ہدایت حاصل کر لیتے ہیں اور جو لوگ ہدایت سے جی چرا کر اپنے بتوں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکو ہدایت نہیں دیتا۔

ہماری حالت اس وقت کچھ ایسی ہی ہے کہ ہم قرآن کریم اور رسالت سے غافل ہو چکے ہیں لہٰذا ہم سیدھے راستے سے بہت ہٹ چکے ہیں۔ کہنے کو ہم مسلمان ہیں لیکن عملی طور پر اسلام نظر آتا نہیں ہے۔

اوپر سے لے کر نیچے تک جھوٹ کی بہتات ہے کہ کوئی سچ بولنے والا، کوئی سچی بات، کوئی سچا نظام، کوئی سچی حکومت، کوئی سچا ادارہ دُور دُور تک نظر نہیں آتا۔

ایمان نور ہے۔ منافقت اور کفر اندھیرا ہیں۔ ایمان کا مطلب اللہ تعالیٰ کے حکموں کو دِل سے مان لینا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ان حکموں پر عمل کرنا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے کر کے دکھا دیا۔

منافقت یہ ہے کہ وہ زبان سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تو مانتا ہے لیکن عملی طور پر ان کو اپنے عمل میں نہیں لاتا۔ کفر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مانتا ہی نہیں۔ قیامت کے دِن ایمان والوں کے نیک اعمال نور بن کر ظاہر ہوں گے اور اس نور میں ایمان والے جنت کی طرف اپنا راستہ طے کریں گے۔

منافق اور کافر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے نور سے محروم ہوں گے۔ ان کے چاروں طرف اندھیرا ہوگا اور وہ جنت کا راستہ نہیں دیکھ سکیں گے اور ان کو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔

تمام آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ کا نور تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تورات اور انجیل بھیجیں جو کہ (اللہ تعالیٰ کا) نور تھیں۔ (دیکھیں سورۃ المائدۃ ۵، آیات ۴۴ اور ۴۶)

اب آپ سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۱۵ اور ۱۶ پر غور کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب (یعنی قرآن حکیم) آ گیا ہے۔ یہ کتاب ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور ان (یعنی مومنین) کو منافقت اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہے اور یہ نور انکو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی قرآن حکیم پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ کی خاطر خلوصِ نیت سے تو اسکے اعمال قیامت میں نور بن جائیں گے اور یہ نور اس کو جنت میں لے جائے گا۔

؎ گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دِیں بندہ مومن کے لیے موت ہے یا خواب

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ
يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ
يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ
يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا

ترجمہ ◄ (آیات ۴۷ سے ۵۲) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت قبول کی لیکن ان میں سے ایک گروہ بعد میں اطاعت سے پھر گیا تو یہ مومن نہیں ہیں (منافق ہیں)۔ جب انکو بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی طرف تا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) انکے درمیان فیصلہ کردے تو ایک فریق آنے سے کتراتا ہے (جب وہ حق پر نہیں ہوتا) لیکن جب وہ فریق حق پر ہوتا ہے تو پھر مطیع بن کر آجاتا ہے۔ انکا رویہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انکے دِل کو یا تو **منافقت** کا روگ لگا ہوا ہے یا وہ **شک** میں ہیں یا انکو یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) ان پر ظلم کرینگے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ **خود ہی ظالم** ہیں۔ (انکے اپنے اعمال ایسے ہیں کہ وہ سزا کے مستحق ہیں اور سزا میں اللہ تعالیٰ ذرّہ برابر بھی کمی بیشی نہیں کرتے کہ کسی پر ظلم ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تو معاف کرنے والے ہیں اور عدل کرنے والے ہیں) [۴۷-۵۰]

دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اسکے برعکس صحیح **مومنین** کا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ انکے درمیان اللہ تعالیٰ کا رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) فیصلہ کردے تو وہ (خلوص سے) کہتے ہیں کہ ہم نے **سنا** اور (فیصلے کی) **اطاعت** کی۔ یہ لوگ ہیں جو صحیح کامیاب ہونے والے ہیں۔[۵۱]

اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اسکی نافرمانی سے بچتا ہے تو ایسے لوگ کامیاب ہیں۔[۵۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں کلمہ گو کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک وہ مسلمان ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں ایمان لانے کا لیکن کسی بات میں بھی وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں میں تین بُرائیاں بیان کی گئی ہیں:

(۱) یا تو وہ پکے منافق ہیں

(۲) یا وہ رسالت کے بارے میں شک میں ہیں (یعنی پورا یقین نہیں ہے کہ یہ شخص رسول ہے بھی یا نہیں)

(۳) یا اندر سے یہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ان سے بے انصافی کرینگے۔ (حالانکہ اللہ تعالیٰ خود عادل ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بھی عادل ہے)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ گروہ **بذاتِ خود مجرم** ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھی نہیں مانتا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بھی نہیں مانتا۔ یہ نقصان اُٹھانے والے ہیں اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس دُنیا میں ان کیلئے ذِلت ہے اور آخرت میں ان

کیلئے جہنم ہے۔

مسلمانوں کا دوسرا گروہ ایسا ہے جو ایمان میں پختہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف بلائے جاتے ہیں تو رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات بھی سنتے ہیں اور اطاعت بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیاب ہیں اور ان میں تین خصوصیات ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی فرمانبرداری پر تیار رہتے ہیں

(۲) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(۳) وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فیصلہ دِل و جان سے قبول کرتے ہیں۔

یہ گروہ صحیح مومن ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں، اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دُنیا کی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو نیکی کی توفیق دیتا ہے اور بُرائی سے بچاتا ہے اور آخرت کی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے گناہوں کو معاف فرما دیگا اور وہ جنت کے وارث بن جائیں گے۔

مومن ہونے میں انسان کی نیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ جو خلوص نیت سے ایمان لے آتا ہے تو اس سے جو گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، وہ توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں اور معمولی گناہ تو اللہ تعالیٰ نماز صدقہ وغیرہ سے معاف فرما دیتا ہے۔ مشہور حدیث شریف ہے کہ ''**اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّات**''۔ ترجمہ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔ [تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۱]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو وہی حاصل ہوتا ہے جسکی وہ نیت کرتا ہے لہٰذا جسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیلئے ہے تو اسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہی طرف ہے۔ جسکی ہجرت دُنیا کیلئے ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا اسکی ہجرت عورت کیلئے ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے تو اسکی ہجرت اسی چیز کیلئے شمار کی جائیگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔ (تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۵۱)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ
لَيَخْرُجُنَّ ط قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ج طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ط
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۵۳ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا
حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ
تَهْتَدُوْا ط وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۵۴
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۵۳ سے ۵۷) (اور منافقین) بڑی قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) ہمیں حکم دیں تو ہم گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ ان سے کہو کہ قسمیں مت کھاؤ، تمہاری اطاعت ہمیں معلوم ہے۔ (یعنی تم اطاعت کرنے والے نہیں ہو) جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح واقف ہے۔[۵۳]

ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی اطاعت کرو اور اگر وہ تجھ سے منہ پھیریں (یعنی انکار کریں) تو انکو بتا دو کہ رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر بوجھ وہ ہے جو اس پر رکھا گیا ہے اور تمہارا بوجھ وہ ہے جو تم پر رکھا گیا اور اگر تم اس (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا لو گے۔ (اور اگر اطاعت نہیں کرو گے تو ہدایت نہیں پاؤ گے) رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کا ذِمہ تو صرف (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دینا ہے۔ (اور بَس)[۵۴]

(اسکے برعکس حق یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے ان لوگوں کیلئے

مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى
ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط
يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ
فِى الْاَرْضِ ج وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ط وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۵۷ ع

جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ **انکو زمین میں خلیفہ بنائیگا** جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو (جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے) بنا چکا ہے اور انکے دِین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے انکے لیے پسند فرمایا اور انکے **موجودہ خوف** کو اَمن سے **بدل دیگا**۔ وہ میری ہی بندگی کرینگے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اسکے بعد کفر کریگا تو وہی لوگ گمراہ ہونگے۔[۵۵]

اور اگر نماز قائم کرو، زکوٰۃ اَدا کرو اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی اطاعت کرو (یعنی سنت پر عمل کرو) تو تم پر رحم کیا جائیگا۔[۵۶]

جو لوگ کفر کر رہے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت نہیں کر رہے [یعنی منافقین])، وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو زمین میں عاجز (یعنی ناکام) کر سکتے ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ آگ ہے اور یہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔[۵۷]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں منافقین کو پھر تنبیہات کی گئی ہیں:

(۱) جھوٹی قسمیں مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا علم ہے۔

(۲) اپنے اعمال کی جزا و سزا کے ذِمہ دار تم خود ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

صرف اپنے اعمال کا بوجھ اُٹھانے والے ہیں۔

(۳) اگر تم رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کروگے تو تم ہدایت پالوگے ورنہ نہیں

(۴) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کام صرف ہمارے احکامات تم تک پہنچادینا ہے، اس سے زیادہ اسکا کوئی ذِمہ نہیں ہے۔

اسکے برعکس اللہ تعالیٰ نے مخلص مومنین کو بشارتیں دی ہیں:

(۱) انکو خلافتِ ارضی سے نوازا جائیگا یعنی وہ دُنیا کے حکمران بن جائینگے۔

(۲) انکے دِین کو مضبوط جڑوں پر قائم کردیا جائیگا۔

(۳) موجودہ حالتِ خوف کو دُور کردیا جائیگا اور اسکی جگہ اَمن وامان ہوگا۔

(۴) میرے ساتھ وہ شرک نہیں کرینگے بلکہ میری ہی بندگی کرینگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب یہ دِین مکمل طور پر نافذ ہوجائیگا تو تم دیکھوگے کہ ایک عورت حیرہ سے چلتی ہے اور وہ اکیلی حج کرکے واپس جاتی ہے اور اسکو کسی کا خوف نہیں ہوگا''۔ (مشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مزید فرمایا کہ ''گڈریے کو بھی ذرا خوف نہ ہوگا کہ اسکی بھیڑوں کو کوئی بھیڑیا آکر کھاجائے''۔ (مشکوٰۃ)

حاکم جب پورا عدل قائم کرتا ہے تو ملک میں اَمن ایسا ہوجاتا ہے کہ جانور بھی ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ اسی لیے مثل مشہور ہے کہ ''فلاں بادشاہ کے زمانے میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے''۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایسا ہوا کہ لوگ زکوٰۃ دینے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچتے تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ بیت المال میں اب ہمیں زکوٰۃ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے طور پر جس کو مستحق دیکھیں، زکوٰۃ دے دیں۔

پھر ایک اَور حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم زکوٰۃ لے کر نکلوگے اور (معاشرہ اتنا امیر ہوگا کہ) کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملے گا'' (مشکوٰۃ)

یہ سب وعدے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں پورے فرمائے۔

آج بھی اگر ہم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے احکامات کیساتھ پُرخلوص رویہ رکھیں تو وہ دِن دُور نہیں کہ اللہ تعالیٰ پھر ہمیں ان نعمتوں سے نوازے جن سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو نوازا گیا تھا۔

مسلمانوں کی فلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا پھر اعادہ فرمایا ہے:

(۱) نماز قائم کرو۔ (۲) زکوٰۃ دیتے رہو۔

(۳) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اگر ہم ان تین باتوں کے پابند ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں غلبہ عطا فرمائیگا۔ اگر نہیں کرینگے تو پھر غلبہ کفر کا ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی (یعنی مومن) اور مشرک و کافر کے درمیان نماز کا ترک کرنا فرق کرتا ہے''۔ (شرح صحیح مسلم، جلد اوّل)

نوٹ: ذرا سوچیے کہ ہم میں کتنے لوگ نمازی ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو ہمارے نمائندوں کی حیثیت سے چنے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''قیامت کے دِن دوزخیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی''۔ (دیکھیں سورۃ المدثر ۷۴، آیات ۴۲ سے ۴۴ تک)

ایک خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک شخص کے جبڑوں کو چیرا جاتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام نے بتایا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا تھا اور یہ سزا قیامت تک جاری رہے گی۔

ایک شخص کو دیکھا جسکا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔ بتایا گیا کہ یہ قرآن حکیم کا علم رکھتا تھا لیکن رات کو سویا رہتا تھا اور دِن کو قرآن حکیم پر عمل نہیں کرتا تھا۔ قیامت تک یہ سزا جاری رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے آگ کے تندور میں چند لوگوں کو جلتے دیکھا۔ فرمایا گیا کہ یہ زنا کار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے خون کے دریا میں کچھ لوگوں کو تیرتے دیکھا۔ بتایا گیا کہ یہ سود خور تھے۔ (بخاری)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ
مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ
ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ
قف ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ
جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى
بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ

ترجمہ◄ (آیات ۵۸ سے ۶۴) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے اجازت لیں تمہارے پاس آنے کی تمہارے غلام اور لونڈیاں اور تمہارے وہ بچے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے تین اوقات میں:

(۱) صبح کی نماز سے پہلے

(۲) اور دوپہر کو جبکہ تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو (آرام کرنے کیلئے)

(۳) اور عشاء کی نماز کے بعد

یہ تین اوقات تمہارے لیے **پردہ** کرنے کے ٹھہرے۔ ان اوقات کے علاوہ وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے، نہ ان پر۔ تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا جانا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی ہدایات کھول کر بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے **علم والا** ہے اور حکمت والا ہے [۵۸] [اللہ تعالیٰ تمہیں علم اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے]

جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو انہیں اسی طرح اجازت لے کر آنا چاہیے جس طرح انکے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی ہدایات

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ
۵۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا
فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ
مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۶۰ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ
وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ
حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

تمہارے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہے کیونکہ وہ (تمہارے نفع اور نقصان کا) علم رکھتا ہے اور حکمت والا ہے۔[۵۹]

اور جو عورتیں جوانی گزار چکی ہیں اور نکاح کی اُمیدوار نہیں ہیں، وہ اگر اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ **زینت** کو ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔ اگر وہ اس سے بچیں تو ان کیلئے بہتر ہے (زینت کو ظاہر کرنے سے بچیں)۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔[۶۰]

کوئی حرج نہیں اگر کوئی **اندھا** یا **لنگڑا** یا **مریض** یا **تم خود** اپنے گھروں سے کھاؤ یا **اپنے باپ دادا** کے گھروں سے یا اپنی **ماں، نانی** کے گھروں سے یا **اپنے بھائیوں** کے گھروں سے یا **اپنی بہنوں** کے گھروں سے یا **اپنے چچاؤں** کے گھروں سے یا **اپنی پھوپھیوں** کے گھروں سے یا **اپنے ماموؤں** کے گھروں سے یا **اپنی**

اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ
صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا
جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً
طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ
يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے **جن کی کنجیاں** تمہارے پاس ہوں **یا اپنے دوستوں کے گھروں** سے۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ **اکٹھے** ہو کر کھاؤ **یا الگ الگ**۔ جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے **لوگوں کو سلام کیا کرو**۔ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک **مبارک** اور **پاکیزہ** ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی ہدایات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ **تم عقل سے کام** لو۔[۶۱]

حقیقت میں **مومن** تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے احکامات) کو **دِل سے مانتے** ہیں اور جب کبھی وہ اسکے ساتھ ہوں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ تو) کسی کام کے موقع پر تو اس سے

يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ
لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ
كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ
يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ
يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِيْ

اجازت لیے بغیر نہیں جاتے۔ جو لوگ تم سے اجازت لے کر جاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر (پُرخلوص) **ایمان** رکھنے والے ہیں۔ جب وہ اپنے کسی کام سے اجازت مانگیں تو جسے تم چاہو، اجازت دے دیا کرو اور ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے **بخشش طلب** کیا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ **معاف فرمانے** والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۶۲]

مسلمانو! رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا تم **ایک دوسرے کو بلاتے** ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں جو ایک دوسرے کی **آڑ لے کر چپکے سے غائب** ہو جاتے ہیں۔ رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے **حکم کی نافرمانی** کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں) کسی مصیبت میں پھنس جائیں یا ان پر اللہ تعالیٰ کا دَردناک **عذاب** آ جائے۔[۶۳]

مت بھولو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، **اللہ تعالیٰ کا** ہے۔ جو کچھ تم

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر رہتا ہے۔ جس دِن تم سب لوگ اسکے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہیں جو کچھ تم کرتے تھے، بتا دیگا کیونکہ اسکو ہر چیز کا علم ہے۔[۶۴]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں تین باتوں پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔

(۱) خانگی زندگی کے آداب (Family Life)

(۲) سماجی زندگی کے آداب (Public Life)

(۳) خلوص باللہ ورسولہ فی الایمان (Sincerity in Faith with Allah and His Prophet P.B.U.H)

ان باتوں کو اگر ہم تفصیل سے لکھیں تو تحریر بہت طویل ہو جائیگی۔ ان تینوں باتوں پر سیر حاصل علم حاصل کرنے کیلئے صحاحِ ستہ کے اوراق کی ورق گردانی کریں اور ان پر غور کریں۔

یہاں ہم اتنا بتائے دیتے ہیں کہ **ہمارا خلوص** اللہ تعالیٰ کیساتھ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ صرف **زبان کی حد تک رہ گیا ہے**، عملی طور پر ہم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بتائے ہوئے **قوانین** کے مطابق زندگی بسر نہیں کر رہے۔ اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ **ہر فرد** کو، **ہر عالم** کو، **ہر حکمران** کو۔

دُنیا اور دِین کی کامیابی یہ ہے کہ دُنیا میں ہمیں **عزت** اور **غلبہ نصیب** ہو اور آخرت میں **ہماری بخشش** اور **جنت** نصیب ہو۔

آپکو ماننا پڑے گا کہ آج کل دُنیا میں ہم **اپنی ساکھ کھو بیٹھے** ہیں۔ یہ اسلئے کہ ہم قرآن کریم اور احادیث شریف کی ہدایات سے بہت دُور ہیں۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہم یقین رَکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اللہ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى**

اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○''(الزمر۳۹، آیت۵۳) ترجمہ''اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اعلان کر دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے''

لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ بھی یاد رکھو کہ''**وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○**''(النجم۵۳، آیت۳۹) ترجمہ''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے (یا ملے گا) جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔

یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپکی ہدایت کیلئے فرما دی ہے۔ مختصر یہ کہ

جو بوؤ گے، وہی کاٹو گے

یہ کیسے ممکن ہے کہ اوپر سے نیچے تک جو کوئی حرام بوئے گا، وہ حلال کاٹے اور جو حلال بوئے گا، وہ حرام کاٹے۔

عمل کا اختیار آپکے ہاتھ میں ہے۔

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

☆.....☆.....☆

؎ ہو صداقت کیلئے جس دِل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

☆.....☆.....☆

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو

○.....○.....○

اَلفُرقَان ۲۵

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۷۷ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ ① الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا ②

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۱۶) **بڑی بابرکت** ہے وہ ذات جس نے یہ فرقان (قرآن حکیم) اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) تمام جہانوں (دُنیا کے تمام انسانوں اور جنات اور دوسری مخلوق) کیلئے خبردار کرنے والے ہوں۔ (قیامت تک)[۱]

یہ (قرآن حکیم) اس ذات کی طرف سے ہے جو آسمانوں اور زمین کا **بادشاہ** ہے جس نے کسی **کو بیٹا نہیں** بنایا (نصاریٰ کو تنبیہ) اور اسکی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا۔ پھر ہر چیز کا **اندازہ** (تقدیر) مقرر کیا۔[۲]

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ
يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا
يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝۳ وَقَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ
عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ ۚ
وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى
عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ

(تعجب کی بات ہے کہ) پھر بھی لوگوں نے اسکے ساتھ ایسے رَبّ بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ نہ ہی اپنے کسی نفع ونقصان کا اختیار رَکھتے ہیں، نہ ہی انکا موت پر اختیار ہے اور نہ ہی زندگی پر اور نہ ہی وہ دوبارہ مرے ہوؤں کو اُٹھا سکتے ہیں۔ (یہ سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے)[۳]

کافروں نے کہا کہ یہ فرقان (یعنی قرآن حکیم) ایک من گھڑت (خود لکھی ہوئی) چیز ہے جسکو اس (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) نے کسی دوسری قوم کی مدد سے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ بڑا ہی **ظلم** اور **جھوٹ** ہے جو یہ بولتے ہیں [۴][ہر جھوٹ باطل ہے۔ ہر باطل ظلم ہے۔ ہر ظلم تاریکی (یعنی اندھیرا) ہے۔ ہر اندھیرا جہنم میں ہے۔ جہنم میں آگ ہے جو دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ تیز ہے جو نہ کسی کو زندہ رَکھے گی اور نہ مارے گی]

اور کہتے ہیں کہ یہ پُرانے لوگوں کے افسانے ہیں جو اس نے اپنے لیے لکھوائے ہیں اور وہ صبح وشام اس پر پڑھے جاتے ہیں۔[۵]

انکو بتا دو کہ یہ تو اس نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے۔

فِـى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّـهٗ كَـانَ غَـفُـوْرًا
رَّحِيْـمًا ۝٦ وَقَـالُـوْا مَـالِ هٰـذَا الرَّسُوْلِ يَـاْكُلُ
الـطَّـعَـامَ وَيَـمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ لَـوْ لَآ اُنْزِلَ
اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَـكُـوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝٧ اَوْ يُـلْـقٰٓى اِلَيْهِ
كَنْزٌ اَوْ تَـكُـوْنُ لَـهٗ جَنَّةٌ يَّـاْكُـلُ مِنْهَا ؕ وَقَـالَ
الـظّٰـلِـمُـوْنَ اِنْ تَـتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝٨
اُنْـظُـرْ كَيْفَ ضَـرَبُـوْا لَكَ الْاَمْثَـالَ فَضَلُّوْا فَلَا

(پرانے لوگوں کے قصے اس نے سچ سچ بتائے ہیں تا کہ تم عبرت حاصل کرو اور سیدھے راستے پر آ جاؤ) دَراصل وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ (کہ تمہیں تمہارے شرک اور جھوٹ کی سزا کو موخر کرتا جا رہا ہے تا کہ تم ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آ جاؤ)[٦]

لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) ہے جو کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اسکے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا تا کہ اسکے ساتھ مل کر لوگوں کو تنبیہ کرتا یا اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا یا اسکو کوئی باغ کیوں نہیں دیا گیا جسکے وہ پھل کھاتا اور ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو ایک سحر زدہ [مجنون] آدمی کی پیروی کر رہے ہو۔[۷-۸][دُنیادار جاہل لوگوں کا کسی شخصیت کو جانچنے کا پیمانہ یہی ہے جو آیات مبارکہ ۷ اور ۸ میں بتایا گیا ہے۔ اہل علم اور دانشور کا پیمانہ اَور ہوتا ہے۔ اسی لیے اقبال نے کہا کہ ''سو گدھے ایک گھوڑے کے برابر نہیں ہو سکتے''۔ مطلب یہ تھا کہ ووٹ دیتے وقت گدھے اور گھوڑے میں فرق تلاش کرو اور صحیح نمائندہ چنو]

ذرا دیکھو (اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کہ کیسی کیسی عجیب

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ
لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا
بِالسَّاعَةِ ۚ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا
ۚ ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا
وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ
دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا
وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

مثالیں تمہارے لیے گھڑ رہے ہیں۔ دَراصل یہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور یہ سیدھا راستہ کبھی بھی حاصل نہیں کرسکیں گے۔[۹]

بڑی بابرکت ہے وہ ذاتِ اقدس! اگر وہ چاہے تو انکی بتائی ہوئی باتوں سے بھی زیادہ تمہیں دے سکتا ہے مثلاً بہت سے باغات جنکے نیچے دریا بہتے ہوں اور بہت سے محل۔ (لیکن جو کچھ تمہیں دیا جارہا ہے، ہم اپنی حکمت سے دیتے ہیں۔ کسی کے کہنے پر نہیں دیتے)[۱۰]

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کو جھٹلا رہے ہیں اور ہم نے تو آخرت کی گھڑی کو جو جھٹلاتا ہے، اسکے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔[۱۱]

وہ آگ جب دُور سے انکو دیکھے گی تو اسکے غصے اور جوش کی آوازیں یہ سنیں گے اور جب یہ ایک تنگ جگہ اس میں جکڑے ہوئے پھینک دیئے جائیں گے تو موت کو پکاریں گے۔[۱۲-۱۳]

اس وقت انکو کہا جائیگا کہ ایک موت کو نہیں بلکہ آج **بہت سی موتوں** کو پکارو۔[۱۴]

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿۱۶﴾

ان سے پوچھو (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کہ یہ انجام (جہنم کی آگ کا) اچھا ہے یا ہمیشہ رہنے والی جنت کا جسکا وعدہ **متقی** لوگوں سے کیا گیا ہے جو انکے اعمال کے بدلے انہیں دی جائیگی اور انکا یہ دائمی ٹھکانہ ہوگا۔[۱۵]

اس میں انکی ہر خواہش پوری ہوگی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اس نے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔[۱۶]

تشریح : یہ کتاب (الفرقان/القرآن الحکیم) دُنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے اُتاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا **بادشاہِ مطلق** ہے۔ وہ انتہائی جاہل ہوگا جو یہ معمولی بات نہیں سمجھتا کہ جب **زمین کا بادشاہ** اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے تو زمین پر بسنے والے انسان اور جنات کیلئے سیدھے راستے کی رہنمائی حاصل کرنے کیلئے قرآن حکیم کے سوا کوئی دوسری کتاب نہیں ہوسکتی۔ یہ **بادشاہِ مطلق** کی لکھی ہوئی انسانیت کیلئے ہدایات ہیں جو بدلنے والی نہیں ہیں۔ ''**وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ** ''۔(الانعام ۶، آیت ۳۴) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کے اصولوں کو کوئی بدل نہیں سکتا''۔

یہ سورۃ مبارکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور براہِ راست مشرکینِ مکہ کو خطاب کررہی ہے لیکن ہم نے دیکھنا ہے کہ ہمارے لیے اس زمانہ میں کیا ہدایات دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آخرت پر اگر تمہیں یقین ہے تو دو باتیں تمہارے سامنے ہونی چاہیں:

(۱) ایک طرف جہنم اپنے غیظ وغضب کیساتھ منافقین، کافرین، مشرکین، گناہگاروں کیلئے انتظار کررہی ہے۔

(۲) دوسری طرف جنت اپنی تمام نعمتوں کیساتھ متقیوں کے انتظار میں ہے۔

اور یہ **اللہ تعالیٰ کا اٹل اصول** ہے کہ جسکے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ جنت میں

جائیگا اور جسکے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا، وہ جہنم میں جائیگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ **وعدہ سچا** ہے، ہر **صورت ہو کر رہے** گا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا**''۔ (النساء۴، آیت ۱۲۲) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کا قول سچا ہوسکتا ہے''۔

اگر یہ باتیں سچی ہیں جو ان آیات مبارکہ میں بیان کی گئی ہیں اور دونوں ٹھکانوں میں سے ایک ٹھکانہ ہمارے مقدر میں لکھا گیا ہے تو پھر **ہم**، ہمارے **علماء**، ہمارے **حکمران عقل سے کام کیوں نہیں** لیتے کہ ہم اپنے کلچر (ثقافت) اپنے رسم و رواج، اپنی تعزیرات، اپنے حدود، اپنے روزمرہ کے قوانینِ زندگی اور اخلاقی اصولوں کو بدلنے کی ہمت کیوں نہیں کرتے کہ وہ بالکل قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور سنتِ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مطابق ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تقدیر حاصل کرنے کیلئے بھرپور محنت کرو''۔ (ترجمان السنہ از بدر عالم)

ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گہرائی سے مطالعہ کرے اور موجودہ زمانے کے لحاظ سے اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرے

لیکن ہم سب (عوام الناس، علماء اور اہلِ اقتدار) غفلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نہ عربی زبان کا کوئی سیکھنے کا منظّم انتظام ہے، نہ قرآن حکیم اور احادیث شریف کا منظّم کورس ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہے۔

ہر انسان کی اپنی اپنی ذِمہ داری ہے کہ وہ عربی کو سیکھے، قرآن کریم اور حدیث شریف کا گہرا مطالعہ کرتا رہے اور اپنی اصلاح عملی طور پر کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رَکھے لیکن **سب سے بڑی ذِمہ داری حکمران پر عائد** ہوتی ہے۔ اسکا فرض ہے کہ قوم کو سیدھے راستے پر لگائے، سیدھے راستے پر رَکھے اور بُرے راستے سے اپنے اقتدار کی طاقت سے عوام کو روکے۔ تمام بُرے کام اور بُرے راستے اسلامی نقطۂ نگاہ سے جرائم ہیں جنکی کچھ سزا یہاں رَکھی گئی ہے اور باقی سزا آخرت میں دی جائے گی۔

حکومت کی ذِمہ داری بہت بھاری ذِمہ داری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

(۱) ''عدل وانصاف کرنے والے حکمران قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کے سائے تلے ہونگے جبکہ اسکے سوا کوئی اَور سایہ نہیں ہوگا''۔(صحیح بخاری)

(۲) قیامت کے دِن انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر ''**الرحمٰن**'' کے دائیں جانب ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے **فیصلوں**، اپنے **گھر والوں** اور **ان کاموں** میں جو ان کے سپرد ہیں، **عدل و انصاف کرتے** ہیں۔قرآن حکیم میں ہے کہ ''**فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ**''۔ (الحجرات ۴۹، آیت ۹) ترجمہ ''لوگوں کے درمیان عدل اور انصاف قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رَکھتا ہے''۔(صحیح مسلم)

(۳) جو شخص دس یا دس سے زیادہ لوگوں کا حکمران (یعنی سرپرست) ہوا تو وہ قیامت کے دِن اس حال میں آئیگا کہ اسکے ہاتھ اسکی گردن کیساتھ جکڑے ہوئے ہونگے، اسکی نیکی اسکو چھڑا لے گی یا اسکا گناہ (یعنی ظلم) اسکو ہلاک کر دیگا۔ حکمرانی (یعنی سرپرستی) **اوّل میں ملامت** (زمین پر)، **درمیان میں ندامت** (یعنی برزخ میں) اور آخر میں **رسوائی ہے** قیامت کے دِن کی (مسند احمد، بیہقی)

(۴) **حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! **امارت** (یعنی حکومت) **کا سوال نہ کرنا** کیونکہ اگر وہ تجھے تیرے **مطالبہ پر دی گئی** تو تُو اسکے سپرد کر دیا جائیگا اور اگر وہ **مطالبہ کے بغیر** تجھے مل جائے تو اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا''۔(صحیح بخاری)

(۵) **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''اے اللہ تعالیٰ! جو شخص میری اُمت کے کسی معاملہ کا ذِمہ دار (یعنی حکمران) بنا پھر وہ انکو مشقت میں ڈالے تو تُو بھی **اس پر مشقت** ڈال اور جو انکے **ساتھ نرمی کرے** تو تُو بھی اسکے ساتھ نرمی فرما''۔(صحیح مسلم)

۝.....۝.....۝

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ
ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ
لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ
مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا
قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا
تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ
نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ

ترجمہ◄ (آیات ۱۷ سے ۲۰) جس دِن لوگوں کو اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا انکے (جھوٹے) رَبّ تھے، اکٹھے کیے جائینگے اوران سے پوچھا جائیگا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کوگمراہ کیا تھا یا یہ خود صحیح راستے سے بھٹک گئے تھے؟[۱۷]

وہ جواب دینگے کہ پاک ہے تیری ذاتِ اقدس! ہمیں یہ مناسب نہیں تھا کہ آپکے سوا کسی کو اپنا ولی (یعنی دوست/مولیٰ) بنائیں مگر آپ نے انکو اور انکے آباؤ و اجداد کوخوب **سامانِ زندگی** دیا کہ اسی میں **یہ آپکو بھول** گئے اوراسی لئے وہ ناکام اور نامراد ہوکر رہ گئے۔[۱۸][مال و دولت نے انہیں گمراہ کیا، ہم نے گمراہ نہیں کیا۔ جب مال و دولت ان کا رَبّ بن گیا تو انہوں نے ہمیں بھی اپنا رَبّ بنالیا]

اس طرح وہ جھوٹے خدا تمہاری ان باتوں کو جو آج تم کہہ رہے ہو، جھٹلا دینگے پھر نہ اپنی سزا کو تم ٹال سکو گے اور نہ ہی تمہیں کسی کو کہیں سے مدد مل سکے گی اور جو بھی (اے لوگو!) تم میں سے ظلم کریگا (یعنی کفر اور شرک کریگا) تو اسکو ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔[۱۹]

الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا ﴿۲۰﴾

ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھی بھیجے، وہ سب کھانا کھانے والے تھے، بازاروں میں چلنے والے تھے۔ دَراصل بات یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کو ایک دوسرے کیلئے **آزمائش** کا ذریعہ بنادیا ہے۔

(اے جماعتِ مومنین!) کیا **تم صبر نہیں** کرو گے۔ تمہارا رَبّ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔[۲۰][مشرکین جو اذیتیں تمہیں دے رہے ہیں، ان پر صبر کرو]

تشریح: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے سوال و جواب میں **جھوٹوں کا جھوٹ کھل** جائیگا، **سچوں کا سچ ظاہر ہو جائیگا**۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو بالکل واضح ہدایات کیساتھ بھیجا ہے۔

حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟

حق پر چلنے کا انجام کیا ہوگا؟ باطل پر چلنے کا انجام کیا ہوگا؟

اس سورت مبارکہ کی پہلی دو **آیات شریفہ** کو **بار بار پڑھیں** اور **ان پر غور کریں**۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! مشرکین ہمیں بہت اذیتیں دے رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی مصیبتوں سے بچائے رَکھے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا تم ابھی بے صبرے ہو گئے ہو۔ پہلی قوموں کے مومنین کو تو آروں سے چیرا گیا لیکن پھر بھی انہوں نے صبر کیا''۔ (الحدیث)

؎ خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں [اقبال]

فہم القرآن الحکیم کی جلد سوم مکمل ہوئی ..... وما توفیقی الا باللہ

اہل اقتدار کو ایمان کی دعوت

سبب کچھ اَور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا م بَعِیْدًا ○**''۔(النساء۴، آیت۱۳۶)

ترجمہ ''اے ایمان لانے والو! پختہ سے پختہ تر کرو اپنے ایمان کو اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر، رسول اللہ کے نبی اور آخری نبی ہونے پر اور قرآن کریم پر اور ان کتابوں پر جو پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جھٹلائے گا، فرشتوں کے وجود کو جھٹلائے گا اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ کتابوں کو اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلائے گا اور یومِ آخرت کا انکار کرے گا تو وہ اپنے ایمان سے بہت دُور گمراہی میں نکل گیا''

اے حکمرانو! جو ایمان رَکھتے ہو، اپنے ایمان کو پختہ کرو۔ **حضرت عمر** رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''منصب لینے سے پہلے اسکا علم حاصل کرو''۔ تمہیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ حکمران بننے سے **پہلے حکمرانی کرنے کا علم حاصل کرو**۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا کہ ''ہم نے (حضرت) داؤد اور (حضرت) سلیمان (علیہما السلام) کو **علم عطا** کیا''۔ (دیکھیں سورۃ النمل ۲۷، آیت ۱۵) یہاں اشارہ ہے **حکمرانی کا علم**۔ پھر دوسری جگہ فرمایا کہ ''ہم نے **علم** اور **حکمت** دونوں کو عطا کیے''۔ (دیکھیں الانبیاء ۲۱، آیت ۷۹) یہاں بھی اشارہ ہے حکمرانی کے متعلق۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم (حضرت) طالوت کو بادشاہت کیلئے اس لیے چنا کہ اے **بنی اسرائیل**! وہ **علم** اور **جسم**

میں تم سب سے **بڑھ کر** ہے۔(دیکھیں البقرۃ ۲ آیت ۲۴۷)

یہ آیات مبارکہ بتاتی ہیں کہ حکمرانی کیلئے تین [۳] چیزیں ضروری ہیں۔اگر یہ **تینوں** یا **کوئی ایک** ان میں سے نہیں ہے تو پھر وہ **عدل وانصاف** سے حکومت نہیں کرسکتا اور یاد رہے کہ حکمران کیلئے سب سے **پہلی سیڑھی** ملک میں **عدل کا قائم** کرنا ہوتا ہے۔ ہر نبی اپنے زمانے کا نبی بھی ہوتا تھا اور حاکم بھی ہوتا تھا اور اسکا آئین وہ ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اسکے پاس بھیجتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے **بھیجنے کا مقصد** بھی بتادیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝**''(الحدید ۵۷، آیت ۲۵) ترجمہ ''ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر **کتابیں** اور **ترازو** (یعنی **قواعد عدل**) نازل کیے تاکہ لوگ **عدل وانصاف** پر قائم رہیں اور لوہا پیدا فرمایا۔اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) **قوت** بھی شدید ہے اور لوگوں کیلئے اَور فائدے بھی ہیں اور اسلئے بھی کہ اللہ تعالیٰ معلوم کر لے کہ بن دیکھے کون اسکے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے''۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کامیاب حکمران کیلئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

[۱] صحت مند جسم

[۲] حکمرانی کا علم جس کے بے شمار شعبے ہوتے ہیں۔

[۳] حکمت کہ اپنے علم کو حکمت پر استعمال کرے نہ کہ ایک جاہل کی طرح

اللہ تعالیٰ بسا اوقات قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ''**اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**'' یعنی اے لوگو! جان لو کہ میں بہت ہی زبردست طاقت رکھتا ہوں لیکن اس طاقت کو

میں حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہوں۔(الزمر۳۹،آیت۱)۔''**لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○**''۔(آلِ عمران۳،آیت۱۶۴)

ترجمہ''اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے پُرخلوص اہل ایمان پر کہ ان میں سے ہی (یعنی انکی قوم سے ہی جسکے کلچر سے یہ نبی پوری طرح واقف ہیں اور انکی زبان بھی وہی ہے اور ہر طرح سے وہ انکے رسم ورواج کو جانتے ہیں) انکے لیے ایک رسول بھیجا جو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ انکو پڑھ کر سناتا ہے اور انکو (بُرے اخلاق سے) پاک کرتا ہے اور انہیں الکتاب (یعنی قرآن حکیم) کی تعلیم دیتا ہے اور انکو دانائی کی باتیں سکھاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل گمراہی میں پڑے ہوئے تھے''۔

یہاں بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ نے **علم** اور **حکمت** کا خاص طور پر ذِکر کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **تعلیم وتربیت یافتہ قوم** نے ہی قرآن کریم کو **آگے دُنیا میں** پھیلانا تھا اور **حکمران بننا** تھا۔

صحت مند جسم

میڈیکل سائنس اس بات پر متفقہ رائے رَکھتی ہے کہ صحت مند جسم کے تین لوازم ہیں:

[۱] جسم میں کوئی طویل بیماری نہ ہو جیسے دَمہ

[۲] اخلاقی طور پر صحت مند ہو

[۳] کوئی دماغی عارضہ لاحق نہ ہو

علم

علم کی بے شمار قسمیں ہیں۔حکمرانی کا علم ازخود ایک علیحدہ شعبہ ہے۔عدل کو قائم کرنے کے لیے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا وسیع اور گہرا علم ہونا چاہیے کہ عدل کی

حدود کیا ہیں اور ظلم کیا ہیں تا کہ **عدل** اور **ظلم** کو واضح طور پر چھانٹ لیا جائے۔

حکمت

حکمت علم اور تجربے سے آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**لَا حِکْمَۃَ بَدُوْنِ تَجرَبہ**''۔[ترمذی] دوسری حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ''حکمت کی بات مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ اسے جہاں بھی پائے، وہی اس کا مستحق ہے''۔[جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۹۳]

علم کے ساتھ **تجربہ** ہوگا تو حکمت آئے گی۔ **تجربہ عمل** سے حاصل ہوتا ہے۔ جب عمل نہیں ہوگا تو تجربہ بھی نہیں ہوگا۔ جب **تجربہ** نہیں ہوگا تو حکمت بھی نہیں آئیگی۔

علم وہ ہے جس پر **عمل** کیا جائے۔ صرف جان لینا کافی نہیں ہے مثلاً آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ دینا فرض ہے لیکن آپ زکوٰۃ نہیں دیتے تو آپ اپنے علم پر عمل نہیں کر رہے اور آپ کو زکوٰۃ کی کوئی **حکمت** بھی حاصل نہیں ہوگی۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''لوگوں سے علم **کھینچا** جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز ان کے قابو میں نہیں رہے گی''۔ **حضرت زیاد بن لبید ناصری** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! ہم سے کیسے علم سلب کیا جائے گا جبکہ ہم نے **قرآن کریم پڑھا** ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم اسے **پڑھتے رہیں گے** اور **اپنی اولاد** اور **عورتوں کو پڑھاتے رہیں گے**''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہاری ماں تم پر روئے اے (حضرت) زیاد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تو تمہیں مدینہ منورہ کے **دانشوروں** میں شمار کرتا تھا۔ (تُو تو میری بات ہی نہیں سمجھا) کیا تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس نہیں ہے لیکن ان کے کس کام آتی ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ علم میں سب سے پہلے **خشوع** اُٹھایا

جائے گا یعنی لوگوں کا علم حاصل کرنے کا **شوق** اور اس پر **عمل** کرنے کی ہمت ختم ہو جائے گی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''عنقریب ایسا ہوگا کہ تم کسی مسجد میں داخل ہو گے اور پوری مسجد میں **ایک خشوع والا** آدمی بھی **نہیں** پاؤ گے''۔ [جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۶۰] بات واضح ہے کہ جب **علم** اور **عمل** کا شوق ختم ہو جائے گا تو **حکمت** بھی باقی نہیں رہے گی۔ یہ ہے وہ زمانہ جس میں ہم بس رہے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے روایت کیا کہ ''علم علماء کے **اُٹھ جانے** سے اُٹھ جائے گا (اور علماء کے اُٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل نہیں کریں گے) یہاں تک کہ جب کوئی عالم (یعنی **عالم باعمل**) نہیں رہے گا تو لوگ **جاہلوں کو سردار بنا لیں** گے''۔ [جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۵۹]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک **مومن** نہ بن جاؤ اور اس وقت تک **مومن** نہیں بن سکتے جب تک تم آپس میں **محبت** نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ وہ چیز یہ ہے کہ آپس میں ''**سلام**'' کو رواج دو''۔ [جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۹۴]

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو [۲] یہودی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے نو [۹] واضح ہدایات (جو تورات میں تھیں) کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے سب کا درست جواب دے دیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے **ہاتھ اور پاؤں** چوم لیے۔ کہنے لگے کہ ''ہم گواہی دیتے ہیں (یعنی **ہم جان گئے ہیں** کہ) **آپ** (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) **نبی ہیں**''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے پوچھا کہ ''پھر کون سی چیز ہے جو تمہیں میری **اطاعت** کرنے سے روکتی ہے؟'' کہنے لگے کہ ''ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کی **اطاعت کریں تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے**''۔[جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۵۳۸] اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ **جان لینا ہی کافی نہیں ہے** بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی **اطاعت مومن بننے کیلئے لازمی** ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝**''۔(بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۱۶) ترجمہ ''جب ہماری مشیت (ارادہ) میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں بستی کو ہلاک کرنا ہے (کیونکہ وہ ہلاکت کے مستحق ہو چکے ہیں) تو اس کے **خوشحال لوگوں** کو ڈھیل دے دیتے ہیں کہ **نافرمانیاں** کرتے رہیں حتیٰ کہ اس بستی پر عذاب کا فیصلہ (ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے) ثابت ہو جاتا ہے تو پھر ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں''۔

ایک عورت کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو ہوئی۔ پوچھنے لگی کہ ''ہم کب تک دِین اسلام پر رہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جاہلیت کے بعد عطا فرمایا ہے؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''اس وقت تک تم اس دِین پر صحیح طور پر **قائم** رہو گے جب تک **تمہارے حاکم درست** رہیں گے''۔اس نے کہا کہ ''حاکم کون ہیں؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''کیا تیری قوم میں سردار اور بڑے لوگ نہیں ہیں جو لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور لوگ انکی اطاعت کرتے ہیں؟'' وہ کہنے لگی کہ ''ہاں! ایسے لوگ ہیں'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''پس یہی لوگ، لوگوں کے حاکم ہیں''۔

[صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ**

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○ ''۔(الحج ۲۲، آیت ۴۱)
ترجمہ ''(اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے) یہ وہ لوگ ہیں جن کو زمین میں اگر ہم اقتدار دیں تو وہ **نظامِ صلوٰۃ** نافذ کرتے ہیں اور **نظامِ زکوٰۃ** قائم کرتے ہیں اور **نظامِ اَمر و نہی** کا دستور بناتے ہیں (یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر [نیکی کا حکم کرنا، بُرائی سے روکنا]) اور تمام کاموں کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (وہ چاہے تمہیں پاس کر دے اور وہ چاہے تو تمہیں فیل کر دے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا ہے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا)''۔ (ہمارے ملک میں کون ایسا حکمران آیا ہے جس نے نظامِ **صلوٰۃ** اور نظامِ **زکوٰۃ** کو قائم کرنے کی فکر کی ہو)

فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ○**''۔(طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹) ترجمہ ''فرعون (جو کہ اپنی قوم کا لیڈر اور حکمران تھا) نے اپنی قوم کو **گمراہ** ہی کیا تھا، کوئی **صحیح رہنمائی** نہیں کی تھی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ ''تمہاری مثال ایک کشتی کی مانند ہے کہ کچھ لوگ **اوپر کے دَرجہ** میں بیٹھے ہیں، کچھ **نیچے کے دَرجہ** میں۔ نیچے والے مسافر اوپر پانی لینے کے لیے جاتے ہیں تو اوپر والے کہتے ہیں کہ ہمیں تنگ کیوں کرتے ہو۔ ایک دِن نیچے والوں نے مشورہ کیا کہ ہم کشتی میں سوراخ کر لیتے ہیں اور سمندر کا پانی اس میں آ جائے گا تو ہم وہ استعمال کریں گے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر اس وقت **اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ نہیں پکڑیں گے** تو نیچے والے اوپر والوں کو بھی غرق کریں گے اور خود بھی غرق ہو جائیں گے''۔[ترمذی]

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اگر **اوپر والے چند لوگ گمراہ** ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ عذاب بھیجتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس وقت عذاب بھیجتا ہے جب قوم کی اکثریت بُری ہوجائے''۔[**بخاری**]

اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب اوپر والے نیچے والوں کو بُرائی سے روکنے کی صلاحیت نہ رَکھتے ہوں کیونکہ وہ خود بُرائی میں ملوث ہیں تو بُرائی اوپر سے نیچے پوری قوم میں بتدریج پھیل جاتی ہے۔ جب قوم کی اکثریت بُرے لوگوں کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دیتا ہے۔

جو کچھ ہم اس باب میں لکھ چکے ہیں، ان سب کا خود تجزیہ کریں تو آپ واضح طور پر ایک نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اچھائی یا بُرائی اوپر سے ہی شروع ہوتی ہے اور اوپر سے ہی نیچے تک آتی ہے تو جب قوم کی **اکثریت** اچھی ہوجاتی ہے تو وہ قوم اچھی بن جاتی ہے اور جب قوم کی **اکثریت** بُری ہوجاتی ہے تو وہ قوم بُری بن جاتی ہے۔

اب ذرا غور کریں اپنے ملک کے **حکمرانوں** کے متعلق کہ آپ کی نگاہوں میں اپنے کتنے نمائندوں کو دیکھا کہ وہ آپ کو اچھائی کی طرف ترغیب دیتے ہیں اور کتنے نمائندوں کو دیکھا کہ آپ کو بُرائی میں ملوث کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو **بُرائی کی ابتدا** کرتا ہے اور بعد میں جتنے لوگ وہ بُرائی کرتے جائیں گے، ان **سب** کی اس بُرائی کا ایک حصہ اس شخص کے اعمال میں لکھا جاتا رہے گا جس نے یہ بُرائی شروع کی۔ **اسی طرح** جس شخص نے ایک نیک کام کی ابتداء کی اور اسکے بعد جو بھی یہ نیک کام کرتا جائے گا، اسکی نیکی کا ایک حصہ ابتدا کرنے والے کے اعمال میں لکھا جاتا رہے گا'' (مشکوٰۃ شریف)

؎ میں کارِ جہاں سے نہیں ''آگاہ'' ولیکن ارباب نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز!
کرتو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد دستور نیا اور نئے دَور کا آغاز!
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت کہہ دے کوئی اُلو کو اگر رات کا شہباز
؎ مگر یہ بات چھپائے سے چھپ نہیں سکتی سمجھ گئی ہے اسے ہر طبیعت چالاک
[اقبال]

ے افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

حال واحوال

قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہر قوم عروج وزوال سے گزرتی رہی ہے حتیٰ کہ اس کے آخری زوال کا وقت ختم ہو گیا مثلاً ایک زمانہ تھا کہ بنی اسرائیل حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانے میں اپنے عروج کی انتہا پر تھے۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک طویل مدت تک پست قوم رہی اور اس کے بعد بھی وہ تنزل پذیر رہی حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَور میں فلسطین مسلمانوں نے فتح کر لیا اور یہ ایک مسلم ریاست بن گئی۔ دوسری جنگ عظیم تک یہ قوم دُنیا میں منتشر ہو چکی تھی اور ان کی اپنی ریاست ان کے ہاتھ سے جا چکی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ترقی یافتہ ممالک نے ان کی حکومت فلسطین میں دوبارہ بنانے کی کوشش تو کی لیکن دُنیا کے کثیر ممالک نے اس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔

یونانی تہذیب 13 ویں سے لے کر 9 ویں قبل مسیح صدی تک عروج پر رہی پھر اس میں زوال آنا شروع ہوا تو 146 قبل مسیح میں رومنز Romans نے ان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد ان کا نام ونشان بحیثیت ایک تہذیب کے تقریباً ختم ہو گیا۔

رومنز Romans کی تہذیب 753 قبل مسیح سے لے کر 476 عیسوی تک رہی۔ اس کے بعد اسلامک سیویلائزیشن Civilization شروع ہوتی ہے۔ اس کے بانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ولادت 570 عیسوی میں ہوئی۔ 13 سال مکہ مکرمہ میں گزارے پھر مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے اور مدینہ منورہ میں 10 سال گزار کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم 632 عیسوی میں فوت ہو جاتے ہیں۔

اسلامی سیویلائزیشن Civilization کا عروج سن 2 ہجری سے شروع ہوتا ہے جب پہلی جنگ، جنگ بدر لڑی گئی۔ اس وقت سے لے کر اسلامی تہذیب روز بروز ترقی کرتی گئی۔ بالآخر سلطنت عثمانیہ جو ملت اسلامیہ کا مظہر تھا، استنبول میں 1922ء میں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ملت اسلامیہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ 1922ء سے لے کر موجودہ زمانے تک یہ تنزل پذیر ہی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے شَر اور خیر کے بارے میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! دَورِ جاہلیت کے اندر ہم شَر کے اندر تھے اور اب اللہ تعالیٰ اس خیر کو لے آیا ہے۔ کیا اس خیر کے بعد بھی شَر ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں! اسکے بعد بھی شَر ہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کیا اُس شَر کے بعد پھر خیر ہو گی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں! اس شَر کے بعد پھر خیر ہو گی لیکن اس میں کدورت ہو گی''۔ میں نے پوچھا کہ ''اس خیر کی کدورت کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جواباً فرمایا کہ ''لوگ میرے طریقے کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرینگے اور میری عادت (یعنی سنت) کو چھوڑ کر دوسری عادت اختیار کرینگے۔ انکی بعض باتیں اچھی اور بعض باتیں بُری ہونگی''۔ میں نے پھر سوال کیا کہ ''کیا اس خیر کے بعد پھر شَر ہو گی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں! اس خیر کے بعد پھر شَر ہو گی۔ جہنم کے دروازے پر بلانے والے ہونگے۔ جو انکی بات سنے گا، اسے اس میں ڈال دینگے۔ ہماری ہی بولی بولیں گے''۔ میں نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اگر میں انہیں پاؤں تو کیا حکم ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کی جماعت اور انکے امام (سردار، حکمران) سے وابستہ رہنا''۔ میں نے پوچھا کہ ''اگر انکی جماعت اور امام نہ ہو تو کیا کروں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پھر تمام فرقوں سے جدا رہنا خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑ

چبانی پڑے یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آ جائے''۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے بعد ایسے امام (حکمران اور سردار) ہونگے جو میرے راستے (صراطِ مستقیم) پر نہیں چلیں گے اور نہ ہی میرا طریقہ (سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) اختیار کرینگے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہونگے کہ انسانی جسموں کے اندر انکے دِل شیطانوں جیسے ہونگے''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اگر وہ وقت پاؤں تو کیا کروں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''امیر کی بات سننا اور اسکی اطاعت کرنا۔ اگر وہ تمہیں مارے اور تمہارا مال چھین لے تب بھی اسکی بات سننا اور اطاعت کرنا''۔ (مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث ۵۱۴۷)

موجودہ زمانہ وہ زمانہ ہے جس میں ہم بہت سی وہ نشانیاں دیکھ رہے ہیں جو اس حدیث شریف میں بتائی گئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت قائم ہونے سے پہلے دو عظیم لشکر آپس میں جنگ کرینگے۔ انکا دعویٰ ایک جیسا ہوگا (یعنی انکا مذہب ایک ہوگا۔ یہ اشارہ ہے جنگ عظیم دوم کیلئے) تیس کے قریب کذاب نکلیں گے۔ کثرت سے **زلزلے** آئیں گے۔ **زمانے قریب** ہو جائیں گے۔ فتنے ظاہر ہونگے۔ قتل وغارت بڑھ جائیگا۔ مال ودولت بہت ہوگا۔ لوگ فلک بوس عمارتوں پر فخر کریں گے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت سے پہلے مسلمان یہودیوں سے جنگ کرینگے۔ مسلمان انہیں قتل کرینگے حتیٰ کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے اگر چھپا ہوگا تو پتھر اور درخت بتائے گا کہ اے مسلمان! یہ میرے پیچھے یہودی کھڑا ہے، آ کر اسے پکڑ لے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد، حدیث ۵۱۷۸)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قیامت کے قریب زمانے کے متعلق بتایا کہ ''علم اُٹھ جائے گا۔ جہالت بڑھ جائے گی۔ زنا عام ہوگا۔ شراب پی جائے گی۔

مرد کم ہو جائیں گے۔عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے مقابلے میں ایک مرد ہوگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۲۰۱) حدیث شریف ۵۲۰۲ میں یہ بھی ہے کہ ''قیامت سے پہلے جھوٹ بہت بولا جائے گا) اور حدیث شریف ۵۲۰۳ میں ہے کہ ''امانت ضائع ہونے لگے گی''۔(یعنی حکومت نااہل لوگوں کے سپرد ہوگی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی ماں کی نافرمانی کریگا۔اپنے دوست سے نزدیک اور باپ سے دُور ہو گا۔مسجدوں میں آوازیں بلند ہونگی۔ قبیلے کا سرداران میں سے بدکردار آدمی ہوگا۔ ذلیل آدمی معزز شمار ہونگے۔آدمی کی عزت اسکے شر سے ہوگی۔گانے بجانے والیاں بہت ہونگی۔شرابیں پی جائیں گی۔اُمت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔سرخ آندھیاں آئیں گی۔زلزلوں، زمین میں دھنسنے، شکل بدلنے، پتھر برستے کا انتظار کرنا اور ایسی نشانیوں کا جو اس طرح لگاتار آئیں گی جیسے تسبیح کا دھاگا ٹوٹنے پر دانے مسلسل گرتے ہیں''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۲۱۴)

مندرجہ بالا حقیقتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**اَقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○**''۔ (القمر ۵۴، آیت ۱) ترجمہ ''قیامت کا وقت قریب آ لگا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا''۔ (چاند کا دو ٹکڑے ہونا قیامت کے قرب کی نشانی ہے) ''**اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ○**''۔(الانبیاء ۲۱، آیت ۱) ترجمہ ''قریب آ لگا ہے لوگوں کے حساب کا وقت لیکن وہ بدستور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کے پیغام پر) توجہ نہیں دے رہے''۔

اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا انسان کو قیامت کے قرب کے متعلق خبردار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اب بھی بُرے کاموں سے باز آ جائے اور جو وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے، اس میں اگر اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتا رہے، اپنے اخلاق کو بدلے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے تو اس پر قیامت کی گھڑی میں آسانی

ہوگی۔ قیامت کے وقت کا سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی کو علم نہیں ہے۔ تمام مسلم ممالک میں لیکن خاص طور پر ہمارے ملک میں اسلام تو نام کا رہ گیا ہے۔ کام ہم سب شیطانی کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ شیطان کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رَسّی کو مضبوط پکڑ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑ لو گے۔ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر چلو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے''۔ (مشکوٰۃ شریف) قرآن کریم میں یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر بڑے بڑے گناہوں سے تم بچو گے تو ہم تمہاری چھوٹی بُرائیاں معاف کر دیں گے''۔ (دیکھیں سورۃ النساء۴، آیت ۳۱)

؎ نکل کر خانقاہوں سے اَدا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دِین واَدب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالم پیری

.....

؎ کہن ہنگامہ ہائے آرزو سرد
کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سرد
بتوں کو میری لا دِینی مبارک
کہ ہے آج آتش **اَللّٰہ ھُو** سرد

[اقبال، ارمغانِ حجاز]

؎ دگرگوں عالم شام و سحر کر جہانِ خشک و تر زیر و زبر کر
رہے تیری خدائی داغ سے پاک مرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر

[اقبال، ارمغانِ حجاز]